آئینہ حق نما

بجواب

الہاماتِ مرزا

از

حضرت درویش ملقب بہ علی محمد فانی

مولوی مبارک احمد خان ... آباد

M. Mobarak Ahmad Khan.

12178

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ ثنائی پر نظر

مولوی ثناء اللہ امرتسری (جس کو اس رسالہ میں امرتسری منکر یا مکذب امرتسری کے نام سے ذکر کیا گیا ہے) نے اپنے رسالہ "الہامات مرزا" کے شروع میں ایک دیباچہ قابل ملاحظہ" لکھا ہے۔ میں نے پسند کیا ہے۔ کہ اس کے رسالہ کے کسی بھی ایسے حصہ کو نہ چھوڑوں جو قابل لحاظ ہو۔ اس لئے میں اسی "دیباچہ ثنائی" مکذب امرتسری سے اس رسالہ کو شروع کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

امرتسری منکر کی پہلی علمی ٹھوکر

یہ سنت اللہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص اپنے علم و قابلیت کے گھمنڈ میں کسی مامور من اللہ کے مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے۔ تو اس مخالفت اور معاندت کا پہلا اثر اس پر یہ پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم و فہم کو سلب کر لیتا ہے۔ اور یہ سلب علم و فہم رفتہ رفتہ اپنا رنگ کرتا ہے۔ اسی سنت اللہ کے نیچے امرتسری منکر نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کے لئے ... یا اور مخالفت بھی آیات اللہ کی کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم اور فہم کو سلب کر لیا جس کی مثال دیباچہ کی پہلی ہی سطر میں لفظ "کادیانی" میں موجود ہے۔

میں اس امر کو معیوب سمجھتا ہوں۔ کہ کسی شخص کے املا یا انشاء کی غلطیوں پر توجہ کی جاوے۔ لیکن یہاں ... اسی سنت اللہ کے نیچے ایک شخص صادق مصدوق کی مخالفت کے لئے اٹھتا ہے۔ اس لئے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ قرآن مجید کی اس آیت کے نیچے آتا ہے۔

من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ

... ایسی غلطیوں پر نظر کرنا ضروری ہے جو شرمناک علمی غلطیاں ہیں۔ انہیں میں سے یہ لفظ کادیانی ہے

اس سے بڑھ کر ذلیل اور شرمناک حرکت کیا ہوگی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس لحاظ سے کہ قادیان نام گاؤں میں مبعوث ہوئے اپنے آپ کو اس نسبت سے قادیانی لکھا کرتے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام غلام احمد قادیانی میں آپ کی بعثت کے زمانہ کی خبر دی۔ مگر ناعاقبت اندیش مکذب نے قادیانی کے بجائے کادیانی لکھنا شروع کیا۔

امرتسری منکر نے اپنے روحانی باپ (بٹالوی) سے اس سنت کو لیا اور اسی ورثہ میں انی مھین من اراد اھانتک اس ذلت کا اپنے آپ کو مستحق قرار دیا جو اس کے بٹالوی روحانی باپ کو مل چکی ہے۔ ایک شخص جو "مولوی فاضل" کو نہائت فخر سے اپنے نام کے ساتھ ظاہر کرنے کا عادی ہو۔ اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا علمی ذلت ہوگی۔ کہ وہ ایک لفظ کو جس مفہوم اور منطوق کے لئے استعمال کرتا ہے۔ وہ عربی زبان کی کسی قاموس میں دیا یا جاوے۔ ناقدر شناس مکذبین کی غرض "کادیانی" کے لفظ کے استعمال سے سلسلہ عالیہ حقہ کے امام پیشوا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کید و مکر سے منسوب کرنا ہے۔ مگر قابل غور یہ امر ہے۔ کہ کیا یہ لفظ کادیانی ان معنوں کیلئے وضع ہوا ہے؟ اس کا جواب امرتسری منکر اور اس کے دوستوں کے لئے نہائت ہی مایوس کرنے والا ہے۔ کہ ہرگز نہیں۔ یہی ایک لفظ ان کی علمی پردہ دری کے لئے زبردست حربہ ہے۔ کیونکہ کادیانی نہ کوئی لفظ ہے اور نہ اس کے معنے مکار کے ہیں۔ نہ اس کا مادہ کید ہے۔ جیسا کہ بٹالوی نے اشاعت السنہ میں اس کی طرف نسبت دی ہے کادیانی کے معنے مکار کے تب ہوں۔ جبکہ یہ لفظ کید* سے مشتق ہو۔ اور پھر بھی یہ ترکیب اس لفظ کی نہیں رہ سکتی بلکہ جب کید کے مشتقات سے بمعنی مکار کوئی لفظ ہوگا۔ تو وہ کائد اور کیاد ہو سکتا ہے نہ کہ کادی۔ اور پھر کادی سے کادیانی تو عجیب تر ہے۔

پس اس لفظ کو بگاڑنے سے جہاں ان نخوت پسند ناعاقبت اندیش مخالفین کی علمی پردہ دری ہوتی ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی اس آیت پر بھی ان کا عمل نہیں لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ اس آئت شریفہ میں ضد کی وجہ سے عدل کو ترک نکرنے کی ہدائت کی ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔ تو ضد و عداوت سے اپنے دل و دماغ کو ایسا مکدر اور پریشان

حاشیہ

* پھر کید کے لفظ کو قرآن کریم میں بصیغہ واحد متکلم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ دیکھو سورہ مزمل الطارق انھم یکیدون کیداً و اکید کیدا۔ پس اگر یہ لفظ اس سے بھی مشتق ہوتا تو بھی یہ ان معنوں میں مستعمل ہو سکتا جن معنوں میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کو لیا ہے۔ مگر نادان معترض کی تو وہ حالت ہے ؎
رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم — کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
مرزا آب

اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم

آغاز وحی

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداءِ وحی رویا صالحہ سے ہوئی جو حالت نیند میں آپ کو ہوتی تھی۔

اب اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رویا صالحہ کی کیا وقعت ہے؟ اگر رویا صالحہ امرتسری منکر کے نزدیک **قابل اعتماد** نہیں اور وہ نصوص شرعیہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تو اس کو سرے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی **وحی** کا انکار کرنا پڑیگا۔ اور یہ صرف پہلا ہی واقعہ اور موقعہ نہیں کہ آپ کی نبوت رویا صالحہ سے شروع ہوئی۔ بلکہ رویا صالحہ کے ذریعہ آپ پر بعض عظیم الشان واقعات برنگ پیشگوئی قبل از وقت کھولے گئے۔ اگر رویا محض ایک ناقابل اعتبار امر ہو۔ اور نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں وہ ساقط الاعتبار ہو۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نعوذ باللہ امرتسری منکر کے نزدیک باطل اور وہ تمام عظیم الشان پیشگوئیاں ہیچ ہونگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح کے متعلق۔ ہجرت کے متعلق اور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے زوال کے متعلق اور ان تمام واقعات کے متعلق جواب پورے ہو رہے ہیں۔ یا قیامت تک ہونگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منامی ہی ہے۔ اور یہ امرتسری مکذب کے نزدیک ساقط الاعتبار۔ ایسی حالت میں امرتسری منکر رسالت اور نبوت کا منکر اور قرآن مجید کا بھی منکر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا عظیم الشان نبی ایک رویا کی بنا پر بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے حضور قربان کرنے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور **قرآن مجید** میں وہ رویا ابتک موجود ہے۔ اور اس کی عملی سنت قربانی کے رنگ میں اسلام میں جاری ہو۔ اور امرتسری منکر کے نزدیک رویا صالحہ ساقط الاعتبار!

حضرت یوسف علیہ السلام کی رویا قرآن مجید میں درج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص رویا کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہو۔ واقعہ معراج قرآن مجید میں موجود ہو۔ اور امرتسری منکر اس پر بھی رویا صالحہ کو ساقط الاعتبار کہے۔

اس سے بڑھ کر ایک عالم کہلانے والے مولوی فاضل اور **اہلحدیث** کانفرنس کا سکرٹری بننے والے شخص کی علمی اور ایمانی **موت** کیا ہو گی۔ کہ وہ ایک ایسے امر کا انکار کرے۔ جس کا **اسلام** کے ساتھ غیر منفک تعلق ہے اور وہ اس کو نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں رکھے۔ حالانکہ قرآن مجید کی یہ آیت کہ

او من وراء حجاب

من وراء حجاب وحی کی اس قسم پر مشتمل ہے۔ جو بذریعہ رویا صالحہ ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کے نصوص شرعیہ میں داخل ہونے کا ثبوت کیا ہوگا؟

پھر ایک اور امر قابل غور ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **رویا صالحہ** نبوت کا چالیسواں بلکہ چھیالیسواں حصہ ہے۔ اب نبوت اگر نصوص شرعیہ میں داخل نہیں تو پھر شائد ثنائی تخیلات نصوص شرعیہ ہونگے اسی قسم کے لغو خیالات نے اسے اہلحدیث سے خارج کرایا اور اس کے روحانی باپ تک نے اسے عاق کیا اور اس پر فتویٰ دیا۔

یہ ہے ثناء اللہ کی **علمی اور ایمانی موت** کا ایک اجمالی نظارہ۔

رہا **استخارہ**۔ استخارہ تو ایک مسنون امر ہے۔ وہ اسے بھی قابل اعتبار نہیں قرار دیتا۔ اگر استخارہ ایسی چیز تھی۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے عمل میں کیوں رکھا؟

اس نادان کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **سنت** تو نصوص شرعیہ میں نہایت قیمتی جزو ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد کان لکم فی رسول اسوۃ حسنۃ۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیکم بسنتی کہہ کر اور بھی **عمل بالسنت** کی تاکید فرمائی۔ مگر یہ **ناخلف** اسے ساقط الاعتبار قرار دیتا ہے گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک **فعل** کو جو ہمہ خیر و برکت ہے۔ نعوذ باللہ لغو قرار دیتا ہے۔

یہ ہے ثبوت امرتسری منکر کی **ایمانداری** کا اور یہ نتیجہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات و آیات کے انکار اور استہزاء کا۔

اب اس کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ امرتسری منکر کی اس پُرتزویر تحریر کو اصل رنگ میں پیش کر دیا جاوے۔ جو اس نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کے رنگ میں پیش کی ہے۔

امرتسری منکر کا دجل

اسی دیباچہ میں امرتسری منکر بیان کرتا ہے۔ کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق جس قدر تحریریں اسے مل سکیں۔ اس نے پڑھی ہیں۔ دعائیں کیں۔ استخارات سے کام لیا۔ مباحثات و مناظرات کئے" ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے کئی گھنٹہ رات کو تخلیہ میں گفتگو ہوئی۔ آخر حکیم صاحب نے فرمایا کہ بحث و مباحثہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ آپ حسب تحریر مرزا صاحب مندرجہ رسالہ نشان آسمانی استخارہ کیجئے۔ چنانچہ میں نے پندرہ روز حسب تحریر نشان آسمانی مصنفہ مرزا جی استخارہ کیا۔"

امرتسری منکر کی اس تحریر کو پڑھ کر ایک عام آدمی مغالطہ کھا سکتا ہے۔ کہ گویا امرتسری منکر حق کا بڑا ہی

ولدادہ اور شیدا ہے اور اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اس نے فروگذاشت نہیں کیا۔ مگر واقعات بتاتے ہیں۔ کہ وہ اس دعوی میں جھوٹا ہے اور سراسر جھوٹا ہے۔

وہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی سے جس مباحثہ کا ذکر کرتا ہے اگر وہ اسے من وعن چھاپ دیتا۔ تو پبلک کو اس کی راستبازی اور ایمانداری کے اندازہ کرنیکا موقعہ مل جاتا مگر جو الفاظ حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کے اس نے نقل کئے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں۔ کہ ہر پہلو سے اسکے سمجھایا گیا مگر اس نے نہیں مانا۔ اس پر آپ کو استخارہ کی ہدایت کرنی پڑی۔ مگر استخارہ کے متعلق جب پہلے ہی یہ اعتقاد ہو۔ کہ وہ گویا ساقط الاعتبار ہے تو پھر اس سے فائدہ کیا ہو سکتا تھا؟ جو شخص ایک معاملہ کے متعلق مناظرات اور مباحثات کرنے کا عادی ہو۔ اور اس نے پبلک مناظرات اور اپنا اختلاف اور شدید اختلاف مشتہر کر چکا ہو۔ وہ یکسو ہو کر استخارہ کیونکر کر سکتا ہے۔

پھر جب رویا استخارہ اس کے نزدیک ساقط الاعتبار تھا۔ تو اس نے ساقط الاعتبار بات پر اور جو اس کے نزدیک بمقابل نصوص تھی۔ کیوں عمل کیا۔ کیا نصوص قابل اعتبار نہ رہے۔

۱۸۹۳ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہ تقریب مباحثہ عیسائیاں امرتسر تشریف لے گئے۔ اس وقت ثناء اللہ امرتسری نے بار بار شور مچایا اور ایک مرتبہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی سے مُنہ کی کھائی۔ پھر مولوی نظام الدین صاحب رنگپوری سے مباحثہ کیا۔ ایسا شخص حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے متعلق خالی الذہن ہو کر استخارہ کا دعوی کرے۔ یہ شرمناک جھوٹ ہے اگر خدا ترسی اور للہیت تھی تو اس وقت تک خاموش رہنا چاہیئے تھا جب تک پورے اور کامل طور پر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر اپنے شکوک پیش کر کے انکا جواب نہ سن لیتا۔ ثناء اللہ اس کا قطعاً اظہار نہیں کرتا۔ اور نہ یہ واقعہ اس کی زندگی میں گذرا۔ امرتسر سے قادیان دور نہ تھا۔ خود حضرت مسیح موعود بارہا امرتسر تشریف لے گئے۔ مگر ایک مرتبہ بھی اس نے اخلاص او خشیت الٰہی سے متاثر ہو کر حضرت کی صحبت میں آنے کی جرات نہیں کی۔ بلکہ اس نے اپنا شیوہ ہمیشہ بیہودہ سرائی اور لغو گوئی رکھا۔ ایسی حالت میں اسے استخارہ کا اثر کیا ہوتا۔ بجز اس کے کہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے استخارہ کے متعلق جو ہدایت کی ہے۔ وہ میں نیچے درج کرتا ہوں۔ تاکہ پتہ لگ جاوے کہ ثناء اللہ کے استخارہ کا انجام کیا ہونا چاہیئے تھا؟

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں۔ کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں۔ وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں۔ اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ ویسا ہی ڈرتے رہیں۔ اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ فتوی کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوی جو اس عاجز نے کیا ہے۔ اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو۔ تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اول توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں۔ جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورہ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھکر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں۔ کہ اے قادر کریم! تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں۔ کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعوی کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے۔ تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھکو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے۔ اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اُس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے۔ جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے۔ تو شیطان آتا ہے۔ اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے۔ اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی چیز دریافت کرنا چاہے۔ تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال۔ اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ۔ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو اور اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو۔ اور دیکھو کہ

اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المبلغ غلام احمد عفی عنہ "

ثناء اللہ پر اس استخارہ کے رو سے شیطان نازل ہوا

اس استخارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہو۔ اور اس پر بدظنی غالب آ گئی ہو۔ تو اس پر شیطان آتا ہے۔ اور اس پر پُر ظلمت خیالات دل میں ڈال دیتا ہے۔

جن سطور کو میں نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔ وہ اس حقیقت کو آشکار کرتی ہیں۔ کہ ثناء اللہ پر شیطانی نزول ہوا۔ کیونکہ یہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ مباحثات اور مناظرات کرتا تھا۔ اور پہلے سے اس کے دل میں بغض اور عداوت بھری ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طالبان حق کو بتایا تھا۔ کہ وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں۔ اور اس زمانہ کے مولویوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار کے موافق ڈرتے رہیں ایسی حالت میں جو شخص اس مقام پر ہو۔ کہ اس سے لوگوں کو ڈرنے کی ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو۔ اس کی اندرونی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ وہ کہاں تک مقام صدق و اخلاص پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ امرتسری مُنکر کی عداوت اور معاندت نے اس کے دماغ کو تاریک کر دیا اور وہ حق سے دور چلا گیا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اسی مضمون استخارہ میں فرمایا تھا۔ اس کا **پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو گیا۔**

امرتسری مُنکر کی رویا اس پر حجت ہے

امرتسری مُنکر نے بیان کیا ہے۔ کہ اس نے استخارہ کیا اور اسے رویا ہوئی۔ جو ٹھیک چودھویں رات کو ہوئی۔ اس رویا کو میں یہاں درج کرتا ہوں۔ اس کے دو حصے ہیں۔ دونوں کو جُدا جدا درج کرتا ہوں۔

الف (حصہ اوّل)

"آخر چودھویں رات کو میں نے مرزا جی کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ ایک تنگ سے مکان میں سفید فرش پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اور سوال کیا۔ کہ آپ کی مسیحیت کے دلایل کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو دو زینے چھوڑ جاتے ہو۔ پہلے حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ دوئم عدم رجوع کا مسئلہ طے ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ ان دونوں کو طے شدہ ہی سمجھئے۔ میری غرض یہ ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے الفاظ میں جتنے لفظوں کی حقیقت

محال ہے۔ اُن کو چھوڑ کر حسب قاعدہ علمیہ باقی الفاظ میں تہما امکن مجاز کیوں مراد ہے اگر بجائے مسیح کے مثیلِ مسیح بھی آئے۔ تو اُن مقامات پر جہاں کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کیوں نہ آئے۔ کیونکہ اُن مقامات پر مسیح یا مثیل مسیح کا آنا محال نہیں ہے اس کا جواب مرزا جی نے ابھی دیا ہی نہ تھا۔ کہ دو آدمی اور آ گئے۔ اُن کی آؤ بھگت میں ہم دونوں ایک دوسرے کی مواجہت سے ذرہ سے الگ ہوئے"

رویا کے اس حصہ کی کوئی تعبیر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے نہیں کی۔ مگر اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رویا میں اُس نے حضرت اقدس کے حضور مسیح مباحثہ ڈالی۔ اور وفات مسیح اور عدم رجوع موتی کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا۔ صرف انکار یا شک اس امر میں رہا کہ اگر مثیل مسیح بھی آوے۔ تو ان مقامات پر کیوں نہ آوے جن کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اس کا جواب رویا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی نہیں دیا تھا۔ کہ خواب کی نوعیت بدل گئی۔

اگر امرتسری منکر کا یہ خواب صحیح ہے۔ تو اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق اسے اگر کوئی شک و شبہ ہے تو صرف اتنا۔ کہ جن الفاظ کی حقیقت محال ہے ان کو چھوڑ کر حسب قاعدہ علمیہ باقی الفاظ میں مہما امکن مجاز کیوں مراد ہے؟

مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ امرتسری مُنکر نے اپنے اس خواب کو آپ جُھٹلا دیا ہے۔ کیونکہ اس نے **وفات مسیح** کا انکار کر کے تسلیم کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح **نعوذ باللہ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں**۔ جیسا کہ اس بحث کو اس نے اپنی تفسیر ثنائی میں لکھا ہے۔ اب یا تو یہ رویا محض جھوٹ ہے۔ اور یا تفسیر ثنائی میں جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ محض **نفاق** ہے۔ اس لئے یہ رویا اس پر حجت ہے۔

علاوہ بریں حقیقت اور مجاز کی بحث طویل ہے۔ یہ الفاظ تیسری صدی کے بعد استعمال ہونے شروع ہوئے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ حقیقت حقیقت ہے۔ البتہ تم اس کے سمجھنے میں غلطی کھاتے ہو مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئیاں جب علم الرویا کے نیچے آتی ہیں۔ تو اس کے الفاظ کے معنی اسی لغت سے کرو۔ جو علم الرویا کی ہے اور جس کو تعبیر الرویا کہتے ہیں۔ تعبیر الرویا میں دمشق کے بھی کوئی خاص معنی ہیں۔ اور مسیح کے بھی خاص معنی۔

کیا قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رویا میں کواکب اور شمس و قمر کے کچھ اور معانی نہیں جائینگے

یہاں حقیقت پر ہی بقول آپ کے حمل کرنا چاہئے تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت یوسف کی یہ رویا کبھی بھی پوری نہ ہوتی یا آپ کے اعتقاد کے موافق پوری نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ صاف کہتے ہیں ہذا تاویل رویائی۔ اور پھر اسی سورۃ یوسف میں دیکھنے والا سات گائیں دیکھتا ہے اور اُن کے معنی آپ بھی اور خود قرآن مجید بھی سال بتاتا ہے۔ گائے کے معنے سال تو ایسے بعید از خیال ہیں۔ کہ کچھ کہا ہی نہیں جاتا اب آپ کے ایجاد کردہ قاعدہ کو یہاں استعمال کریں یا کچھ اور۔

یہ نظایر تو قرآن مجید کے ہیں۔ احادیث میں تو اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے ہیں۔ حالانکہ دودھ ایک مادی شے ہے اور یہ عام فہم ہے۔ مگر اس کے معنی آپ کرتے وقت کہتے ہیں کہ یہ علم ہے۔ اب آپ بتائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ معنی کو ہم صحیح سمجھیں یا آپ کے اختراعی اصل کو۔ کہ

مہما امکن مجاز کیوں مراد ہو؟

نادان معترض تو حقیقت سے خود نا آشنا ہے۔ اس کا نام مجاز نہیں۔ بلکہ حقیقت ہی یہی ہے۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

علاوہ بریں میں مولوی فاضل کو علم معانی کے اس مسئلہ کے طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ کہ اطلاق اسم الشئی علی مایشابہہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جایئز حسن۔

ان دلائل کے بعد بھی آپ مہما امکن مجاز کیوں مراد ہو لکھتے جاویں۔ تو اس کے لئے یہ شعر سعدی کا درست ہے ؎

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی
اینست جوابش کہ جوابش ندہی

رویا کا دوسرا جزو رویا کا دوسرا جزو یہ ہے۔ کہ امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ لکھنؤ کے شہدوں کی شکل میں دیکھا۔ چنانچہ وہ رویا یہ ہے۔

"تو مرزا جی کو دیکھتا ہوں۔ کہ لکھنؤ کے شہدوں کی طرح سُکڑا سا چہرہ۔ اور داڑھی بالکل رگڑ کر کتری ہوئی ہے۔ سخت حیرانی ہوئی۔ اسی حیرانی میں بیدار ہو گیا۔ جس کی تعبیر میرے ذہن میں آئی۔ کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں"

اس حصہ رویا کی تعبیر خود امرتسری منکر نے یہ کی ہے کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں۔ اس لئے سب سے اول ہمیں یہ دیکھنا ہی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انجام کیا ہوا؟ اگر ان کا انجام ایسا انجام ہے۔ جو انبیاء و رسل کا انجام ہوتا ہے۔ تو پھر ثناء اللہ پر نزول شیطان کا دوسرا ثبوت ہوگا۔ چونکہ اس کے بیان کرنے کے لئے واقعات کی ضرورت ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ میں چند امور پیش کرتا ہوں:۔

اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعوی مسیحیت کیا تو آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے وقت چار لاکھ سے زیادہ جان نثار خادم تھے یہ ناکامی ہے یا کامیابی؟

دوم جس قدر آثار اور نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح اور مہدی کے ظہور کے لئے بتلائے تھے وہ سب کے سب آپ کے لئے پورے ہو گئے۔ یہ کامیابی ہے یا ناکامی؟

سوم آپ کو ہر میدان میں دشمن پر غلبہ اور فتح نصیب ہوئی۔ یہ ناکامی ہے یا کامیابی؟

چہارم آپ کے نیست و نابود کرنے کے لئے تمام مختلف مذاہب نے مل کر کوششیں کیں۔ مگر وہ اپنے منصوبوں میں نامراد رہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود ان روکوں کے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے رہے!

پنجم جس کام کو آپ نے کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کر دیں!

ششم آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے بے شمار نشانات ظاہر ہوئے۔ اور اس کے علاوہ بہت سی آیات آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں!

ہفتم قرآن مجید کا پاک علم آپ کو دیا گیا۔

ہشتم ایک منضبط سلسلہ آپ کو دیا گیا۔ جو آپ کے بعد بھی اسی انتظام کے ساتھ قائم ہے۔ جو منہاج نبوت پر واقع ہونے والے سلسلوں کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کو مبعوث کر دیا۔ جو صدیقی قوت کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

نہم آپ کی تبلیغ کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔ زمین کے کناروں تک پہنچایا اور روئے زمین کے مختلف حصّوں اور مختلف قوموں میں آپ کے خادم پیدا کر دیئے۔

دہم تبلیغ کے تمام اسباب اور ذرائع آپ کے وقت میں مہیا کر دیئے۔ اور آپ کو ایسی قوت

یہاں حقیقت پر ہی بقول آپ کے حمل کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت یوسف کی یہ رویا کبھی بھی پوری نہ ہوتی یا آپ کے اعتقاد کے موافق پوری نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ صاف کہتے ہیں ہذا تاویل رویائی۔ اور پھر اسی سورۃ یوسف میں دیکھنے والا سات گائیں دیکھتا ہے اور اُن کے معنی آپ بھی اور خود قرآن مجید بھی سال بتاتا ہے۔ گائے کے معنے سال تو ایسے بعید از خیال ہیں۔ کہ کچھ کہا ہی نہیں جاتا اب آپ کے ایجاد کردہ قاعدہ کو یہاں استعمال کریں یا کچھ اور۔

یہ نظایر تو قرآن مجید کے ہیں۔ احادیث میں تو اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے ہیں۔ حالانکہ دودھ ایک عادی شئے ہے اور یہ عام فہم ہے۔ مگر اس کے معنی آپ کرتے وقت کہتے ہیں کہ یہ علم ہے۔ اب آپ بتائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ معنی کو ہم صحیح سمجھیں یا آپ کے اختراعی اصل کو۔ کہ

مہما امکن مجاز کیوں مراد ہو؟

نادان معترض تو حقیقت سے خود ناآشنا ہے۔ اس کا نام مجاز نہیں۔ بلکہ حقیقت ہی یہی ہے۔

سخن شناس نہ دشمنا خطا اینجا است

علاوہ بریں میں مولوی فاضل کو علم معانی کے اس مسئلہ کے طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ کہ اطلاق اسم الشی علی مایشابہہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جایز حسن۔

ان دلائل کے بعد بھی آپ مہما امکن مجاز کیوں مراد ہو لیئے جاویں۔ تو اس کے لئے یہ شعر سعدی کا درست ہے ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی
ایں است جوابش کہ جوابش ندہی

رویا کا دوسرا جزو رویا کا دوسرا جزو یہ ہے۔ کہ امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ لکھنؤ کے شہدوں کی شکل میں دیکھا۔ چنانچہ وہ رویا یہ ہے:۔

"تو مرزا جی کو دیکھتا ہوں۔ کہ لکھنؤ کے شہدوں کی طرح سُکڑا سا چہرہ۔ اور داڑھی بالکل رگڑ کر کتری ہوئی ہے۔ سخت حیرانی ہوئی۔ اسی حیرانی میں بیدار ہو گیا۔ جس کی تعبیر میرے ذہن میں آئی۔ کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں"۔

اس حصہ رویا کی تعبیر خود امرتسری منکر نے یہ کی ہے کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں۔ اس لئے سب سے اول ہمیں یہ دیکھنا ہی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انجام کیا ہوا؟ اگر ان کا انجام ایسا انجام ہے۔ جو انبیاء و رسل کا انجام ہوتا ہے۔ تو پھر ثناء اللہ پر نزول شیطان کا دوسرا ثبوت ہوگا۔ چونکہ اس کے بیان کرنے کے لئے واقعات کی ضرورت ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ میں چند امور پیش کرتا ہوں:۔

اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ مسیحیت کیا تو آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے وقت چار لاکھ سے زیادہ جان نثار خادم تھے یہ ناکامی ہے یا کامیابی؟

دوم جس قدر آثار اور نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح اور مہدی کے ظہور کے لئے بتلائے تھے وہ سب کے سب آپ کے لئے پورے ہو گئے۔ یہ کامیابی ہے یا ناکامی؟

سوم آپ کو ہر میدان میں دُشمن پر غلبہ اور فتح نصیب ہوئی۔ یہ ناکامی ہے یا کامیابی؟

چہارم آپ کے نیست و نابود کرنے کے لئے تمام مختلف مذاہب نے مل کر کوششیں کیں۔ مگر وہ اپنے منصوبوں میں نامراد رہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود ان روکوں کے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے رہے!

پنجم جس کام کو آپ نے کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کردیں!

ششم آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے بے شمار نشانات ظاہر ہوئے اور اس کے علاوہ بہت سی آیات آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں!

ہفتم قرآن مجید کا پاک علم آپ کو دیا گیا۔

ہشتم ایک منضبط سلسلہ آپ کو دیا گیا۔ جو آپ کے بعد بھی اسی انتظام کے ساتھ قائم ہے۔ جو منہاج نبوت پر واقع ہونے والے سلسلوں کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح کو مبعوث کر دیا۔ جو صدیقی قوت کے ساتھ کھڑا ہو گیا

نہم آپ کی تبلیغ کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔ زمین کے کناروں تک پہنچایا اور روئے زمین کے مختلف حصّوں اور مختلف قوموں میں آپ کے خادم پیدا کر دیئے۔

دہم تبلیغ کے تمام اسباب اور ذرائع آپ کے وقت میں مہیا کر دیئے۔ اور آپ کو ایسی قوت

اور طاقت دی کہ لاکھوں کتابیں۔ رسالوں۔ اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ اتمام حجت کر دیا یہ مختصر سے دس امور ہیں۔ اور ان کی تصریح صدہا ورق لکھوانا چاہتی ہے۔ دشمنوں کی بے حد مخالفت اور عداوت کے باوجود (جن میں عیسائی۔ برہمو۔ آریہ۔ سکھ ہی شامل نہیں۔ بلکہ احمق اور نافہم مولوی کہلانے والے مسلمان بھی شامل ہیں) وہ ترقی کرتا چلا گیا۔ کبھی فتاوی کے ذریعہ لوگوں کو بدظن کیا۔ کبھی مقدمات کے ذریعہ پھنسانا اور نقصان پہنچانا چاہا۔ مگر ان تمام امور میں دشمنوں کا نامراد رہنا اور حضرت مسیح موعودؑ کا بامراد ہونا یہ خارق عادت نشان ہے۔ جو خدا کے ماموروں کے سوا کسی اور کو نہیں دیا جاتا۔ ان حالات میں آپؑ کا انجام ایسا خوش کن اور بامراد ہے۔ کہ اس کی نظیر انبیاء کی لائف میں ہی ملتی ہے پھر امرتسری منکر نے رویا کی جو تعبیر کی تھی۔ وہ صراحتاً بلا تاویل باطل ہو گئی۔ اب میں رویا کے اس جزو کی تعبیر بھی واقعات ہی بتاتا ہوں:۔

ثناء اللہ کو اپنی ہی شکل لکھنؤی شہدوں کی صورت میں نظر آئی

علم تعبیر الرویا کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلین یا دوسرے راستبازوں اور صادق لوگوں کو رویا میں کسی ناقص یا خراب حالت میں دیکھے تو وہ چونکہ آئینہ ہوتے ہیں اس لئے وہ نقص اور کمزوری دراصل اپنی کمزوری اور نقص ہوتا ہے اس مسلم مسئلہ پر مجھے زیادہ بحث کی حاجت نہیں۔ بس ثناء اللہ نے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی خراب حالت میں دیکھا۔ تو یہ اس کی اپنی ہی صورت اور شمائل کی تصویر تھی۔ خصوصاً جبکہ واقعات نے اس امر کو ثابت بھی کر دیا ہو۔

ثنائی مغالطہ

اس موقعہ پر امرتسری منکر نے ایک مغالطہ کھایا اور دوسروں کو مغالطہ دینا چاہا ہے وہ کہتا ہے کہ "اگر میرے خواب کی تعبیر کوئی شخص اور کچھ کرے تو بہتر ہے۔ کیونکہ مرزا جی کے مخالفوں کا بھی حق ہوگا۔ کہ ان کے الہاموں اور پیشگوئیوں کے معنے مرزا کے خلاف منشاء کر سکیں۔"

دراصل ثناء اللہ کو خود دھڑکا لگا ہے۔ کہ اس خواب کی تعبیر وہ نہیں ہے۔ جو وہ آپ کرتا ہے۔ بلکہ اصل تعبیر وہی ہے۔ جو میں نے اوپر کی ہے۔ کہ یہ رویا اس کی اپنی عادات و شمائل کی عکسی تصویر ہے۔ اس لئے اس خیال سے کہ اس رویا کی بنا پر اسے لکھنؤ کا شہدہ قرار نہ دیا جاوے۔ وہ پیش بندی کے طور پر یہ قید لگاتا ہے۔ مگر احمق اتنا نہیں سمجھتا کہ کسی ملہم کے الہام یا رویا کی تعبیر بھی اگر واقعات کی رو پر ظاہر ہو جاوے۔ تو اس سے خواہ اس کے پہلے اجتہادی معنوں میں بظاہر توافق نہ ہو۔ تو بھی اسے صحیح سمجھا جاوے گا۔ جیسا کہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واقعات میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ جن کو امرتسری منکر کے روحانی باپ بٹالوی نے ریویو براہین احمدیہ کے نمبر ۱ جلد ۷ صفحہ ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ میں بہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو آئندہ کسی موقعہ پر میں انشاء اللہ نقل کروں گا۔

اس سے کسی دوسرے کو حق تعبیر یا اجتہاد پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ واقعات خود اس کی تشریح کر دیتے ہیں جیسے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطول الید زوجہ مطہرہ کو سب سے اول اپنے ساتھ جنت میں دیکھا۔ آپ کے سامنے ازواج مطہرات نے باہم ہاتھ ناپے اس وقت تک آپؐ اس خواب کی تعبیر ظاہر الفاظ پر حمل کرتے رہے لیکن سب سے اول فوت ہونے والی ام المومنین کے واقعہ نے بتایا۔ کہ اس سے مراد سخاوت تھی۔

اسی طرح بہت سی مثالیں خدا کے نبیوں اور ولیوں کی زندگیوں میں ملتی ہیں۔ پس الہامات ملہم کی تصریح و توضیح کرنا کسی دوسرے کا کام نہیں۔ اور نہ اس کے فعل پر اعتراض کرنا دانشمندی ہے۔ بلکہ صبر سے واقعات کو دیکھنا چاہئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عبد من عباد اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے اس سے سبق لو۔

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف آکر کہتا ہوں کہ ثنائی خواب کی تعبیر ہم نہیں کرتے۔ بلکہ واقعات بتاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ کہنے کا حق ہے۔ کہ جو تعبیر اس نے کی تھی وہ غلط تھی اول یہ کہ وہ علم التعبیر کے اصول کے خلاف ہے۔ دوم واقعات نے اس کی غلطی ظاہر کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو اس نے کہا تھا کہ انجام اچھا نہیں۔ اس کے متعلق ابھی ظاہر کر دیا ہے۔ کہ وہ فائز المرام گئے۔ اب دوسرے جزو کے متعلق میں دکھاتا ہوں۔ کہ لکھنؤی شہدوں کے رنگ میں کون جلوہ گر ہوا ہے

ان واقعات کے اظہار میں مجھے نہایت افسوس سے عذر کرنا پڑتا ہے۔ کہ میں اس رسالہ میں درج کرنے پر مجبور ہوں۔ جو خود امرتسر کے لوگوں نے شائع کئے:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب سے ایک شخص نے خصوصاً یہ سوال کئے تھے۔ اس کا انہیں جواب کے لئے مخصوص کرنا حیرت انگیز امر ہے:۔

(ماخوذ از اشتہار غضب حق بر جاہل مطلق)

"(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تہ مندا حاصل کرنے کے لئے سفر میں چلا گیا۔ اس کے بعد نسو کے کاٹنے سے اس کی زوجہ نے ایک بچہ جنا۔ اور وہ

مولود مسعود سن شعور کو حاصل کرنے کے بعد علم و فضل سے بھی مزین ہو گیا۔ تو ایسا شخص مقتدائے قوم یا امام بن سکتا ہے۔ یا نہیں؟"

"(۲) چند ایسے اشخاص جو بچپن میں ناجائز امور کے مرتکب ہوں۔ اور ان کے استاد یا دوسرے دوست ان سے ناجائز افعال کے ارتکاب کے متہم ہو چکے ہوں۔ کیا ایسے اشخاص یا منجملہ **ان کے کوئی شخص** ادائے نصرت اسلام میں صادق ہو سکتے ہیں۔ یا نہیں؟"

"(۳) اگر کسی شخص کا نام زناع اللہ ہے۔ وہ عالم و فاضل بھی ہو گیا۔ تو کیا یہ نام شرعاً جائز ہے۔ یا نہیں؟" بلفظہٖ صفحہ ۴۔ اشتہار مذکور

آگے چل کر مشتہر مذکور مفتیان اربعین فرقہ وہابیہ کے علماء کی نسبت جنہوں نے ایک طرف فتویٰ دیا۔ دوسری جانب اس سے رجوع کیا۔ یوں رقمطراز ہے:۔

"اپنے فرقہ کی طرف غور کرو۔ کہ پہلے تو لحاظ ملاحظہ میں آکر کتابوں کے جلانے اور قسم قسم کے احکام صادر کئے گئے۔ مگر بعد ازاں مولوی ثناء اللہ کے لحاظ ملاحظہ سے رجوع کر لیا اور بعض نے تو اپنی بیوقوفی اور بددیانتی کا (جیسے کہ غلام علی امرتسری غیر مقلد ناقل) صاف اقرار کر لیا کہ ہم نے بلا سمجھے بوجھے پہلے لکھ دیا تھا۔ اب رجوع کرتے ہیں۔ پس شرم کرو۔" بلفظہٖ صفحہ ۲

آخر اشتہار میں بالفاظ ذیل فرقہ غیر مقلدین کا خاتمہ کیا ہے کہ

"فرقہ غیر مقلدین ہمیشہ سے بے ادبی۔ گالیوں اور ناشائستہ الفاظ کا مشتاق ہے۔ ابتدائی غیر مقلدوں میں سے بعض مردودوں نے انبیاء، اولیاء اور بزرگان دین کو حیوانوں اور بتوں سے تشبیہ دی ہے۔ جب انبیاء اور بزرگان دین ان **شیاطین** کی زبان درازی سے نہیں بچے۔ تو ہم کیا رنج کر سکتے ہیں۔" بلفظہٖ صفحہ ۴۔ اشتہار مذکور مطبوعہ خادم پنجاب پریس امرتسر

یہ فتنہ ابھی ختم نہیں ہوا کہ ایک اور اشتہار اسی محمد شاہ سابق مشتہر کی جانب سے ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۶ء کو دو ورقہ شائع ہوا جس کی سرخی وہی پہلے والی "غضب حق بر جاہل مطلق نمبر ۲" ہے۔ اس میں مہذب مشتہر نے اپنے اخلاق کا پہلے سے بھی بڑھ کر ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ کہ

"ہمارے نامعلوم مخاطب ہی نہیں۔ بلکہ فرقہ ثنویہ کے جمیع افراد سخت پریشان ہیں۔ میرے پہلے اشتہار غضب حق کے جواب میں میرے نامعلوم مخاطب نے پھر بیچارے بھولے

بھالے **علم الدین** کے نام پر ایک اشتہار شائع کیا ہے۔ ہم ایڈیٹر اہل حدیث ثناء اللہ پر افسوس کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ہمارے دوستانہ مشورہ پر عمل نہ کیا۔ اور پھر اشتہار اپنے مطبع میں چھپوا دیا۔ کم از کم علم الدین سے حلفاً دریافت کر لیا ہوتا۔ تو ان کو معلوم ہو جاتا۔ کہ فی الاصل بیچارہ علم الدین نہیں لکھتا۔ بلکہ اور کوئی **لُطفہ نا تحقیق** لکھ رہا ہے۔ .. ..

.. .. ملخصاً صفحہ ۱ و ۲

اسی صفحہ میں آگے چل کر علم الدین مصنوعی مشتہر کو ایک واقعہ مندرجہ اشتہار کی بابت بالفاظ ذیل چیلنج دیتا ہے۔ کہ

"اگر تم فی الواقعہ **پیٹو کے کاٹنے** سے پیدا نہیں ہوئے۔ اور سچ مچ اپنے باپ کے بیٹے ہو تو میرے اشتہار سے ثابت کر دو۔ کہ میں نے ایسا لکھا ہے۔" صفحہ ۲ سطر ۱۸

پھر صفحہ ۳ پر علم الدین مصنوعی مشتہر کے اس سوال کا کہ "کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھنے والے کا کیا حکم ہے" یہ جواب دیا ہے کہ

"زانی اور زانیہ کو سو سو دُرّہ مارنے **کا حکم** ہے۔ لیکن اگر کوئی زنازادہ کسی پر افترا کرے۔ **تو اسی ملعون کو سزا دینے کا حکم** ہے۔ پھر تمہارے نزدیک **ولد الحرام** کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ جس شخص کی پیدائش کو کٹڑہ مہاں سنگھ و کٹڑہ اہلو والیاں و روغن منڈی وغیرہ کے باشندے جانتے ہیں۔ وہ شخص کیسے امام بن سکتا ہے۔"

اسی صفحہ پر محمد شاہ مشتہر مکرر سوال نمبر ۲ مندرجہ صفحہ ۹۸ رسالہ کا علم الدین سے جواب طلب کرتا ہے۔ اور مزید وضاحت کر کے کچھ اتا پتا بھی حل سوال کے لئے مجیب کو بتاتا ہے۔ جو بطور معمہ یا پہیلی کے ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"(علم الدین) راقم اشتہار کی طرف سے دوسرے سوال کا جواب ابھی تک تسلی بخش اہل کٹڑہ اہلو والیاں کو نہیں ملا۔ کہ ہر وقت اگر کسی شخص کا یہ حال ہو۔ کہ نئے بازار کے **پاخانوں میں** دوپہر کا آرام گاہ یا بوڑھے معلم استاد کا **منظور نظر** ہو

تو اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ کٹڑہ بگھیاں وکٹڑہ اہلو والیان کے زندہ دلوں سے شہادت لے لو کر بھلا صرف اتنا تو بتا دو۔ کہ اشخاص مفصلہ ذیل سے مسئول عنہ کو کیا کچھ تعلق تھا۔ ۱۔ کرم بخش رفوگر۔ ۲۔ جمان وجمال الدین رفوگران جن کی آپس میں چاقو قینچیاں چلی تھیں۔ اس بیان کے متعلق صرف مولوی ثناء اللہ کی شہادت ہم زیادہ معتبر سمجھتے ہیں۔ اگر وہ انکار کریں۔ تو پھر اوروں کی" حاشیہ۔ ۳۔ سلطان کوچہ خراسیان ۴۔ شمس الدین صحاف مرحوم۔ ۵۔ علی بخش دریائی باف۔ ۶۔ سائیں عبداللہ قصاب ۷۔ سہارنپور کا مالفروش۔ ۸۔ لال شاہ۔ ۹۔ احمدی پہلوان۔ ۱۰۔ بیچارہ بوڑھا معلم استاد باقی فہرست آئندہ بوقت ضرورت۔ کسی کی جدائی میں یہ لوگ تمہارا لکھا ہوا شعر افسوسناک آواز اور دردناک لہجہ میں پڑھتے ہیں۔ اور حقیقت میں آپ ان کو قدردانی کا زمانہ یاد دلانے کے لئے یہ شعر لکھتے ہیں ؎

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

تیسرے سوال۔ رنتاج اللہ نام کے جواز عدم جواز کا جو جواب علم الدین نے دیا ہے۔ اس پر محمد شاہ جرح کر کے استفسار کرتا ہے۔ کہ

"سوال نمبر ۳ کا جواب دیتے ہو۔ کہ نام بدل دینا چاہئے۔ بشرطیکہ عادت بد چھوڑ دے سو یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ کسی شخص کا نام رنتاء اللہ کسی بد عادت کے باعث ہے۔ یا عرفاً عام اگر عرف عام ہے۔ تو کوئی نیا حکم فرماؤ۔ کم از کم اتنا نتیجہ تو نکال دیتے۔ کہ خرسیاہ رنتاء اللہ سے بھی افضل ہے یا رنتاء اللہ خرسیاہ کے بھی نیچے ہے۔"

آگے صفحہ ۳ پر علم الدین کے مطاعن بطلب سند یونیورسٹی پر محمد شاہ جواب دیتا ہے۔ کہ

"تم کا شاید یہ مقصود ہو۔ کہ ثناء اللہ نے یونیورسٹی کا امتحان دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتا ہو۔ کہ جو مولوی یونیورسٹی کا ڈگری یافتہ نہ ہو۔ وہ بے علم ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ امام بخاری کس یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ تھے۔ اور قاضی شوکانی۔ اسمعیل دہلوی نواب بھوپالی۔ نذیر حسین دہلوی۔ ابراہیم آردی۔ محمد حسین بٹالوی۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے محبوب شاگرد کو سردیوں میں ہریسہ و نان کھلانے والا۔ تمہارا چہیتا قلعہ پر پڑھانے والا

اور گرمیوں میں برف شربت نوش کرانے والا کسی یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ تھے۔"

بلفظ ملخصاً صفحہ ۴

اس کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض ثنائی تالیفات سے ان اشعار اور فقرات کو نقل کر دیا جاوے۔ جو ثنائی شوخی اور دور از متانت طبیعت کا پتہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اگر میلان طبیعت ایسا ہو۔ تو ان اشعار کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں نقل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان اشعار اور فقرات کو پڑھ کر بے اختیار ایک شخص کہہ اٹھیگا۔ کہ یہ ثنائی خواب کی تعبیر ہے۔ جو اس نے آئینہ احمد میں اپنے چہرہ کو دیکھا۔

(۱)	بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے	بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے (تعلیم جلد اول صفحہ)
(۲)	نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر	جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا (صفحہ ۵)
(۳)	اس نازنین کو دیکھنا جودت نہ چھیڑنا	گر روٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائیگا (صفحہ ۷)
(۴)	الٹے ہی شکوے کرتے ہو اور کس ادا کے ساتھ	بے طاقتی کے طعنے ہیں اور کس ادا کے ساتھ (صفحہ ۸)
(۵)	ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں	زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا (صفحہ ۹)
(۶)	ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد	وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا (صفحہ ۱۴)
(۷)	قیامت ہے مفتن ہو غضب ہے دلربا تم ہو	خدا جانے پری ہو۔ حور ہو۔ انسان ہو کیا تم ہو (صفحہ ۲۶)
(۸)	ہٹ چھوڑ دے بس اب سر انصاف آئیے	انکار ہی رہیگا مری جان کب تلک (صفحہ ۲۷)
(۹)	نازنین تو بڑھتے بڑھتے کیا سے کیا ہو جائیگا	ہے ابھی بت ہی مگر اک دن خدا ہو جائیگا "
(۱۰)	کہوں نہ تھہری بدمست ناوک بیدرد کہ ہم	خود اٹھا لاتے ہیں جو تیر خطا ہوتا ہے (صفحہ ۳۲)
(۱۱)	اس نے وصل کا انکار نہیں ہم جان گئے	تاڑ سب سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے (صفحہ ۴۲)
(۱۲)	یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں	جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آہی جاتی ہے (صفحہ ۵۴)
(۱۳)	قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا	پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا (صفحہ ۶۰)
(۱۴)	الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں	لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا (صفحہ ۱۰۰)
(۱۵)	رنگ لائیگا یہ اک دن آپ کا رنگ حنا	اے ستمگر پاؤں کو مہندی لگانا چھوڑ دے (صفحہ ۲)
(۱۶)	ہم ہی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے	اور ملانے کی طرح رنگ بدلنے والے (صفحہ ۴۴)

(۱۷)	کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی	یہ اوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی	(تغلیب جلد اول صفحہ ۸۹)
(۱۸)	میرے پہلو سے گیا پالا ستمگر سے پڑا	مل گئی ظالم تجھے کفران نعمت کی سزا	(۹۰)
(۱۹)	آ میری جان گلے سے میں لگالوں تجھ کو	سر پہ آنکھوں پر کلیجے پہ بٹھالوں تجھکو	(صفحہ ۹۱)
(۲۰)	وعدہ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے	ہاں غلط ہوگئے ہیں آپکے اقرار کئی	(صفحہ ۹۷)
(۲۱)	بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا	یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی	(صفحہ ۹۹)
(۲۲)	کچھ جوانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن اُن کا	دو جفاکاروں کے قبضہ میں ہے جوبن اُن کا	(جلد ۲ صفحہ ۲۷)
(۲۳)	کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کروگے	کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا	(۲ صفحہ ۳۹)
(۲۴)	میں نے کہا کہ سایہ کرو مجھ پہ اے پری	بولی کہ اس کے سایہ سے پرہیز چاہیئے	(۲ صفحہ ۴۵)
(۲۵)	دشمن کے طنز دوست کے بند۔ آسمان کے جور	کیا کیا مصیبتیں نہ سہیں تیرے واسطے	(۲ صفحہ ۵۷)
(۲۶)	وہ کب خاطر میں لاتا ہے میرے آزردہ ہونے کو	سمجھ رکھا ہے ظالم نے پھنسا دل کب نکلتا ہے	(۲ صفحہ ۱۰۹)
(۲۷)	مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی	آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ	(۲ صفحہ ۱۲۰)

یہ صرف تغلیب الاسلام کی دو جلدوں میں سے کچھ شعر منتخب کئے ہیں۔ اور فقرات تو ایسے ہیں۔ کہ میں اب اُن کو نقل کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اہلحدیث کے فائل تمسخر اور استہزا سے بھرے ہوئے ہیں۔ خود مولوی صاحب کے معاصرین نے انہیں جن خطابات سے یاد کیا ہے۔ وہ انہیں بھی معلوم ہیں۔ کوئی اسے **شوخ** لکھتا ہے۔ کوئی امرتسری فاختہ نازنین کہتا ہے۔ ان شواہد کی موجودگی میں اب کیا کلام ہو سکتا ہے۔ کہ ثناء اللہ نے **رویا میں اپنے ہی آپ کو دیکھا تھا نہ کسی اور کو**۔ اور لکھنوی شہدوں کی صورت میں خود امرتسری منکر ہی جلوہ گر تھا نہ کوئی اور۔

ثناء اللہ کا خطرناک مغالطہ

مجھے نہایت افسوس اور تعجب سے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ امرتسری منکر ثناء اللہ مغالطہ دہی سے باز نہیں آتا۔ باوجودیکہ وہ اپنے آپ کو حق کا جویا ظاہر کرتا ہے۔ مگر اسی رسالہ کے اسی دیباچہ کے پڑھنے والوں ہی پر اس کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے۔ اس نے ایک خطرناک مغالطہ میں عوام اور خواص کو ڈالنا چاہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

"اسی اثنا میں میرا خیال ازالہ اوہام کا جواب لکھنے کا ہوا۔ مگر دل میں یہ واہمہ گذرا۔ کہ اتنی بڑی لمبی کتاب کا جواب لکھنے کے بجائے مرزا جی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا آسان طریقہ

یہ ہے۔ کہ ان کی پیشگوئیوں کی پڑتال کی جاوے۔ جس سے ان کی **روحانی صفائی یا کدورت کا حال کھل جائے**۔ چنانچہ وہ خود ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۱ پر اسی طریق سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ بلکہ علماء مخالفین کو اسی طریق سے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں"

بظاہر پڑھنے والے کو معلوم ہوگا۔ کہ امرتسری منکر نے جو **طریق فیصلہ** لکھا ہے اور جس بنا پر اس نے الہامات پر بحث کی ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہی بتایا طریق ہے۔ جو ازالہ صفحہ ۶۶۱ میں درج ہے۔ لیکن امرتسری منکر نے اس مقام پر بھی **دجل اور حق پوشی** سے کام لیا ہے۔ اس کی حقیقت اس وقت آشکار ہوتی ہے۔ جبکہ ازالہ کی اصل عبارت درج ہو۔ وہ جانتا تھا کہ بہت ہی تھوڑے آدمی ہوں گے۔ جن کے پاس ازالہ ہوگا یا اس کے دیکھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر اب پبلک کو معلوم ہو جائیگا کہ جو طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اس کو اس **ثنائی اقتباس** سے کیا تعلق؟

"اور اگر اب بھی تمہیں شک ہے۔ تو تمہیں معلوم ہو۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ جزئی اختلافات کی وجہ سے لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں۔ مومن لعان نہیں ہوتا۔ لیکن ایک طریق بہت آسان ہے اور وہ درحقیقت قائم مقام مباہلہ ہی ہے۔ جس سے کاذب اور صادق اور مقبول اور مردود کی تفریق ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ جو ذیل میں موٹی قلم سے لکھتا ہوں۔

اے حضرات مولوی صاحبان! آپ لوگوں کا یہ خیال کہ ہم مومن ہیں اور یہ شخص کافر۔ اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب۔ اور ہم متبع اسلام ہیں اور یہ شخص ملحد اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود۔ اور ہم جنتی ہیں اور یہ شخص جہنمی۔ اگرچہ غور کرنے والوں کی نظر میں قرآن کریم کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے۔ اور اس رسالہ کے پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ لیکن ایک اور بھی طریق فیصلہ ہے جس کی رو سے صادقوں اور کاذبوں اور مقبولوں اور مردودوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ اگر مقبول اور مردود اپنی اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں۔ تو وہ مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی طاقت سے

بالاتر ہے۔ اُس مقبول کی قبولیت ظاہر کر دیتا ہے۔ سو چونکہ آپ لوگ اہل حق ہونیکا دعوٰی کرتے ہیں۔ اور آپ کی جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو مُلہم ہونیکے مدعی ہیں۔ جیسے مولوی محی الدین و عبدالرحمان صاحب لکھو کے والے اور میاں عبدالحق صاحب غزنوی جو اس عاجز کو کافر و جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ لہذا آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔ مَیں اس بات کو منظور کرتا ہوں۔ کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کے لئے احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں۔ تا اگر آپ سچے ہیں۔ تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی جو راستبازوں کو ملتی ہے۔ آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا۔ اور مجھے خداوند کریم و قدیر کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا۔ تو میری فتح ہوگی۔ مَیں اس مقابلہ میں کسی پر لعنت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کرونگا اور آپ کا اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ لیکن اگر آپ لوگ اعراض کر گئے۔ تو گریز پر حمل کیا جائیگا۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمن صاحب لکھو والے اور میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں۔ اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے۔"

ناظرین خدا کے لئے غور کریں اور پھر انصاف کرکے بتائیں۔ کہ امرتسری مُنکر نے اس مقام پر کس خیانت سے کام لیا ہے۔ جو عبارت جلی قلم سے لکھی گئی۔ وہ امرتسری مُنکر کی ناک کاٹنے کو کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین اور مُنکرین پر اتمام حجت کرنے کے بعد مباہلہ کا قائمقام ایک طریق **فیصلہ** پیش کیا ہے۔ کہ **مقبول** اور **مردود** بالمقابل اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں تو مقبول کی مدد ہوگی۔ پھر چند الہام کا دعوٰی کرنے والے مولویوں کا نام لیکر ان کو خطاب کیا ہے۔ کہ وہ

آئنا مرزا

اس آسمانی ذریعہ سے دیکھ لیں۔ کہ آسمان پر کون **مقبول** ہے۔

دس ہفتہ تک احکم الحاکمین سے سچائی کا کوئی نشان طلب کریں۔ اور بالمقابل مَیں بھی ایسا ہی کروں گا اور اگر تُم نے مقابلہ کیا

تو میری فتح ہوگی

یہ تھا طریق **فیصلہ** جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی **تحدّی** کر دی تھی۔ کہ اس مقابلہ میں میری فتح ہوگی؟

امرتسری مُنکر اس زبردست **نشان** اور **حجّت** کو تو ملیا میٹ کرتا ہے۔ اور نہیں بتاتا کہ کب ان لوگوں نے جن کو مخاطب کیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعوت کو قبول کیا۔ اور کب اُنہوں نے کوئی **نشان بطور خارق عادت** یا اپنی **قبولیت سماوی** کی تائید میں پیش کیا۔ دس ہفتہ چھوڑ دس برس تک بھی یہ لوگ نہیں بولے۔

دہلوی پیر فرتوت میاں نذیر حسین خاموش رہا۔ بٹالوی امرتسری مُنکر کا روحانی باپ اب تک اس مقابلہ میں نہ آنے کی ذلت بھگت رہا ہے۔ غزنوی جرگہ بھی اسی ذلت کے نیچے ہے۔ لکھو کے والے مر کر دُنیا میں رسوائی سے چھوٹے۔ ایسے زبردست **نشان** کا ذکر نہ کرنا اگر شتائی مغالطہ نہیں تو کیا ہے؟ ہم یقیناً کہتے ہیں۔ کہ ازالہ کے صفحہ ۶۶۱ کا فیصلہ ہی حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** کی سچائی کا زبردست گواہ ہے۔

ہم پوری جرائت اور بصیرت سے **اعلان** کرتے ہیں۔ کہ امرتسری منکر کی اس تحریر اور تسلیم کے موافق ازالہ کے صفحہ ۶۶۱ کے فیصلہ کو پیش کرتے ہیں اور مکذب امرتسری بتائے کہ وہ کب اس **مقابلہ** کے لئے آیا۔ یا اس کے لگے سگے نکلے؟

امرتسری مُنکر! تو خود ہی انصاف سے بول کہ کیا اس **معیار** پر کسی نے مقابلہ کیا؟ اور کیا تیرے رسالہ میں اسی طریق پر بحث ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر وہ پیشگوئی جو اس فیصلہ میں کی گئی تھی کیسی **صادق** نکلی کہ مقابلہ میں **میری فتح ہوگی**۔ اور اگر تُم نے **اعراض کیا تو گریز پر حمل ہوگا**۔ ایسا رُعب ان معاندین حق کے دل میں ڈالا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کرکے پہلے سے فرما دیا تھا سنلقی فی قلوبھم الرعب۔ کہ انہیں حوصلہ اور سکت ہی نہیں ہو سکتی۔ تیرے اس مسلمہ بیان پر بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ثابت ہو گئی۔ اب تیری ہی زبان سے یہ شعر نہائت ہی موزون ہے۔ جو ہمارے حضرتؑ کے حق میں صادق آتا ہے۔ ع

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

ثنائی طریق مباحثہ پر نظر

دیباچہ کے بعد امرتسری منکر نے دوستوں کو اطلاع کے عنوان سے احمدیوں سے طریق مباحثہ بتایا ہے۔ کہ وہ احمدیوں سے گفتگو میں سب سے اول پیشگوئیوں ہی پر گفتگو کیا کریں۔ "تاکہ طول عمل نہ ہو۔ اور مطلب بھی بآسانی حاصل ہو سکے۔ اس لئے کہ اگر مرزا جی بوجہ اپنی پیشگوئیوں کے کاذب اور مفتری علی اللہ ثابت ہوں تو بس دوسرے مسائل (حیات مسیح وغیرہ) کی ضرورت ہی کیا؟ بلا دفع۔ اور اگر وہ بوجہ اپنی پاک دامنی اور راست بیانی کے قابل الہام اور تخاطب الٰہی کے لائق معلوم ہوں۔ تو پھر باقی دوسرے مسائل میں ہمیں اپنی غلط فہمی ماننے میں کیا عذر ہے"۔

مَیں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ انسان جب مامور من اللہ اور صادق کی مخالفت کرتا ہے۔ تو اس کے حواس اور علوم صحیحہ سلب ہو جاتے ہیں۔ امرتسری منکر طریق مباحثہ تو یہ بتاتا ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے صحیح اور صادق ہونے پر اسے صادق مان لو۔ مگر آگے چل کر کہتا ہے کہ پاکدامنی اور راستبازی کی وجہ سے قابل خطاب الٰہی ثابت ہو۔ تو اپنی غلط فہمی تسلیم کر لو۔

اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی قائم کردہ قضایا کے صحیح نتیجے بھی نہیں نکال سکتا۔ ہم اس امر کو مان لیتے ہیں۔ اور بڑے جوش اور جرأت سے تسلیم کرتے ہیں کہ مامور من اللہ کے دعویٰ کی صحت پہلا مرحلہ ہے مگر جن دلائل پر اس دعویٰ کی صداقت موقوف ہے۔ وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جو منہاج نبوۃ پر ہوں۔ ہماری سمجھ میں یہ بیشک ضروری امر ہے کہ مامور من اللہ کی عملی زندگی پہلا مرحلہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ تحدی کی

قد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون

قادیان کے آریوں کو جو اُن کے حالات سے واقف تھے۔ آپ نے بارہا چیلنج کیا۔ مگر ایک بھی ان کے مقابلہ میں نہ آیا۔ جو آپ کی پاک زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتا۔ ہمارے مخالفین نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور ان کے الہام کو مان لیا ہے اور تو اور خود امرتسری منکر کے روحانی باپ نے اشاعت السنۃ میں جو ریویو براہین احمدیہ پر کیا۔ ہے۔ اس کا ایک فقرہ یہاں درج کرنا ضروری ہے۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی

نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی جانی قلمی۔ لسانی وحالی وقالی نُصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے۔ جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نُصرت میں مالی۔ جانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نُصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو۔ کہ جن کو وجود الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر تجربہ اور مشاہدہ کرے۔ اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"۔

تعجب ہے امرتسری منکر اپنے روحانی باپ کی اس تائید اور شہادت کے بعد بھی ناخلف کہلا کر اس کا انکار کرتا ہے اور اسی کے الفاظ میں کافر نعمت بنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے الہامات شیطانی نہیں۔ بٹالوی کی شہادت

امرتسری منکر نے الہامات کے تیسرے اڈیشن کے صفحہ ۱ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے معیار پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "قرآن شریف سے بھی یہی اصول مستنبط ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قل ھل انبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین۔ تنزل علیٰ کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرھم کاذبون (سورۃ شعرا) یعنے شیاطین یہ پیرایہ الہام جھوٹے لوگوں پر اترا کرتے ہیں"۔

اس بیان سے امرتسری منکر کی غرض نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور راستبازی پر حملہ کرنا ہے اس کا کسیقدر جواب میں اوپر دے چکا ہوں۔ مگر خاص اس مضمون پر بھی میں اس کے اپنے گھر کی شہادت پیش کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ یہ شہادت کسی ایرے غیرے کی نہیں بلکہ اس کے روحانی باپ۔ اہلحدیث کے ایڈوکیٹ اور لاٹ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی۔ بٹالوی بزرگ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۹ کے صفحہ ۲۸۲ میں امرتسری منکرین ومعترضین کو جنہوں نے ثناء اللہ سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے دعویٰ الہام پر نکتہ چینی کی تھی۔ یوں خطاب کرتا ہے۔ جو اس وقت بعینہٖ ثناء اللہ کے لئے سزاوار ہے۔ گویا قدرت نے اس کے لئے لکھوایا تھا۔

"شاید امرتسری معترضین و منکرین جو اہل حدیث کہلا کر حدیث کے نام کو بدنام کر رہے ہیں۔ یہ اعتراض کریں کہ انگریزی زبان کے الہام میں طبیعت یا خیال کی بناوٹ کا احتمال نہیں تو یہ احتمال تو ہے۔ کہ یہ انگریزی الہام شیطان کی طرف سے ہے۔ جو انگریزی۔ عربی۔ فارسی ہندی سبھی زبانیں جانتا ہے۔ اور جو اس میں غیب کی باتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ وہ شیطان نے آسمان سے چھپ کر سُن لی ہوں۔ کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم۔ یہی بات پہلے مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات عربی کی نسبت کہی تھی۔ پس جو اس کا جواب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اس مقام میں مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے دیتے ہیں (جزاک اللہ! کیوں امرتسری منکر اب تو پتہ لگا۔ کہ تیرا روحانی باپ کس طرح پر ربانی جواب تیرے اسلاف کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے۔ اشرار مکہ نے جو شیطنت کی تھی۔ وہی تیرے حصہ میں آئی ہے۔ اب سُن اور غور کر۔ ایڈیٹر)

الجواب سورۃ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس قرآن کو

وما تنزلت به الشياطين وما ينبغي لهم وما يستطيعون انهم عن السمع لمعزولون هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم يلقون السمع واكثرهم كاذبون	شیطانوں نہیں اُتارا اور نہ اُن کو یہ طاقت ہے۔ وہ تو آسمانوں کی خبریں سننے سے آگ کے شعلوں کے ساتھ (اب) روکے جاتے ہیں۔ ہم تمہیں بتادیں کہ شیطان کن لوگوں پر اُترتے ہیں۔ وہ بڑے جھوٹے گنہگاروں

پر اُترتے ہیں۔ اور ان کو وہ جو کچھ چوری سے سُن پاتے ہیں۔ سپرد کرتے ہیں وہ اکثر باتوں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔ اس جواب کا ماحصل (چنانچہ بیضاوی و امام رازی نے بیان کیا ہے) یہ ہے کہ قرآن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ دو وجہ سے القاء شیطانی نہیں ہو سکتا۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کے پاس شیطان اُترا کرتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال اور افعال میں شیطانوں کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں۔ بڑے گنہگار اور بڑے جھوٹے اور

یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی نہیں جاتیں۔ وہ تو شیطان کے دُشمن ہیں اور اس کو لعنت کرنے والے جھوٹ اور گناہوں سے اور ان سے منع کرنے والے۔ **دوم** وہ باتیں جو شیطان لاتے ہیں اکثر جھوٹی نکلتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کی ایک بات بھی جھوٹی نہیں۔

یہی جواب ہم الہامات مولف براہین کی طرف سے دے سکتے ہیں کہ شیطان اپنے اُن دوستوں کے پاس آتے ہیں۔ اور اُن کو (انگریزی خواہ عربی میں) پہنچاتے ہیں۔ جو شیطان کی مثل فاسق بدکار اور جھوٹے دو کاندار ہیں۔ اور مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کے رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی القا اکثر جھوٹ نکلتے ہیں۔ اور الہامات مولف براہین سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا (چنانچہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے گو ہمکو ذاتی تجربہ نہیں ہوا) پھر وہ القاء شیطانی کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک شیطان کو بھی یہ قوت قدسی ہے کہ وہ انبیاء و ملائکہ کی طرح خدا کی طرف سے۔ اطلاع پائے۔ اور اس کی کوئی خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے۔ حاشا وکلا"!

پھر اسی بیان کے سلسلہ میں منکرین و معترضین کو ڈانٹتا ہے کہ اگر وہ اس بیان سے بٹالوی پر فتویٰ کفر دیں۔ تو وہ ڈرتا نہیں۔ اس اقتباس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ ثناء اللہ اور اس کے ہم خیال لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اعتراض کی گنجائش ہو۔ کیونکہ جو شہادت پیش کی گئی ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کی ہے۔ جس نے دعویٰ کیا کہ میں حضرت مرزا صاحب قبلہ کے حالات سے ایسا واقف ہوں کہ دوسرا کم ہوگا اور پھر اس شہادت کو صداقت پسند شاہدین کے مشاہدات سے موکد کیا اور مولوی صاحب نے موافق و مخالف کے تجربے اور مشاہدے کے رُو سے جس کے مفہوم میں خواہ وہ خود مخالف ہوں یا موافق آپ بھی شامل ہیں مندرجہ ذیل باتیں ثابت کی ہیں:۔

اول حضرت مرزا صاحب شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں۔

دوم حضرت مرزا صاحب قبلہ کے الہامات میں سے اس وقت تک ایک بھی جھوٹا نہیں نکلا۔ جس کے متعلق وہ مشاہدہ کرنے والوں کے بیان کو وثوق سے بیان کرتے ہیں۔

سوم حضرت مرزا صاحب قبلہ کے الہامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات کے مقابلہ میں رکھ کر

محفوظ قرار دیا ہے۔

جبکہ یہ حالت ہے تو پھر انکار کی گنجائش ہی کہاں؟ شائد کوئی صاحب اعتراض کرے کہ وہ لکھتے ہیں کہ گو ہمیں ذاتی تجربہ نہیں۔ مگر میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ان کے اس عدم تجربہ کے اظہار کے وجوہات کچھ بھی ہوں۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ مولوی صاحب نے مشاہدہ کرنے والوں کی بہت سی غیبی شہادتوں کو (جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کے حالات و مقالات الہامیہ کا مشاہدہ اور تجربہ کر کے بیان کی ہیں) قابل وثوق قرار دیا ہے اور اس لئے اُن سے اپنے دعوٰی کے ثبوت میں استشہاد کیا ہے اور گویا تسلیم کر لیا ہے۔ تو پھر یہ قید جو اُنہوں نے لگائی ہے ہمارے مضر نہیں ہے۔

اس ریویو کو جس قدر انسان غور سے پڑھتا ہے۔ اسی قدر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اب امرتسری منکر بتائے کہ اس کے روحانی باپ اور لاٹ مولوی کے فیصلہ کے بعد اس کو کیا عذر باقی رہ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحدی جو خدا کی وحی سے اُنہوں نے کی وہ فقد لبثت فیکم عمرا (من قبلہ) افلا تعقلون۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور اس امر کو دشمن دوست نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ہمیشہ اسقیا اور پرہیزگار تھے کوئی وجہ ان کو کسی جھوٹے دعوٰی کے لئے محرک نہیں ہو سکتی تھی۔

ہم اپنے دوستوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اس شتائی مغالطہ میں نہ آئیں۔ بلکہ کہیں کہ پیشگوئیوں کی پرتال کے لئے ہر وقت ہم آمادہ ہیں۔ لیکن پیشگوئیوں کی پرتال منہاج نبوت کے طریق پر ہوگی نہ خیالی اصولوں کی بنا پر۔

اب اس سے پہلے کہ ان پیشگوئیوں پر بحث کریں۔ جن پر ثناء اللہ امرتسری نے الہامات میں اعتراض کئے ہیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک مختصر سا مقدمہ لکھیں جس میں پیشگوئیوں کی حقیقت بیان کر دی جائے۔ کیونکہ اگر یہ سمجھ آجاوے۔ کہ پیشگوئی کیا چیز ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر جو کچھ بھی نکتہ چینی ہوگی۔ اس کا جواب سمجھنے میں آسانی ہوگی وباللہ التوفیق

مقدمہ

اس سے پیشتر کہ ہم امرتسری منکر کے ان اعتراضات کا جواب دیں۔ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر کئے ہیں۔ صفائی بیان کے لئے پیشگوئیوں کی حقیقت کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی پیشگوئیوں کے متعلق منہاج نبوۃ کا بیان کرنا بھی مناسب ہے۔ کیونکہ سلسلہ حقہ احمدیہ منہاج نبوّۃ پر قائم ہوا ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت اور حقیت کو منہاج نبوّۃ پر دیکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اعجاز احمدی میں ثناء اللہ کو چیلنج دیا تو یہی لکھا تھا کہ ”تفتیش کے وقت منہاج نبوّۃ کو معیار صدق و کذب کا ٹھہراویں“

مگر منہاج نبوّۃ پر کبھی بھی ان لوگوں کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو پرکھیں۔

پیشگوئی کا فلسفہ

پیشگوئی کے لفظی معنی تو یہی ہیں کہ کسی آئندہ وقت میں واقع ہونے والے امر کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا پیشگوئی کبھی دُنیا کے مدبر اور اہل علم لوگ بھی پیش نظر واقعات کی بنا پر کرتے ہیں جیسے محکمہ آب و ہوا کے متعلق پیشگوئیاں کرنے والے لوگ ہیں لیکن ان مدبرین اور مامورین کی پیشگوئیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ اول الذکر لوگ صرف قیافہ اور قیاس اور پیش آمدہ واقعات کو زیر نظر رکھ کر حالات معلومہ سے ایک نتیجہ نکال کر پیش کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے مامور من اللہ روح الحق کے بُلانے سے بولتا ہے اور وہ ان اسباب اور حالات سے بے خبر محض ہوتا ہے۔ ان واقعات کا اسے علم بھی نہیں ہوتا۔ جن کی بنا پر کوئی نتیجہ مترتب ہو سکے۔ اور نہ اس کی اپنی حالت اس امر کی مقتضی ہوتی ہے۔ کہ وہ کوئی زبردست پیشگوئی کر سکے۔ بلکہ اس کی بیکسی اور کمزوری دوسروں کے سامنے محض ہلاکت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ مگر وہ اس حالت میں اپنی کامیابی اور دشمن کی نامرادی کی پیشگوئی کرتا ہے۔

قرآن مجید اور دوسری مذہبی کتابوں میں جب ہم پیشگوئیوں کے فلسفہ پر نظر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا سائنس ہے جس کی اصطلاحیں استعاروں اور کنایوں سے ترکیب

پاتی ہیں۔ اور ابہام اور احتمال اور ذوالوجوہ ہونا ان کی ترکیب کا لازمہ ہے۔ ایک شخص کی کشفی آنکھ عالم مثال میں معانی کی صور کو مشاہدہ کر رہی ہے۔ وہ ان حقائق و کیفیات کو عالم محسوسات کے دائرہ نشینوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اس لئے لامحالہ اسے تمثیلوں اور استعاروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں ایک شے از قبیل مادیات نظر آتی ہے اور تعبیر اس کی کیفیات سے ہوتی ہے جیسے جناب ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ کہ آپ نے اس قدر دودھ پیا۔ کہ اس کی تری آپ کے ناخنوں سے نکل پڑی۔ اور اس کا بقیہ آپ نے جناب فاروق رضی اللہ عنہٗ کو دیا۔ سو اس کی تاویل آپ نے علم سے فرمائی بعض دفعہ اشیاء مادیہ دکھائی جاتی ہیں۔ تاویل در وقوع کے وقت ان کی صورت کو ادنیٰ مشابہت بھی دکھائی ہوئی شے سے نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت یوسفؑ کی رویا۔

شیخ ابن عربی کے تذکرہ میں آپ کا ایک دلچسپ خواب لکھا ہے۔ کہ جب ۵۹۳ھ میں حضرت شیخ بجایہ میں وارد ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے دیکھا کہ آسمان کے سارے ستاروں سے جماع کیا کوئی ستارہ باقی نہ رہا جس کے ساتھ بڑی روحانی لذت کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔ جب یہ معاملہ ختم ہوا۔ تب میرے سامنے حروف پیش کئے گئے اور میں نے ان سے جماع کیا۔ میں نے یہ رویا ایک شخص کو سنائی۔ اس نے اسے ایک ایسے شخص کے آگے پیش کیا۔ جو علم تعبیر کا عالم اور عارف تھا۔ میں نے اسے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ دیکھنا میرا نام نہ لینا کہ فلاں شخص کی رویا ہے۔ اس عالم نے اس رویا کو سن کر بہت ہی گرامی قدر سمجھا اور کہا کہ یہ ایسا سمندر ہے جس کی تہا تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس خواب والے شخص پر آسمانی علوم۔ اسرار کے علوم اور ستاروں کے خواص کھولے جائیں گے اور یہ رتبہ اس کے معاصرین میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ غرض یہ مادہ ہر شخص میں کم و بیش موجود ہے اس لئے کہ اگر یہ ملکہ فطرت انسانی میں ہوتا تو وہ نبوت کی تسلیم کے لئے مکلف اور مامور نہیں ہو سکتی۔ بقدر استعداد ہر شخص صحیح خواب دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور یہ بھی فطرت انسانی میں داخل ہے۔ کہ وہ اس خواب کے وقوع کے لئے کسی کسی قدر حریص ہوتا ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ بہت ہی تھوڑے لوگ اس لطیف سائنس سے واقف ہوں۔ مگر عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ ہر شاخ علم کا دنیا میں یہی حال ہے۔ الناس اعداء ما جھلوا!

بلکہ خود یہی قوی دلیل ہے جس کی رہنمائی سے سلیم الفطرۃ انسان نے انبیاء علیہم السلام کی رویا و مکاشفات کو تسلیم کیا ہے۔

جبکہ یہ امر ثابت ہو چکا کہ رویا مرور ایک واقعی علم ہے اور اس کے عجائبات و غرائبات کی کچھ انتہا نہیں۔ تو اس امر کے سمجھنے میں۔ کچھ اور مشکل رہ نہیں جاتی۔ کہ پیشگوئی میں بھی لاانتہا عجائبات

از قبیل چیستان و معما داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دور زمانہ کی بات ہوتی ہے۔ جو قبل از وقت دکھائی جاتی ہے۔

پس پیشگوئی کے لازمی اجزا میں یہ امر داخل ہے۔ کہ اس میں استعارات اور کنایات ہوں دوسرا امر جو پیشگوئی کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ بعض اوقات یہ ضروری نہیں ہوتا کہ خود صاحب پیشگوئی کو بھی مفصلاً و محققاً اس کے مطالب و معانی پر اطلاع ہو۔ اور یہی ایک مرحلہ ہے۔ جہاں ناحق شناس اور سنت اللہ سے ناواقف ضد و عداوت کی وجہ سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اس لئے اس امر کو ہم کھول کر بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ضروری نہیں کہ پیشگوئی کرنے والا اس کی حقیقت سے کما حقہ واقف ہو۔

اگر یہ امر صاف ہو جاوے تو پھر پیشگوئیوں کے متعلق اجتہادی غلطی کی بحث بھی ختم ہو جاتی ہے۔ جو لوگ قرآن کریم اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات زندگی پر غور نہیں کرتے۔ وہی اس مقام پر غلطی کھاتے اور حق سے دور جا پڑتے ہیں۔ وہ آپ کوئی معیار حقیقت کا قائم کرتے ہیں اور حقتعالیٰ کے قائم کردہ معیار کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے لئے سب سے اول ہم قرآن مجید سے ایسے نظائر پیش کرتے ہیں۔ جہاں اصل صاحب الہام و وحی کو اس پیشگوئی کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ جب تک کہ وہ پوری نہیں ہو لی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی رویا قرآن مجید میں درج ہے۔ اذ قال یوسف لابیہ یاابت انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین (سورۂ یوسف رکوع اول) جبکہ یوسفؑ نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ ابا جان! میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند میرے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ اس پیشگوئی کی حقیقت جو حضرت یوسف علیہ السلام کے کمال اور کامیابی پر دلالت کرتی تھی۔ اس وقت تک نہیں کھلی جب تک وہ مصر میں جا کر امین اور خزانوں کے افسر اعلیٰ نہیں ہو لئے اور جب یہ واقع ہو گئی تو انہوں نے کہا

هذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربى حقا

ان الفاظ سے اس لذت اور سرور کا پتہ ملتا ہے۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے پورا ہونے سے ہوا ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک وجد اور جوش سے چلا اٹھے۔ اب بتاؤ۔ کہ یہ پیشگوئی اپنی اصل اور حقیقت اور کیفیت کے ساتھ خود صاحب الہام پر اس وقت تک نہیں کھلی جب تک واقعہ نہیں ہو لی۔

اگر کوئی شخص اس منہاج نبوّۃ پر غور کرے جو پیشگوئیوں کے متعلق قرآن کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات میں ملتا ہے تو اسے نہائت آسانی کے ساتھ خدا ہی کے فضل سے یہ سمجھ آسکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا جاتا ہے کہ وہ بیٹے کی قربانی کرتے ہیں۔ وہ اس کا مفہوم اور منطوق بیٹے کی قربانی ہی سمجھتے تھے چنانچہ اس پر آمادہ بھی ہوگئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عملی رنگ میں اسے جانور کی قربانی سے پورا کیا اور دراصل اس قربانی میں جو عظیم الشان پیشگوئی تھی۔ جیسا کہ تاویل الرویا کی کتابوں میں لکھا ہے وہ حضرت اسماعیلؑ کے ذریعہ ایک عظیم الشّان قوم کا ان کی نسل میں ہونا اور پھر اس قوم کا آزاد اور مامون ہونا تھا۔ جو اپنے وقت پر پورا ہوا۔ مگر اس وقت اس کی تہ سے ابوالملۃ کو آگاہی نہ تھی۔

اسی طرح پر قرآن مجید میں پیشگوئیوں کے متعلق ہم یہ منہاج نبوّۃ پاتے ہیں یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب (سورہ مومن رکوع ۳) یعنی صادق مامور من اللہ جو پیش گوئیاں کرتے ہیں (انذاری پیشگوئیاں مراد ہیں) ان میں سے بعض کے موافق تم پر عذاب آجاوے گا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کُل کی کُل نہیں بعض ٹل بھی جاتی ہیں۔ یہ بات کہ انذاری پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں۔ ہم آئندہ چل کر انشاء اللہ صراحت سے بیان کریں گے۔ سردست مقصود یہ ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ پیش کریں۔

پھر اسی سورہ مومن کے آٹھویں رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔

فاصبر ان وعد اللہ حق فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق کسی قدر نکتہ چینی کی جاتی ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے برنگ تسلی واطمینان فرمایا فاصبر ان وعد اللہ حق یعنی آپ پورے استقلال سے انتظار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے حق ہیں۔ اور ان میں خطا نہیں یہ اٹل بات ہے کہ جن عذابوں کا وعدہ آپ نے اپنے مخالفوں کو دیا ہے۔ ہم ان میں سے بعض پیشگوئیاں آپ کی زندگی ہی میں پوری کر دکھائینگے۔ اور بعض آپ کی وفات کے بعد بھی پوری ہونگی۔ یہ مفہوم اور

منطوق اس آئیت کا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے متعلق سُنت اللہ کیا ہے؟ چنانچہ اس سورۃ کے آخر میں فرمایا ہے سنت اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکفرون۔ اس رکوع میں ماموریں ومرسلین کے انکار کے انجام اور ان پر عذاب کی پیشگوئیوں کی حقیقت بیان کی ہے۔ اور یہ کہکر ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک الائیۃ کو اس آئت فاما نرینک بعض الذی کے بعد معاً لانے میں یہ سمجھا دیا ہے کہ سُنت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اسی طرح ہوتا آیا ہے جب یہ بات سمجھ میں آجاوے کہ سنت اللہ پیشگوئیوں کے متعلق کیا ہے؟ پھر اگر آج ہم کسی ایسے شخص کی پیشگوئی پر اعتراض کرنا چاہیں جو اپنے آپ کو مامور من اللہ کہتا ہے۔ تو ہمارا پہلا فرض یہ ہونا چاہئیے۔ کہ ہم دیکھ لیں کہ آیا یہ اعتراض کسی پہلے نبی کی پیشگوئی پر تو نہیں پڑتا!

اگر وہی اعتراض انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر آتا ہو۔ تو خدا کے خوف سے اس مقام اعتراض سے پیچھے ہٹ جانا چاہئیے۔ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے اسی طرح ٹھوکر کھائی ہے۔

قرآن مجید سے بہت سی آئیتیں اس مضمون بحمد اللہ پیش ہو سکتی ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ خدا ترس دل رکھنے والے مومن کے لئے ان سے ہی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد جس امر پر میں بحث کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ اپنے اور اپنے دوستوں اور اتباع کے متعلق وہ کامیابی اور معزز و فلاح کی پیشگوئیاں کرتے ہیں اور اپنے منکرین کے لئے عذاب کی جن کو ہم انذاری پیشگوئیاں کہتے ہیں۔ پس اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ انذاری پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ یا منہاج نبوّۃ کیا ہے؟

یاد رکھو۔ کہ اس تحریر میں قرآن شریف سے اللہ تعالیٰ کی اس لاتبدیل سُنت کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور بعض آیات کے درج کرنے اور بطور توضیح ان کی تفصیل کر دینے سے پایہ ثبوت کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنی اس سنت کے خلاف نہیں کیا اور یہ اس کی لاتبدیل سُنت ہے۔ جو آیات ذیل میں بیان ہوئی ہے۔ اور وہ آیات یہ ہیں:۔

(۱) وما ارسلنا فی قریۃٍ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساءِ والضراء لعلھم یضرعون ؀ ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (سورہ اعراف رکوع ۱۲)

ترجمہ بطور حاصل بالمعنی

جس شہر یا بستی میں ہم کسی نبی کو بھیجتے رہے ہیں تو ہم اُس بستی کے رہنے والوں کو دُکھوں اور تکلیفوں میں مُبتلا کرتے رہے ہیں۔ تاکہ وہ عجز و زاری میں لگ جائیں (پس اُن کی حالت زار بنانے اور عجز کرنے پس) ہم نے بدی کے بجائے نیکی کا مبادلہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ چڑھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ سختیاں اور آرام تو ہمارے باپ دادوں پر بھی آتے رہے ہیں۔ پس (اُن کی اس سرکشی پر) ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا۔ ایسے حال میں کہ وہ ہماری ایسی گرفت سے واقف نہ تھے۔

اس کلام خداوندی سے صرف یہ امر ثابت کرتا ہے کہ جب کوئی ہادی لوگوں کو اُن کی نافرمانیوں اور خلاف حق کارروائیوں سے باز رکھنے کے واسطے آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تنبیہاً اُن کو عذاب میں مُبتلا کیا تاکہ وہ اپنی سرکشی کو چھوڑ کر اُس کے حضور میں گڑگڑائیں۔ اور حالت عجز و نیاز پیدا کریں۔ پس جوں ہی کہ وہ خوف زدہ ہوئے اور اپنی شرارت سے پشیمان ہو کر خدا کی طرف جُھکے۔ تو جھٹ وہ بدی یعنی دُنیا کا عذاب اُن سے اُٹھا لیا گیا۔ اور اُس کے بدلے میں دُنیاوی فراغت اور آرام اُن کو بخشا گیا۔ یہاں تک کہ پھر وہی پہلی حالت سرکشی کی آگئی اور عجز و نیاز کی حالت کو چھوڑ کر پھر خدائے تعالیٰ کے حضور میں خفیف ثابت ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اجی وہ ضرر اور یہ آرام یعنی وہ تکلیف یا عذاب جو ہم کو پہنچا تھا جس کے ڈر سے ہم نے عاجزانہ حالت بنائی تھی اور گڑگڑائے تھے اور یہ آرام اور چین جو اب ہم پا رہے ہیں۔ یہ تو معمولی چیزیں ہیں۔ ایسی تکلیف و آرام تو ہمارے باپ دادا ایسے ہی معمولی طور پر پہلے بھی پاتے رہے ہیں۔ ہماری فرمانبرداری اور عاجزی یا نافرمانبرداری اور سرکشی سے اِنکو کچھ تعلق نہیں ہے پس ایسے بد خیالات کے پیدا ہو جانے سے اس عاجزانہ حالت سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور خدا کے عذاب کو خفیف سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ پھر ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا۔ اور ایسی بے خبری کی حالت میں اُن کو ہمارے عذاب نے فنا کر دیا کہ جس سے پھر اُن کا نام و نشان نہ رہا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ کسی مجرم الٰہی اور گنہگار کا ہم و غم اور الٰہی کلام کی عظمت کا خیال اللہ تعالیٰ سے عفو کا جذب کرنے والا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ بھی حاشیہ پر اس اُمت کی بابت یہ فائدہ درج فرماتے ہیں۔ بندہ کو دُنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے۔ تو اُمید ہے کہ توبہ کرے جب گناہ راست آگیا تو یہ اللہ کا بھلاوا ہے۔ پھر ڈر ہے ہلاک کا جیسے کسی نے زہر

کھایا۔ اُگل دیا تو اُمید ہے۔ اور اگر پچ گیا تو کام آخر ہوا۔

(۲) فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِهِمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○ (سورہ ہود رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔ تم سے پہلے لوگوں میں ایسے صاحبِ شعور کیوں نہ ہوئے کہ وہ زمین میں فساد کرنے سے منع کرتے اور جو کچھ قدرے قلیل ہوئے تو اُن کو ہم نے عذاب سے بچا لیا اور ظالم لوگوں نے زیب زینت دُنیا کی پیروی کی جو اُن کو میسر تھی اور وہ گنہگار ہی رہے۔ اور ہم کسی بستی کو بھی ہلاک نہیں کرتے ایسی حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے نیک کردار اور صالح ہوں۔

اس کلام مبارک سے بھی اللہ تعالیٰ کی یہ سُنت ثابت ہوئی۔ کہ جب تک زمین میں فساد کرنے سے منع کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ تو عذاب دُنیا میں نہیں آتا یعنی دُنیا کے عذاب کے واقع ہونے کی صورت تب ہی ہوتی ہے۔ اور دُنیا میں جو دارالعمل ہے نہ کہ دارالجزا۔ کوئی انسان تب ہی پکڑا جاتا ہے جب وہ باوجود منع کرنے کے ظلم و فساد میں مصروف رہے۔ اور سخت اصرار کرے اُس کو اللہ تعالیٰ عذاب سے نہیں بچاتا یعنی گنہگاری کی حالت میں اور اُس پر اصرار کرنے اور اڑ رہنے سے ہی عذاب دُنیا نازل ہوتا ہے۔ ورنہ ایسی حالت میں کہ کسی میں کوئی صلاحیت اور نیکی موجود ہو ہلاک نہیں ہوتا۔ یوم الدین کے علاوہ دُنیوی عذاب کامل طور کے فسق و فجور اور سرکشی کے بدرجہ غائت اور حد سے متجاوز ہو جانے اور سخت ظلم و فساد کی راہیں اختیار کرنے پر ہی آتا ہے۔ جبتک کہ نیکوکاری اور صلاحیت کی کوئی جزو باقی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کبھی گرفت نہیں کرتا۔

(۳) وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

ترجمہ:۔ جب کسی بستی کو ہم ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اس بستی کے دولتمندوں اور امراء کو امر کرتے ہیں۔ پھر جب ہمارے امر میں وہ اُمراء لوگ فسق و فجور اختیار کرتے ہیں۔ اور ہماری حجت کامل ہو چکتی ہے۔ تو پھر ہم اُس بستی کو بیخ و بُنیاد سے اُکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔

اس آیت سے بھی یہ مقصد صاف حاصل ہوتا ہے۔ کہ جب تک سرکشوں پر جو اپنی ناز و نعمت پر نازاں

ہوئے بیٹھے ہیں۔ امر الٰہی پورا نہ ہولے۔ تو وہ عذاب جس سے بالکل تباہی اور بربادی ہو جائے نہیں آتا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں آتھم کی پیشگوئی میں رجوع بحق ہونے کا شرطیہ پہلو رکھدیا گیا۔ کہ ہدایت اور سچائی کی جانب مائل ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ عذاب کے واسطے حجت تمام ہو جائے۔ اگر اس شرطیہ پہلو کی آتھم بالکل پرواہ نہ کر کے خدا کے حضور میں فسق اختیار کرنے کی حالت پر قائم رہتا اور درماندگی اور عاجزی سے اپنی ندامت کا نقشہ خداوند تعالیٰ میں نہ دکھاتا۔ اور اس پیشگوئی کی نسبت اور اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی نسبت اور عیسائیوں کی طرح جنہوں نے اس تمام عرصہ میں کم و بیش اپنا ناپاک بخار نکالنے سے دریغ نہ کیا۔ وہ بھی استہزاء طعن و تشنیع اور تحقیر کی باتیں منہ پر لاتا اور دل کو یاد دیتا فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ کی درخواست بزبان حال و قال سے کرتا تو اس کے تباہ ہونے میں کوئی امر باقی نہیں رہتا۔ مگر اس نے خداوند کے امر کے آگے اپنی سابقہ حالات کو [illegible] روتا پیٹتا ڈرتا اور ہراساں ہوا شہر بشہر سرگرداں پھرتا رہا۔ اور حسرت [illegible] دہشت اور ہیبت نے پکڑا۔ تو فیروز پور میں پناہ گزین ہوا۔ اور جا بجا سپاہیوں کی سنگین حراست اور پہرہ میں مقید رہا۔ اگر کوئی کتا سامنے آگیا تو اس سے ڈرا۔ آدمیوں کی صورت سے اسے وحشت ہی بیٹھا بیٹھا ہڑبڑا کر پکار اٹھا کہ وہ تلوار والے آگئے ... غرض رجوع بحق ہونے کی شرط سے فائدہ اٹھا گیا۔

(۴) وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۝ (سورہ قصص رکوع ۶)

ترجمہ۔ بہت سی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معاش کے ساز و سامان پر بہت اترایا کرتی تھیں یہ ان کے رہنے کے مکانات ہیں کہ ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد پھر کوئی بھی ان میں آباد نہ ہوا۔ اور ہم ہی ان کے حقیقی وارث ہوئے اور تیرا رب لوگ بستیوں کو ہلاک نہیں کر دیتا جب تک کسی بڑی بستی میں رسول کو نہ بھیج لے۔ تاکہ وہ رسول ہمارے حکموں کو ان لوگوں کو سنا دیوے۔ اور ہم ہرگز بستیوں کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے۔ جب تک کہ وہاں کے لوگ ظالم نہ ہوں۔

اس کلام خداوندی میں دنیا میں ہی عذاب نازل ہو جانے کی یہی وجہ بیان ہوئی۔ کہ ناز و نعمت اور عیش و عشرت کے سامان معیشت میں اترا جانا اور سرکشی اور تکبر اعلیٰ درجہ پر اختیار کرنا

عذاب کا لانے والا ہوتا ہے یعنی جب تک حجت پوری نہ ہو چکے اور ہر پہلو سے انسان گردن زدنی اور لائق عذاب ثابت نہ ہو جائے۔ تب تک دنیا میں ہی جو دار العمل ہے۔ اس پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اور سوائے اس طرح کے ظلموں اور سرکشیوں کے دنیا میں عذاب نازل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ جب کوئی انسان قبل از عذاب نازل ہونے کی ہی ہیبت و شوکت وعدہ عذاب سے مر رہا ہو۔ اور اپنے آرام و چین کو چھوڑ کر دہشت سے مخبوط الحواس ہو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے خوفناک دل کو عین خوف کی حالت میں کیونکر ہلاک کر دے۔

(۵) وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورہ رعد رکوع ۱)

ترجمہ۔ بھلائی سے پہلے تجھ سے برائی کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں پہلے بہت سے ایسے عذاب گذر چکے ہیں۔ اور تیرا رب باوجود ان کی ظالمانہ کارروائیوں کے معاف کرنے والا ہے اور تیرا پروردگار سخت عذاب بھی کرنے والا ہے۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کو ظاہر فرمایا ہے کہ جب تک پہلے بھلائی کی راہ پر لانے کے واسطے نصیحت نہ کی جائے اور نیک راہ پر چلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ تب تک کسی قوم کا جلدی عذاب لانے کی طرف جرأت کرنا اس پر عذاب نازل کرانے والا نہیں ہوتا۔ اور کئی عذاب اور عقوبت کے واقعات پہلے گذر چکے ہیں۔ ہم کفار کو موقع دیتے رہے ہیں۔ اور باوجود ان کی ظالمانہ کارروائیوں کے انہیں معاف کرتے رہے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحیمانہ شفقت و رحم کے پہلو سے حصہ لے لیں اور گڑگڑانے اور عجز و نیاز کرنے سے مفسدہ پردازی کو چھوڑ دیں۔ ورنہ تیرا پروردگار سخت عذاب کی مصیبت کو جو اس کی صفت رحم کے سبب معرض درگذر میں پڑتی جاتی ہے لے ہی آویگا۔ کیونکہ وہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

(۶) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (سورہ رعد رکوع ۵)

ترجمہ۔ تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا جا چکا ہے۔ میں نے ان کافروں کو مہلت دی۔ پھر بعد اس کے ان کو پکڑا۔ پس میرا عذاب کیسا واقع ہوا۔

یہ آیت صاف طور پر ثبوت دے رہی ہے۔ کہ باوجود رسولوں پر ٹھٹھا ہونے کے۔ بھی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی باریک حکمت سے کافروں کو اُن کے کفر کی حالت میں مُہلت دیتا رہا اور دنیوی عذاب کو اُن سے ہٹاتا رہا۔ مگر جب وہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مُہلت کی جو اُن پر شفقت اور رحمت کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے دی گئی تھی کچھ قدر نہ کی۔ تو اس بیقدری اور اللہ تعالیٰ کے رحم و شفقت کے پہلو سے بے پرواہی اختیار کرنے پر پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔ اور ایسا عذاب آیا کہ پھر ٹل نہ سکا اور فنا کر کے ہی رہا۔ صاف بات ہے۔ اور نہایت ہی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ظالم اور جفاکار کافر کو دُنیوی عذاب سے بچانے کے لئے باوجود اُس کے کفر اور ظلم اور فاسقانہ کارروائیوں میں غرق رہنے کے مُہلت دیتا رہا ہے۔

(۷) وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ۔ اور اللہ عذاب کرنے والا نہیں ہے۔ اس حالت میں کہ بخشش مانگنے والے ہوں۔

اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت قدیمہ کو یاد دلایا ہے اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ کہ جب تک وہ عاجزی اور نیاز مندی سے ہم سے بخشش کے طالب ہوتے رہینگے ہم اُن کو عذاب میں مُبتلا نہیں کرینگے۔ ہر ایک گناہ اور ظلم کی حالت میں جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں مُجرم گڑگڑائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور اس کو بخشش کے دامن کے نیچے لے لیتی ہے اور عذاب صرف سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے سخت تمرد کرنے کی حالت میں ہی آتا ہے۔ کفار مکہ کوئی ایمان نہیں لائے تھے۔ جس وقت یہ آیت اُتری۔ وہ کفر کی حالت میں تھے اور برابر ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا۔ کہ جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔ ہم عذاب نہیں بھیجیں گے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس آیت کی بابت حاشیہ نمبر ۳ میں یہ فائدہ درج کرتے ہیں۔ یعنی مکہ میں حضرتؐ کے قدم سے عذاب اٹکا رہا تھا۔ اب اُن پر عذاب آیا۔ اسی طرح جب تک گنہگار نادم رہے اور توبہ کرتا رہے تو پکڑا نہیں جاتا اگرچہ بڑے بڑے گناہ ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ گنہگاروں کی دو چیزیں پناہ ہیں۔ ایک میرا رہنا۔ دوسرا استغفار اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافرین مکہ بھی خفیہ خفیہ استغفار کرتے تھے۔ اس آیت کے اُن کافروں کے حق میں جب کہ بحالت کفر قائم تھے۔ نازل ہونے سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی

استغفار اور عاجزانہ التجاؤں کو دُنیوی عذاب کے ٹلا دینے کے واسطے قبول کر لیتا ہے۔ اور ان کی بیجا حرکات اور خلاف حق ایذا دہیوں کو اُن کے استغفار پر معاف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ کافرین مکہ کے ساتھ ہوتا رہا۔ چنانچہ کفار مکہ کو فتنہ سے باز آنے کا حکم اس آیت میں بھی پایا جاتا ہے قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○ ۔ (سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں سے کہدو کہ اپنے فتنوں سے باز آجائیں۔ تو جو شرارتیں پہلے کر چکے ہیں۔ وہ معاف کر دی جائیں گی۔ اور اگر پھر شرارتوں پر عود کریں گے۔ تو جو سُنت پہلے گذر چکی ہے وہی پیش آجائیگی یعنی بالکل فنا کر دیئے جائینگے۔

(۸) فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ○ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ○ (سورہ دخان رکوع اول)

ترجمہ۔ بس تو اے رسول) منتظر رہ ایک دن کا جب آسمان سے دھواں آئیگا۔ لوگوں کو گھیر لیگا۔ یہ درد دینے والا عذاب ہے۔ (اس وقت یہ کافر کہیں گے) اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو ہٹا دے۔ ہم ایمان لے آتے ہیں۔ بھلا ان کافروں کو کب نصیحت پانے کی توفیق ملے۔ اُن کے پاس واضح بیان کرنے والا رسول آیا۔ اور اس سے برگشتہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کوئی دیوانہ سکھلایا ہوا ہے (اچھا) ہم کچھ وقت کے لئے عذاب کو ٹال دیں گے۔ مگر پھر تم نے وہی کفر اختیار کرنا ہے۔ ہم اُس دن سخت سے سخت گرفت کریں گے۔ ہم بیشک بدلا لینے والے ہیں۔

یہ آیات سورہ دخان کی ہیں جو کہ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ رسالت میں مشغول تھے۔ اُدھر مُشرکین مکہ میں آپؐ کی اس تبلیغ سے سخت شورش برپا ہو رہی تھی۔ اور ایذا رسانی اور مومنین کے ستانے اور حق کا انکار اور بطلان کی حمایت میں کفار مکہ خوب زور لگا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت عذاب کا وعدہ دیا۔ جس کو دخان آسمانی سے موسوم کیا۔ وہ دخان آسمانی کیا تھا۔ ایک قحط عظیم کی بلا تھی جو مکہ میں پڑی۔ اس کی اس درجہ تک پہنچی کہ لوگ مُردوں کی ہڈیوں تک

بھی پیس کر کھا گئے۔ جب اس قحط نے طول پکڑا۔ تو کفار مشرکین گھبرا گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ بلائے عظیم اور یہ عذاب الیم ہم پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے سبب سے پڑا ہے۔ خدائے تعالےٰ کے حضور میں نہائت عجز اور نیاز سے گڑگڑائے اور پکارے کہ اے ہمارے رب یہ عذاب تو ہم سے ہٹالے۔ ہم ایمان لے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اس عجز و نیاز اور التجا کرنے کو جانتا تھا۔ کہ صرف اس بلائے عظیم اور عذاب الیم کے واقع ہونے سے یہ کفار کر رہے ہیں۔ صاف فرماتا ہے کہ بھلا ان کافروں کو نصیحت پانے کی توفیق کہاں ملیگی۔ یہ تو سچے اور صادق رسولؐ کا جو ان کے پاس صاف صاف الٰہی احکام لیکر آیا۔ انکار کر چکے ہیں۔ اور اس سے روگردان ہو کر اس کو دیوانہ اور سودائی کہتے ہیں۔ مگر پھر اپنی قدیم سنت کے مطابق کہ ہر ایک عجز و نیاز کرنے والے اور اپنے حضور میں نیازمندی سے جھک کر استغفار کرنے والے کی منت وزاری کو اگرچہ جانتا بھی ہو۔ کہ یہ منت وزاری صرف بناوٹی ہے اور کچھ اصلیت نہیں رکھتی۔ اور ہمیشہ کے واسطے قائم رہنے والا پورا **رجوع بحق** بھی نہیں ہے۔ صاف فرماتا ہے۔ انا کاشفوا العذاب قلیلا کہ لو ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کیواسطے ٹلا دیتے ہیں اور اس رنج و مصیبت کو تمہارے سروں پر سے اُٹھا لیتے ہیں۔ مگر یہ بھی اپنے علیم و حکیم ہونے کی صفت سے ساتھ ہی فرما دیتا ہے کہ انکم عائدون تُم نے پھر وہی کفر و سرکشی اختیار کرنی ہے اور اپنی پچھلی کرتوتوں کو پھر ظاہر کرنا ہے۔ اور تُم نے اپنی سرکشی سے باز نہیں آنا۔ خیر یہ تو ہماری سنت ہے کہ ہم کسی گنہگار کی عجز و زاری پر اور کسی قدر عارضی میلان حق پر بھی اپنی رحمت عام کا مزا چکھا دیتے ہیں۔ پر یہ بھی یاد رکھو کہ پھر تمہاری سرکشی پر ہم ایک ایسا دن لاوینگے۔ اور ایسی سخت گرفت کریں گے کہ جس سے تمہاری رہائی مشکل ہوگی اور یاد رکھو کہ ہم ضرور اس بدلہ کو لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اب ہر ایک انصاف پسند آدمی ان آیات پر غور کر کے خود سمجھ سکتا ہے۔ کہ باوجود اس علم کے کہ کفار مکہ کی استغفار یا یہ کہنا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ درست نہیں تھا۔ اور صرف ایک دفع الوقتی تھی۔ اپنی سُنت قدیمہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ کے واسطے عذاب الیم کو دور کر دیا اور اُن کو مہلت دیدی۔

یہاں تک تو اس تحریر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ ہے۔ کہ دُنیا میں عذاب کسی قوم پر یا کسی شخص پر اُسی حالت میں آتا ہے۔ کہ وہ سرکشی اور نافرمانی اور اپنے معصیت کے

افعال کو کامل درجہ پر پہنچا لے۔ اور کوئی گوشہ اس کے دل کا ایسا نہ رہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی دہشت یا عجز و انکسار کی صفت باقی رہے۔ تو اُس حالت میں اللہ تعالیٰ دُنیا میں ہی جو دار العمل ہے۔ اس دار الجزا کا مزا چکھا دیتا ہے۔ ورنہ سب گناہوں اور معصیتوں، نافرمانیوں اور سرکشیوں متمردانہ اور کافرانہ افعال کا واقعی بدلہ جو کہ یوم الدین کو ہی ملنے والا ہے۔ [illegible] کوئی بندہ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ کسی مذہب کا ہو۔ اپنی حالت معصیت اور بدکرداری کو استغفار اور عجز و نیاز اور متضرعانہ التجا و آہ و بکا خدا کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے۔ تو عذاب دُنیا سے مامون و مصئون رہتا ہے۔ اس کے بعد چند ایسی آیات لکھی جاتی ہیں۔ کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے وعید عذاب کو جن میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور قطعی طور پر وارد ہو چکا حکم تھا۔ اپنے باریک علم و حکمت کے موافق ایک وقت سے ٹال کر دوسرے وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور پھر مہلت دیکر پکڑا ہے۔ اور اس وقت کے ٹل جانے سے خدا کے برگزیدہ مومنین کی جماعت کو صدمہ بھی پہنچتا رہا ہے۔ اور ایسے نازک وقت میں اس وقت کے مرسلان الٰہی پر بھی ابتلا آتا رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ضرور یہ سنت رکھی ہے کہ کچوں۔ کمزور دل بزدلوں۔ بیوفاؤں۔ متلون مزاجوں۔ بدظنوں۔ شتاب کاروں۔ احسان فراموشوں۔ کوتاہ نظروں۔ کور باطنوں اور صادقوں۔ راسخ الاعتقادوں۔ صدیقوں۔ راہ حق میں اپنا خون بہا دینے والوں میں فرق دکھلا دے اور دونوں جماعتوں کو متمیز کر دے۔ تاکہ اس کے خاص فضل و انعام سے وہی قوم حصہ لیوے۔ جو اس کے حضور میں راستبازی سے ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اور ننگ اسلام جماعت جن کے افعال و کردار کبھی راستی اور وفاداری کا رنگ دکھلانے والے نہیں ہیں۔ اُن صادقوں کی جماعت سے الگ ہو کر فنا ہو جاویں۔ اور کٹھالی میں پڑ کر سونا خالص ہو جاوے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۹) اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ ہنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ واذ یقول المنفقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ (سورہ احزاب رکوع ۲)

ترجمہ۔ جب کافروں کی فوجیں اوپر اور نیچے سے تُم پر آ پڑیں۔ اور جبکہ آنکھیں پھر گئیں اور کلیجے

موںہوں کو آگئے۔ اور تم اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس موقعہ پر ایماندار لوگ آزمائے گئے اور نہائت سختی سے ہلائے گئے۔ اور وہ لوگ جو کہ منافق تھے اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں مرض تھا۔ پکار اٹھے۔ کہ اللہ اور رسول نے جو ہم کو وعدہ دیا تھا۔ بالکل دھوکا ہی دھوکا تھا۔

یہ نقشہ اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب کا جس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ کھینچا ہے۔ قریب بارہ ہزار کفار کی فوجیں تھیں۔ جن میں مختلف قبائل کے مشرکین و کفار شامل تھے۔ اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ مدینہ کے باہر مقابلہ ہوا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے گرداگرد ایک خندق یعنی کھائی کھود کر اپنی قلیل جماعت کو اُس کے اندر لے لیا۔ کفار کی فوجیں باہر تھیں۔ کفار کی کثرت اور اسلامی جماعت کی قلت نے مسلمانوں کو گھبرا دیا۔ اور اس گھبراہٹ کا اندازہ خود ان آیات سے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں۔

مسلمانوں کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مواعید پر جلد فتح ہو جانے کا یقین تھا۔ اور بڑی امیدوں پر باہر مقابلہ کو نکلے تھے۔ مگر یہاں یہ صورت ہوئی کہ برابر ایک مہینہ تک لڑائی جاری رہی آب و دانہ ختم ہو گیا۔ طول مقابلہ سے مسلمان تنگ آگئے۔ اور ایسی خطرناک حالت ہو گئی۔ کہ مسلمانوں کو موت سامنے دکھائی دینے لگی۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی آنکھیں پھر گئیں۔ خوف سے کلیجے موںہوں کو آگئے۔ اور لگے اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کی بدظنیاں کرنے اور سخت سخت زلزلوں نے اُن کے دلوں کو پکڑا۔ چونکہ کمزور اور بیوفا لوگ جو سچے دل سے ایمان نہ لائے تھے اور منافق تھے۔ اور بعض ایسے لوگ جن کے دلوں میں بزدلی اور ضعیف الاعتقادی کا مرض تھا اور کور باطن تھے۔ سب ملے جلے تھے۔ اور بظاہر کلمہ گو مسلمان ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ابتلا منظور تھا۔ اور وہ اُن کے درمیان ایک نمایاں فرق کرنا چاہتا تھا۔ اپنی باریک حکمت سے ایسا وقت مسلمانوں پر لے آیا۔ کہ وہ ہر طرح سے مایوس اور ناامید ہو کر گھبرا گئے اور پکار اٹھے کہ اللہ اور رسول نے جو وعدہ دیا تھا۔ وہ صرف دھوکا تھا۔ اور بہت سی ناواجب باتیں کیں۔ جن کا ذکر باقی آیات میں بڑی تفصیل سے قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا نازک وقت مسلمانوں پر لانے کی یہی وجہ بیان فرماتا ہے۔ کہ یہ آزمائش کے طور پر آیا تھا جب یہ آزمائش ہو چکی۔ اور ہر قسم کے لوگ جانچے گئے۔ اور ہر ایک نے جو خام طبع اور ضعیف الاعتقاد تھا۔ اپنے اندرونی آزار کو ظاہر کر دیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مہینہ کے بعد خود ہی تائید آسمانی سے

فتح دیدی۔ باد و بہاراں کا سخت طوفان ایسا آیا کہ کفار مشرکین کے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے چھوٹ گئے۔ اور سخت کھلبلی پڑی۔ حیران و سراسیمہ ہو کر کفار میدان جنگ سے اُٹھ کر چلے گئے۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر یہ فائدہ تحریر فرماتے ہیں **فایدہ (۱)** اوپر سے اور نیچے سے یعنی مدینہ کی مشرقی طرف سے جو اونچی ہے۔ اور غربی طرف سے جو نیچے ہے۔ اور آنکھیں ڈگنے لگیں یعنی تیور بدلنے لگے۔ لوگوں کی دوستی جتانے والے لگے آنکھیں چرانے اور دل پہنچے گلوں تک دھڑک دھڑک کرتے ڈر سے اور کئی کئی اٹکلیں۔ مسلمانوں نے سمجھا۔ کہ اب کے اور سخت آزمائش آئی اور کچے ایمان والوں نے سمجھا کہ اب کی بار نہ بچیں گے **فائدہ (۲)** بعض منافق کہنے لگے۔ پیغمبر کہتا ہے کہ میرا دین پہنچے گا مشرق مغرب۔ یہاں جائے ضرور کو نہیں نکل سکتے مسلمان کو چاہئے۔ ایسی بے امیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت کا یہ واقع اس وقت کے کم فہم اور سنت اللہ سے ناواقف لوگوں کے لئے عبرت ہے۔ کیا کیا باتیں اس وقت کمزور جماعت نے کیں۔ مگر صادق الاعتقاد اور پکے ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہوا۔ بیوفاؤں نے اللہ اور رسول کے وعدہ کو دھوکا سمجھا۔ ایسے وقت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت پر کیا کیا شبہات پیدا ہوئے اور صادق آمین ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا کیا بدظنیاں کی گئیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ ابتلاء مسلمانوں پر ڈالا تھا۔ جس کی نسبت ایسے ایسے کلمات موںہوں سے نکلے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہم کو دیا تھا۔ وہ دھوکہ نکلا کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اسلام کی حمائت سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا تھا اور کیا یہ ایک ذلت تھی جو اُس وقت مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ توبہ توبہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ فتح تھی جس کا نتیجہ بڑی شان سے آخر میں ظاہر ہوا۔ مگر اس ابتلاء سے جو سنت اللہ کے موافق تھا۔ کیا فائدہ ہوا؟ فائدہ یہ ہوا کہ بے ایمان اور ایماندار اور منافق اور مسلمانوں کا باہمی فرق ہو گیا۔

(۱۰) ولما وقع علیہم الرجز قالوا یا موسیٰ ادع لنا ربک بما عہد عندک۔ لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل ○ فلما کشفنا عنہم الرجز الی اجل ہم بالغوہ اذا ہم ینکثون ○ فانتقمنا منہم فاغرقناہم فی الیم بانہم کذبوا بایاتنا وکانوا

عنہا غفلین ○ (سورہ اعراف رکوع ۱۶)

ترجمہ - اور جب اُن پر عذاب آپڑا - کہنے لگے اے موسیٰ - تو ہمارے لئے اپنے پروردگار کے حضور میں دعا کر کہ جو عہد ہو چکا ہے (وہ ٹل جاوے) اگر یہ عذاب تو ہم سے ٹلا دیگا - تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے - اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ روانہ کردیں گے - جب ہم نے وہ عذاب اُن سے اُٹھالیا ایک میعاد مقررہ تک جس میعاد تک وہ پہنچنے والے تھے - پھر وہ اُسی طرح انکار کرنے لگ گئے - پھر ہم نے اُن سے بدلا لیا اور اُن کو دریا میں غرق کردیا کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اُن سے غافل تھے - سبحان اللہ! یہ آیات کیسی فیصلہ کرنے والی ہیں - ہم نے اس تحریر میں اس بات کا ذمہ اُٹھایا ہے - کہ اللہ تعالیٰ کی اُس سُنت کو ثابت کریں - جو دُنیا میں کسی قوم پر یا کسی سرکش پر عذاب نازل کرنے میں اس نے ملحوظ رکھی ہے اور قدیم سے جاری ہے - اِن آیات سے ہم صرف یہ ثابت کریں گے کہ ایک ایسا عذاب جو عہد اور وعدہ کے طور پر حضرت موسیٰؑ کی تائید میں فرعونیوں پر نازل ہوا - اُن کی ایسی التجا سے جو درحقیقت سچی التجا نہ تھی - اور اُن کا ایمان لانے کا وعدہ جو سچا وعدہ نہ تھا - اللہ تعالیٰ نے اپنے واقع ہوئے ہوئے عذاب کو اُٹھالیا - اور اُٹھایا بھی ایک مقررہ میعاد تک یعنی اُن کی پھر سرکشی کرنے پر - پہلی میعاد عذاب کے علاوہ دوسری ایک خاص میعاد تک اُن کو مُہلت دیدی - اور جب پھر اُس دوسری میعاد کے اندر جو اُنہوں نے خود اپنی التجا کرنے سے لی تھی - اپنی سرکشی اور نافرمانی کو نہ چھوڑا - اور اپنے وعدہ کو پورا نہ کیا - تو پھر لوٹ کر اُسی پہلے وعدہ الٰہی کا عذاب آپڑا - اور وہ نیست و نابود ہوگئے - اصل بات یہ ہے - کہ جب حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے منصب رسالت پر سرفراز ہوکر فرعون کی طرف بھیجے گئے - اور اس کو خدا کے امر کی تبلیغ اُنہوں نے کی - تو اُس نے انکار کرکے اُن کا مقابلہ کیا - حضرت موسیٰ نے اُس کو اور اس کی قوم کو خدا کی طرف سے عذاب نازل ہونے کا وعدہ دیا - چنانچہ وہ عذاب کئی صورتوں میں یکے بعد دیگرے نازل ہونا شروع ہوا - کبھی دریائے نیل چڑھ گیا - باغ اور کھیت اور گھر تلف ہوگئے - ٹڈی آئی سبزی کھا گئی - کپڑوں میں چیچڑیاں پڑ گئیں - ہر چیز میں مینڈک پیدا ہوکر پھیل گئے - پانی خون بن گیا - اُن بلاؤں سے فرعون اور اُس کی قوم نے تنگ آکر موسیٰ سے فریاد کی - جس کا ذکر آیات قرآن مجید میں ہے - اور اس بات کے طالب ہوئے - کہ اگر یہ

عذاب ہم پر سے ٹل جائے - تو ہم ایمان لے آویں گے - اور بنی اسرائیل کی قوم کو تمہارے ہمراہ روانہ کردیں گے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - کہ ہم نے وہ عذاب معہود اُن پر سے اُٹھالیا اور ایک میعاد مقررہ تک اُٹھائے رکھا - جب اس عذاب کے دُور ہوجانے پر فرعون اور اُس کی قوم نے سر تسلیم خم نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور اُس کے احکام کے شنوا نہ ہوئے - اور پھر عہد توڑا اور سرکشی کی تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - کہ ہم نے اُن سے بدلہ لیا - اور اُن کو دریا میں غرق کردیا - کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیات کو بار بار جھٹلایا اور بار بار مہلت دینے پر پھر بھی غفلت کرتے رہے - اور آیات کے جھٹلانے کے نتیجے سے بیخبر رہے -

(۱۱) فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونسؑ لما آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعنھم الی حین ○ (سورہ یونس رکوع ۱۰)

ترجمہ - کیوں کوئی بستی ایمان نہ لے آئی - کہ ایمان کا لے آنا اُس کو فائدہ مند پڑتا - مگر یونسؑ کی قوم (یعنی وہ ایمان لے آئی) جب یونسؑ کی قوم کے لوگ ایمان لے آئے - تو وہ ذلت و رسوائی کا عذاب جو اُن پر جیتے جی دُنیا میں پڑنے والا تھا - ہم نے اُٹھا لیا - اور ایک مدت تک ان کو پھر دُنیا میں آباد رہنے دیا -

اس مقام پر یہ امر نہایت ہی عمدگی اور خوبی سے ثابت ہوتا ہے - کہ کسی قوم یا آدمی کا قبل از نزول عذاب ایمان لے آنا وعدہ شدہ عذاب کو ٹلا دیتا ہے - اور گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ کیوں لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ایمان کا لے آنا چاہیے کوئی ہو - اس کو فائدہ دے جاتا ہے - اور اُس پر سے عذاب کو دُور کردیتا ہے - اگرچہ حکم عذاب وعدہ کے طور پر ہو چُکا ہو - اور پھر مثالاً قوم یونسؑ کا ذکر فرماتا ہے کہ دیکھو قوم یونس نے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کی اور اپنی سرکشی سے باز آئے - تو باوجودیکہ وعدہ عذاب ہو چُکا تھا - وہ اُن سے ٹل گیا - اور دُنیا میں پھر کوئی عذاب اُن پر نہیں آیا - بلکہ مدت تک دُنیا میں فراغت و آرام سے آباد رہے -

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم یونس علیہ السلام کا قصہ مختصراً یہاں نقل کردیں - کہ ان پر لاعلمی اور غفلت کی حالت میں کیا کیا مصیبتیں پڑیں اور اِدھر قوم بجائے خود توبہ و استغفار کرکے عذاب الٰہی سے بچ گئی - لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام شہر نینوہ کے لوگوں کو اُن کی سرکشی اور بدکرداری پر

چالیس دن کی میعاد ٹھیرا کر عذاب الٰہی کا وعدہ دے کر خود اُس وعدہ عذاب پر پختہ یقین کر کے اس قوم سے جُدا ہو گئے۔ اور کچھ میل شہر نینوہ سے ہٹ کر باہر ایک جھونپڑا سا بنا کر عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ جوں جوں دن گذرتے گئے اُن کا انتظار بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آخر کار انتظار کرتے کرتے وہ دِن خاص مقررہ عذاب کا آگیا۔ یہ پوشیدہ پوشیدہ جاسوسوں کے طور پر بھیس بدل بدل کر خبریں بھی لیتے رہے۔ عذاب کا کوئی ظہور نہ پایا۔ سخت حیران ہوئے۔ بہت ہی گھبرائے جب وقت بہت ہی قریب آگیا اور وہ دِن اختتام کو پہنچنے لگا۔ اور جناب الٰہی کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہ ملی تو بیچارے اضطراب کی حالت میں سخت بیقرار تھے۔ کہ ایک زمیندار ہل لئے ہوئے اس رستہ سے گذرا۔ جہاں اُن کا جھونپڑا تھا۔ انجان بن کے اُس سے شہر کے لوگوں کا حال پوچھنے لگے اور اشارہ کنایہ سے عذاب کے نزول کی کیفیت بھی پوچھی مگر اُس زمیندار نے جواب دیا کہ شہر آباد ہے۔ لوگ چنگے بھلے کھاتے پیتے ہیں۔ باہر اپنی زمینوں کو ہل جوت رہے ہیں جب یہ حال حضرت یونس علیہ السلام نے سُنا عجیب غم واندوہ عائد حال ہوا۔ سینہ منقبض ہو گیا۔ ہراساں و سراسیمہ اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر وہاں سے پوشیدہ پوشیدہ بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ اور آخر کار بھاگ نکلے۔ جیسا کہ مختلف آیات قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت بیقراری اور اضطرار کو عبرتاً ذکر کیا کہ اگر آئندہ کوئی ایسا ابتلاء کسی زمانہ میں پیش آجائے۔ تو ایماندار لوگ نصیحت پکڑیں۔ اور یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں۔ القصہ حضرت یونس علیہ السلام چھپتے چھپاتے چلے جاتے تھے۔ رستہ میں تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہاں اپنی بیوی اور بچوں کو بٹھا کر خود قضاء حاجت کے واسطے جنگل میں کچھ دور گئے۔ اتفاق سے ایک بدمست شہزادہ جنگل سے شکار کھیلتا ہوا اس طرف آنکلا۔ اور درخت کے نیچے حضرت یونس علیہ السلام کی بیوی اور دو بچوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی بیوی بہت ہی خوبصورت تھیں۔ اُن کے خداداد حسن پر وہ شہزادہ فریفتہ ہو گیا۔ اور زبردستی گھوڑے پر بٹھا کر لے گیا۔ جب یہ بیچارے جنگل سے واپس آئے تو بیوی کو موجود نہ پایا۔ دو صغر سن بچے بیٹھے تھے۔ ادھر اُدھر بیوی کی تلاش کی۔ کچھ پتہ نہ ملا۔ ناچار مایوس ہو کر دونوں بچوں کو ہمراہ لے کر آگے چلے۔ رستہ میں ایک چھوٹا سا نالا آیا۔ اُنہوں نے ایک بچے کو کنارے پر بٹھایا اور دوسرے بچے کو کاندھے پر اُٹھا کر نالے سے پار کرنے

کو لے چلے۔ جب عین درمیان نالا کے پہنچے۔ کہ کنارہ والے بچہ کو بھیڑیا اُٹھا کر لے چلا۔ شفقت پدری سے تاب نہ رہی۔ کاندھے والے بچہ کو پانی میں جہاں پانی پایاب تھا۔ کھڑا کیا۔ اور کنارے والے بچہ کو بھیڑیئے سے بچانے کو دوڑے۔ اُدھر ایک پانی کا ریلا جو آیا۔ تو بچہ پانی میں قائم نہ رہ سکا۔ گر پڑا اور پانی اُس کو بہا کر لے گیا۔ اُدھر کنارہ والا بچہ بھی ہاتھ نہ آیا ہر چند پیچھے پڑے۔ مگر بھیڑیا اس کو لے ہی گیا۔ اب یہ بیچارے حیران و پریشان تن تنہا آگے کو روانہ ہوئے۔ رستہ میں ایک عظیم دریا آپڑا۔ جو بغیر کشتی پر چڑھے عبور نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہ تھا۔ آخر کار ملاحوں کی منت کی انہوں نے درویش صورت مسکین سمجھ کر مفت کشتی پر بٹھا لیا۔ جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو یک بیک ایسا طوفان آیا کہ کشتی کے غرق ہو جانے میں کوئی کسر نہ رہی۔ اس کشتی کا جو ملاح مالک تھا اُس نے کہا کہ یہ ہمیشہ سے عادت ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا کشتی پر سوار ہوتا ہے تو ایسا طوفان آتا ہے۔ تلاش کرنی چاہیئے کہ کوئی ایسا آدمی تو ہماری کشتی میں نہیں۔ آخر کار قرعہ اندازی سے جو پڑتال ہونے لگی۔ تو قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔ سب لوگوں نے یہ رائے دی کہ ایک آدمی کو دریا میں غرق کر دینا بہتر ہے۔ تا کہ سب لوگوں کی جان سلامت رہے۔ یہ تجویز سُن کر حضرت یونسؑ خود ہی دریا میں کود پڑے۔ آگے ایک بڑی مچھلی مُنہ کھولے ہوئے تھی۔ اُس نے جھٹ اپنے پیٹ میں لے لیا اور سلامتی سے کنارہ پر پہنچا دیا۔ ان مصیبتوں سے بچکر جب کنارہ پر پہنچے تو کچھ کام کرنے کی ٹھیرائی۔ ایک جگہ کدو کی بیل لگائی۔ اور اُس کو پالا اور جب وہ بیل بار آور ہوئی۔ اور پھل پڑا۔ تو اُس کو رات ہی رات میں کیڑا لگا اور سُوکھ گیا۔ یہ غریب بہت ہی بیتاب ہوئے۔ اور آخر کار خدا کے حضور میں پُکارے۔ اور اپنے حال زار کو اُسے سُنانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوئی۔ کہ تو ایک بیقدر اور ناچیز کدو کی بیل سے اسقدر افسوس کرتا ہے۔ اور اُس کے ضائع ہو جانے کا تجھ کو رنج ہے۔ تو کیا ہم کو اتنے ہزار بندوں کی بستی برباد کر دینے کا کوئی خیال نہ گذرتا۔ اسی طرح کی اور بھی عبرت دلانے والی مثالوں کا ذکر تفسیروں میں ہے۔ جس کے بعد حضرت یونسؑ کی وہ غفلت دُور ہوئی۔ اور اُس تاریکی سے وہ نکل کر پھر ربانی نُور میں آگئے۔ عورت بھی صحیح و سالم اُن کو خود بادشاہ نے پہنچا دی۔ دونوں بچے بھی ایک زمیندار سے مل گئے۔ اگرچہ اس قدر مفصل بیان

کو ہماری تحریر سے چنداں تعلق نہ تھا۔ مگر اس سے اس قدر ثابت ضرور ہو گیا۔ کہ یونسؑ کی قوم کے استغفار اور رجوع بحق ہو جانے کی خبر حضرت یونسؑ کو بالکل اللہ تعالیٰ نے نہ دی۔ اور اُن سے بیخبری کی حالت میں اُن کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ اور یہ بیچارے اس عدم آگاہی کے سبب سخت سخت ابتلاؤں میں پڑے۔ سبحان اللہ! یہ ابتلائی سُنت بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب سُنت ہے۔ نبی یا ولی کوئی صادق اس سے نہیں بچا۔ جب تک یہ ابتلائی سُنت پوری نہ ہو۔ تو مردان خدا کو جناب حق سے مدارج کبھی نہیں ملتے۔

پیشگوئی کی حقیقت اور انذاری پیشگوئیوں کے متعلق منہاج نبوۃ اور سُنت اللہ بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا سمجھ لینا نہائت آسان ہے۔ بشرطیکہ انسان سلیم الفطرت ہو۔ اور اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف۔ اب اس کے بعد مَیں خدا کے فضل اور توفیق سے اُن تمام پیشگویوں پر تفصیلی بحث کرتا ہوں۔ جو امرتسری مُنکر نے اپنے خیال میں غلط ثابت کرنی چاہی ہیں۔ امرتسری مُنکر سے تو توقع نہیں۔ کہ وہ ان سے فائدہ اُٹھائے۔ البتہ میں اُن دلوں سے اپیل کرتا ہوں جو یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس غضب سے ڈرتے ہیں۔ جو مامورین اور مرسلین کے انکار پر آیا کرتا ہے۔ کہ وہ خدا ہی کے لئے ٹھنڈے دل سے اسے پڑہیں اور خدا ترس دل لے کر غور کریں۔ اور خدا سے توفیق چاہیں۔ کہ وہ اس زمانہ کے **مصلح اعظم** مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے انکار سے بچیں۔ آمین!

پیشگوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم

آتھم والی پیشگوئی پر جو اعتراضات امرتسری مُنکر نے کئے ہیں۔ اُن کے جوابات تفصیل کے ساتھ انشاءاللہ دیئے جاویں گے۔ مگر اس سے پہلے یہ ضروری امر ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ درج کر دیئے جائیں۔ جیسا کہ امرتسری مُنکر نے کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

"بالآخر چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم قرآن شریف کے معجزات سے عملاً مُنکر ہیں۔ اور اُس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں۔ اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تُم فی الحقیقت مُلہم ہو۔ تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا۔ کہ میں قادر مطلق

ہوں۔ نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ تھا۔ بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کی نشانی ٹھہرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں۔ تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم مَیں اُس کے لئے دعا کرتا رہا۔ اور آج رات جو مجھ پر کُھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ مَیں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر۔ اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق جھوٹ کو عمداً اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵۔ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اُس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی۔ اور اُس وقت جب یہ پیشینگوئی ظہور میں آویگی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے۔ بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے +

اسی طرح پر جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ اگر یہ پیشینگوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی۔ تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتا۔ اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرائت کرتا ہے اور شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے۔ لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آگیا۔ مَیں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کُھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ مَیں اس وقت اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے۔ تو مَیں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور مَیں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں۔ پر اُس کی باتیں نہ ٹلینگی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا

تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشینگوئی اور خدا کی پیشینگوئی ٹھہر گئی یا نہیں ٹھہر گئی۔ اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائیبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں محکم دلیل ہو جائیگی یا نہیں ہو جائیگی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں اگر مَیں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو۔ اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ لیکن اگر مَیں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو۔ کہ اس کی اول اور کھُلی تعلیم کیا ہے اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے۔ اور تمام دُنیا کس طرف جھک گئی۔ اب مَیں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہ کہوں گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"

یہ پیشگوئی کیوں ہوئی؟

اس پیشگوئی کے اصل الفاظ کو پڑھ لینے کے بعد جو امور قابل غور ٹھہرتے ہیں۔ اُن میں سب سے اوّل یہ ہے۔ کہ یہ پیشگوئی کیوں کی گئی؟ اس کی وجہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتائی ہے کہ

"چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں اور اس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں۔ الآخرہ"

اس پیشگوئی کی غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی کوئی **خوبی یا کمال** دکھانا نہ تھا۔ بلکہ آتھم نے قرآن مجید کے **اعجاز** اور اس کی **دائمی برکات** سے انکار کیا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی اور اس **دعا** کے جواب میں یہ نشان دیا گیا۔ کیونکہ

پیشگوئی زندہ مذہب کا پھل اور نشان ہے اور ضرورت قرآنی کا ثبوت

جیسا کہ خود قرآن مجید فرماتا ہے۔ ھٰذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق بین یدیہ وتنذر ام القریٰ ومن حولھا اور اس عظیم کتاب کو ہم نے نازل کیا۔ اس کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ یہ **مبارک** ہے۔ یعنی اس کے ثمرات اور برکات جو زندہ مذہب کے نشانات ہیں۔ ہمیشہ جاری رہنے والے ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن مجید دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرماتا ہے۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا

کل حین باذن ربھا۔ مطلب یہ ہے کہ کامل دین یا کامل کتاب الٰہی کی مثال پاکیزہ درخت کی سی ہے۔ جس کی جڑ ثابت ہو۔ اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہر ایک وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہے۔ اس آیت میں کلام الٰہی کا کمال تین باتوں پر موقوف قرار دیا ہے اول اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء یعنی اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں اور فی حد ذاتہ یقین کامل کے درجہ تک پہنچے ہوئے ہوں۔ اور فطرت انسانی اس کو قبول کرے۔ دوسرا **نشان کمال** کا یہ ہے کہ فرعھا فی السماء یعنی اس کی شاخیں آسمان پر ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھیں اور صحیفہ قدرت کو غور کی نگاہ سے دیکھیں۔ تو اس کی صداقت ان پر کھل جاوے اور دوسرے یہ کہ وہ تعلیم یعنی فروعات اس تعلیم کے جیسے اعمال کا بیان۔ اخلاق کا بیان۔ احکام کا بیان یہ کمال درجے پر پہنچے ہوئے ہوں۔ جن پر زیادتی متصور نہ ہو۔ جیسے کہ ایک چیز زمین سے شروع ہو کر آسمان تک پہنچ جاوے۔ تو اس پر کوئی زیادہ متصور نہیں۔

پھر تیسرا نشان کمال کا یہ ہے تؤتی اکلھا کل حین ہر ایک وقت اور ہمیشہ کے لئے وہ اپنا پھل دیتا رہے ایسا نہ ہو کہ کسی وقت خشک درخت کی طرح ہو جاوے جو پھل پھول سے بالکل خالی ہو۔

غرض قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کتاب **مبارک** قرار دیا۔ یہود اور مسیحیوں میں مجددین کا سلسلہ مفقود ہو گیا۔ اس لئے ان میں ایسی روشنی نہ رہی۔ کہ لوگ اپنے دینی چراغ اِن سے روشن کر سکیں اور نہ ان کے پیروں میں زندہ مذہب کے کوئی نشان باقی رہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ایسے علمی و عملی علامات سے بھری ہوئی کتاب دنیا میں نازل ہو۔ جو ہر زمانہ میں اپنی زندہ برکتوں اور زبردست نشانوں کے ساتھ اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دے سکے اور اس کے پیروں میں بھی وہ برکات و ثمرات تازہ بتازہ نظر آتے رہیں جن کا کل راستبازنہ دعوٰی کرتے چلے آئے ہیں۔ سو اگلی کتابوں کی تعلیم و تاثیر کے مردہ ہو جانے سے ہی اس مبارک کتاب قرآن مجید کی ضرورت شدید ثابت ہوئی۔ پس اس زمانہ میں قرآن مجید کے کتاب مبارک ہونے کا ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا

اور جیسا کہ اس پیشگوئی کے شروع میں بیان کیا ہے۔ یہ محض قرآن مجید کے **اعجاز** کے اظہار کے لئے تھی

پیشگوئی کی نوعیت پر مزید روشنی

اس پیشگوئی کی نوعیت پر اس خط و کتابت سے مزید روشنی پڑتی ہے۔ جو آتھم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مباحثہ سے پہلے

ہوگی۔ اس لئے اس ایک حصّہ کا اقتباس یہاں درج کرنا ضروری ہے کہ:-

آج اس اشتہار کے لکھنے سے میں فارغ ہی ہوا تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا خط بذریعہ ڈاک مجھ کو ملا یہ خط اس خط کا جواب ہے جو میں نے مباحثہ مذکورہ بالا کے متعلق صاحب موصوف اور نیز ڈاکٹر کلارک صاحب کی طرف لکھا تھا۔ سو اب اس کا بھی جواب ذیل میں بطور قولہ اور اقول کے لکھتا ہوں۔

قولہ۔ ہم اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ تعلیمات قدیم کے لئے معجزات جدید کی کچھ بھی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم معجزہ کے لئے نہ کچھ حاجت اور نہ استطاعت اپنے اندر رکھتے ہیں۔

اقول۔ صاحب من! میں نے معجزہ کا لفظ اپنے خط میں استعمال نہیں کیا۔ بیشک معجزہ دکھلانا نبی اور مرسل من اللہ کا کام ہے نہ ہر یک انسان کا۔ لیکن اس بات کو تو آپ مانتے اور جانتے ہیں کہ ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور ایمانداری کے پھلوں کا ذکر جیسا کہ قرآن کریم میں ہے انجیل شریف میں بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے اس لئے طول کلام کی ضرورت نہیں۔ مگر میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ایمانداری کے پھل دکھلانے کی بھی آپ استطاعت نہیں

قولہ۔ بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھلانے پر آمادہ ہیں۔ تو ہم اُس کے دیکھنے سے آنکھیں بند نہ کریں گے۔ اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں۔ اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔

اقول۔ بیشک یہ آپ کا مقولہ انصاف پر مبنی ہے اور کسی کے مُنہ سے یہ کامل طور پر نکل نہیں سکتا جبتک اس کو انصاف کا خیال نہ ہو۔ لیکن اس جگہ یہ آپ کا فقرہ کہ جسقدر اصلاح اپنی غلطی کی ہم آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے تشریح طلب ہے۔ یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ دُنیا کے تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دار النجات میں داخل ہونے کا دروازہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہے وبس۔ اب کیا آپ اس بات پر طیار اور مستعد ہیں کہ نشان دیکھنے کے بعد اس مذہب کو قبول کر لینگے۔ آپ کا فقرہ مذکورہ بالا مجھے اُمید دلاتا ہے کہ آپ اس سے انکار نہیں کرینگے۔ پس

اگر آپ مستعد ہیں تو چند سطریں تین اخباروں یعنے نور افشاں اور منشور محمدی اور کسی آریہ کے اخبار میں چھپوا دیں کہ ہم خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس مباحثہ کے بعد جس کی تاریخ ۲۲ ۔ مئی ۱۸۹۳ء قرار پائی ہے مرزا غلام احمدؐ کی خدا تعالیٰ مدد کرے اور کوئی ایسا نشان اس کی تائید میں خدا تعالیٰ ظاہر فرماوے کہ جو اُس نے قبل از وقت بتا دیا ہو۔ اور جیسا کہ اُس نے بتلایا ہو۔ وہ پُورا بھی ہو جاوے۔ تو ہم اس نشان کے دیکھنے کے بعد بلا توقف مسلمان ہو جائینگے اور ہم یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ ہم اس نشان کو بغیر کسی قسم کی بیہودہ نکتہ چینی کے قبول کر لیں گے۔ اور کسی حالت میں وہ نشان نا معتبر اور قابل اعتراض نہیں سمجھا جائیگا بغیر اس صورت کے کہ ایسا ہی نشان اسی برس کے اندر ہم بھی دکھلا دیں مثلاً اگر نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ہو کہ فلاں وقت کسی خاص فرد پر یا ایک گروہ پر فلاں حادثہ وارد ہوگا اور وہ پیشگوئی اس میعاد میں پوری ہو جائے تو بغیر اس کے کہ اس کی نظیر اپنی طرف سے پیش کریں بہرحال قبول کرنی پڑیگی اور اگر ہم نشان دیکھنے کے بعد دین اسلام اختیار نہ کریں اور نہ اس کے مقابل پر اُسی برس کے اندر اُسی کے مانند کوئی خارق عادت نشان دکھلا سکیں تو عہد شکنی کے تاوان میں نصف جائیداد اپنی امداد اسلام کے لئے اس کے حوالہ کریں گے اور اگر ہم اس دوسری شق پر بھی عمل نہ کریں اور عہد کو توڑ دیں اور اس عہد شکنی کے بعد کوئی قہری نشان ہماری نسبت مرزا غلام احمدؐ شائع کرنا چاہے تو ہماری طرف سے مجاز ہوگا کہ عام طور پر اخباروں کے ذریعہ سے یا اپنے رسائل مطبوعہ سے اس کو شائع کرے۔ فقط۔ یہ تحریر آپ کی طرف سے بقید نام مذہب و ولدیت و سکونت ہو۔ اور فریقین کے پچاس پچاس معزز اور معتبر گواہوں کی شہادت اس پر ثبت ہو تب تین اخباروں میں اس کو آپ شائع کرا دیں۔ جبکہ آپ کا منشاء اظہار حق ہے۔ اور یہ معیار آپ کے اور ہمارے مذہب کے موافق ہے۔ اور اب برائے خدا اس کے قبول کرنے میں توقف نہ کریں۔ اب بہرحال وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ سچے مذہب کے انوار اور برکات ظاہر کرے اور دُنیا کو ایک ہی مذہب پر کر دیوے۔ سو اگر آپ دل کو قوی کر کے سب سے پہلے اس راہ میں قدم زنیں اور پھر اپنے عہد کو بھی صدق اور جوانمردی کے ساتھ پورا کریں۔ تو خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق ٹھہرینگے اور آپ کی راستبازی کا یہ ہمیشہ کے لئے ایک نشان رہیگا۔

اور اگر آپ یہ فرماویں۔ کہ ہم تو یہ سب باتیں کر گذریں گے اور کسی نشان کے دیکھنے کے بعد دین اسلام

قبول کر لینگے یا دوسری شرائط متذکرہ بالا بجالائیں گے۔ اور یہ عہد پہلے ہی سے تین اخباروں میں چھپوا بھی دیں گے۔ لیکن اگر تم ہی جھوٹے نکلے اور کوئی نشان دکھلا نہ سکے تو تمہیں کیا سزا ہوگی۔ تو میں اس کے جواب میں حسب منشاء توریت سزائے موت اپنے لئے قبول کرتا ہوں۔ اور اگر یہ خلاف قانون ہو۔ تو کل جائیداد اپنی آپ کو دیدوں گا جس طرح چاہیں پہلے مجھ سے تسلی کرالیں"

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آتھم کو جو نشان دکھانا چاہا ہے۔ اس میں آتھم سے چاہا ہے کہ جبتک وہ اس قسم کا نشان نہ دکھلائے اس پر اعتراض کا حق نہ ہوگا۔

دوم۔ اگر وہ مقابلہ نہ کرے اور دین اسلام بھی قبول نہ کرے اور تاوان بھی نہ دے۔ پھر اسے ایک **قہری نشان** دکھایا جاوے گا۔

سوم۔ پہلا نشان ایسا ہوگا کہ وہ کسی خاص فرد یا ایک گروہ پر بر رنگ حادثہ ہوگا۔

یہ باتیں اس خط و کتابت سے مستنبط ہوتی ہیں اور اس **نشان نمائی** کو آتھم نے منظور کر لیا۔ اس کے بعد امرتسر والا مباحثہ ہوا۔ اور اس مباحثہ کے آخری دن وہ پیشگوئی کی گئی۔ جس پر ہم بحث کر رہے ہیں۔

امرتسری منکر کا سفلہ پن

امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس لفظ پر "کہ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں" نہایت سفلہ پن سے اعتراض کیا ہے کہ مرزا جی خود بھی اس بحث کو معمولی جانتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا جی کے سادہ لوح حواری اس بحث پر بہت کچھ ناز کیا کرتے ہیں۔ بلکہ خنزیروں اور عیسائیوں کا قتل اسی کو بتلایا کرتے ہیں"

عیسائیوں اور خنزیروں کا قتل معلوم نہیں امرتسری منکر نے کہاں سے نکالا ہے۔ کہ اس بحث کو احمدیوں نے کہا ہو۔ مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ بحث معمولی نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو معمولی بحث قرار نہیں دیا۔ بلکہ غیر معمولی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"الحمد للہ والمنۃ۔ اگر یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی۔ تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور شوخی کرتا ہے۔ لیکن اب میں جانتا ہوں کہ **فیصلہ کا وقت آگیا**۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنیکا اتفاق پڑا؟ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا!"

احمق! غور کر کے دیکھ۔ کہ اس سے یہ مباحثہ **غیر معمولی** ثابت ہوتا ہے یا **معمولی**۔ معمولی مباحثات میں ایسی متحدیانہ پیشگویاں کون کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو صاف صاف بتا دیا کہ انسان ظالم باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا جیسا کہ امرتسری منکر اپنے طرز عمل سے ثابت کر رہا ہے۔ بہت ہی کم ہوتا ہے کہ مباحثات میں کسی نے اپنی غلطی کا اقرار کیا ہو۔ مگر ایسے **فوق العادت** نشانات کم از کم **حجت** پوری کر دیتے ہیں۔ **ہدائیت** پانا تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

پس غیر معمولی بحث تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ اس میں ایک **خارق عادت نشان تحدی** کے طور پر پیش کیا گیا۔ بلکہ اس جدید علم کلام سے کام لیا گیا۔ جس نے **مسیحی مذہب** کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لئے [illegible] کر دیا اور **قرآن مجید** اور اسلام کی عظمت ثابت ہوگئی اور وہ یہ تھا کہ جو دعویٰ کیا جاوے۔ وہ ہر ایک کتاب اپنے اندر سے کرے اور اس کے دلائل بھی اسی کتاب سے پیش کئے جاویں۔ اس معیار پر انجیل کے حامل پورے نہ اتر سکے۔ اور انہیں حیران رہ جانا پڑا۔ اس معیار کو پیش کر کے آپ نے ہمیشہ کے لئے

صلیب کو توڑ ڈالا

غرض اس بحث کو **معمولی** مباحثہ قرار دینا اور اس رنگ سے احمدیوں پر حملہ کرنا یہ شرافت سے بعید ہے۔

اب اس پیشگوئی پر امرتسری منکر کے اعتراضات کو سلسلہ وار دیکھتے ہیں۔ امرتسری منکر نے اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہوئے پہلے ان تشریحات کو عذرات کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں کی ہیں۔

پہلا عذر

امرتسری منکر نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۲ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے منسوب کر کے بحوالہ (انوار الاسلام صفحہ ۲) پہلا عذر یہ لکھا ہے۔

"کہ فریق سے مراد صرف آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے۔ جو اس بحث میں اس کی معاون تھی۔ گو یہ بھی مانتے ہیں کہ آتھم سب سے مقدم ہے"

پھر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

اس توجیہ سے یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ اس پیشگوئی کو وسعت دی جاوے۔ چنانچہ اس وسعت پر تشریح کرتے ہیں۔ کہ اسی عرصہ میں پادری رائٹ ناگہاں مر گیا۔ جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو

جو اس کا دوست تھا۔ سخت صدمہ پہنچا۔ وغیرہ وغیرہ"

پھر اس عذر کا جواب آپ ہی امرتسری منکر یہ دیتا ہے۔

"اُس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خود مرزا جی ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کرتے ہیں کہ فریق سے مراد صرف آتھم تھا"

ان تمام تحریرات پر نظر کرنے کے بعد یکجائی طور پر یہ نتیجہ برامد ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو **فریق** کا مفہوم وسیع کیا ہے۔ یہ اس لئے صحیح نہیں کہ ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں **فریق** کے مفہوم کو آپ نے آتھم سے مخصوص کر دیا تھا۔ اس لئے یہ توجیہہ امرتسری منکر کے نزدیک درست نہیں۔

فاما الجواب - امرتسری منکر نے فریق کے معنوں پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان متعلقہ مقدمہ کلارک سے استشہاد کیا ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمن اور دُشمن بھی، وہ دشمن جن کے حق میں پیشگوئی تھی۔ وہ اس کے کیا معنے سمجھتے تھے؟

ڈاکٹر کلارک کی شہادت

اس لئے سب سے اول ہم ڈاکٹر کلارک کا بیان پیش کرتے ہیں جو اپنے آپ کو بھی فریق میں داخل سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے بیان حلفی میں کہتا ہے:۔

"جب سے مسٹر عبداللہ آتھم انتقال کر گئے۔ صرف میں ہی اس مباحثہ کے متعلق ایک سرگروہ رہ گیا ہوں" ص ۱۴۵ کتاب البریہ

پھر بیان کرتا ہے۔

"اور **فریق** کے لفظ میں ہم اپنے آپ کو داخل سمجھتے ہیں" کتاب البریہ ص ۱۶۲

یوسف خان مسیحی گواہ کلارک کی شہادت

یوسف خان مسیحی جو کلارک کا اس مقدمہ میں گواہ تھا۔ اس نے ۲۰۔ اگست ۱۸۹۷ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے بالمواجہ اپنا حلفی بیان یوں دیا ہے۔

"اختتام مباحثہ پر ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی جو حرف A پر درج ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ جو فریق ناحق پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ نوٹ۔ گواہ نے پیشگوئی کو پڑھ کر کہا کہ جو فریق غلطی پر ہے شکست کھائے گا یعنی

برباد ہوگا۔ اس وقت میں نے یہی سمجھا تھا کہ عبداللہ آتھم کے واسطے یہ پیشگوئی ہے مگر بعد میں مرزا صاحب نے زبانی تشریح کی تھی کہ جو جو شخص فریق مخالف کا ہے۔ ہر ایک کے واسطے یہ پیشگوئی ہے۔ قادیان آٹھ نو روز بعد پہنچکر دریافت کیا تھا" کتاب البریہ ص ۲۴۲

یوسف مسیحی کا بیان صاف ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ سے اس پیشگوئی کی تصریح یہ سُنی تھی

مجسٹریٹ کی تنقید

مجسٹریٹ مقدمہ کپتان ڈگلس نے روئیداد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اختتام مباحثہ پر مرزا غلام احمدؑ نے پیشگوئی کی کہ مسیحی جو مباحثہ میں شامل ہیں۔ پندرہ مہینے کے اندر مر جائیں گے"

پھر کپتان ڈگلس صاحب نے لکھا ہے۔

"۱۸۹۳ء کی پیشگوئی اس طرح سے ہے (وہ فریق جو دانستہ جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور ضعیف انسان کو خدا بنا رہا ہے ہلاک ہوگا وغیرہ وغیرہ) اور (وہ شخص جو سچے خدا کو مان رہا ہے۔ بڑی عزت پائیگا) لفظ ضعیف آدمی کو خدا بنانا صاف طور سے **فریق** کا تعلق عیسائی گروہ سے ظاہر کرتے ہیں جس **فریق** سے ڈاکٹر کلارک بھی ہے اور قیاساً وہ شخص جس کا بعد ازاں ذکر ہے مرزا صاحب ہے" کتاب البریہ ص ۲۶۰

ان تمام عبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی گروہ جس کی نسبت پیشگوئی تھی۔ اپنے آپ کو **فریق** میں داخل سمجھتا ہے اور اپنے حلفی بیان میں اس کا اقرار کرتا ہے اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ امرتسری منکر یا اس کے لگے سگوں کا کیا حق ہے کہ

وہ کہیں کہ فریق سے صرف آتھم مراد تھا

اب صرف ایک امر باقی رہ جاتا ہے کہ فریق سے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ اس مقدمہ میں صرف آتھم مراد لیا ہے۔ تو پھر دوسرے لوگ اس میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب البریۃ میں صفحہ ۲۶۰ پر ایک حاشیہ پر اس کو بھی صاف کر دیا ہے۔ لکھا ہے کہ "یہ ضرور نہیں کہ الہامی پیشگوئیوں کے پہلو یکدفعہ معلوم ہو جائیں۔ اسی لئے ہمارے خیال میں ابتدا سے یہی رہا کہ یہ پیشگوئی خاص آتھم سے متعلق ہے اور آتھم کے نام ہی بار بار اشتہار جاری ہوئے اور اسی کو قسم کے لئے بلایا گیا۔ ہاں جبکہ بعض مسیحی شریک بحث پر بھی اس کا اثر پڑا۔ تو یہ سمجھا گیا

کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی اس میں داخل ہوں گے۔"

حضرت اقدس کے اس بیان کے بعد تضاد اور تخالف نہیں رہتا۔ چونکہ آپ صرف آتھم کو مصداق اور مخاطب صحیح امر پیشگوئی کا عملی رنگ میں سمجھتے تھے۔ آپ نے وہی بیان کیا۔ لیکن جب واقعات نے ثابت کیا کہ دوسرے لوگ بھی داخل ہیں تو آپ نے اس کا بھی اظہار کردیا۔

اور یہ امر مسلم ہے کہ علم تفسیر کے رو سے کسی ایسی آئت کے معنے میں جس میں تعلق کسی پیشگوئی کا ہو۔ واقع ہونے پیشگوئی تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک اجتہادی امر ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کی حقیقت کا علم لنا میں داخل ہے اور خود امرتسری منکر اپنی کتاب اتباع سلف کے صفحہ ۳۰ پر تفسیر کی "پانچویں شاخ زمانہ گذشتہ یا آئندہ کی حکائت ہے" کے ضمن میں صفحہ ۳۱ پر شرح نخبہ وغیرہ کے حوالہ سے لکھتا ہے "کتب تفسیر کی روایات کی نسبت قطعی صحت کی رائے لگانا ٹھیک نہیں جبتک کہ ان کی تحقیق نہ کرلی جاوے۔"

اس کا مطلب اور مقصود یہی ہے کہ واقعات آئندہ کی پیشگوئیوں کے متعلق کسی کی رائے کافی نہیں ہے۔ علاوہ بریں امرتسری منکر اپنی کتاب مقدمہ تفسیر آیات متشابہات کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے کہ حقیقت شرعیہ احکام میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں (جو شریعت میں بطور حکائت گذشتہ یا بطریق پیشگوئی آئندہ کے الفاظ یا عبارت آوے۔ اُن میں اس کی نظیر نہیں ملتی؟) اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ پیشگوئی کے وہی معنے نہیں ہوسکتے جو بظاہر اس کے الفاظ سے پائے جاویں نہ کوئی تخصیص ہو سکتی ہے جب تک وہ پوری نہ ہو۔ بلکہ وہ ایک اجتہادی امر ہوگا۔ جب تک وہ امر واقع نہ ہووے۔ اس خصوص میں ضرورت ہے کہ ہم اس امر کے متعلق امرتسری منکر کے روحانی باپ کا مذہب بھی درج کردیں دیکھو اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۷ صفحہ ۲۹۱:-

عصمت انبیاء کا مسئلہ نہائت صحیح و درست اور تسلیم وصحت نبوت کا مناط و مدار ہے مگر وہ انہی امور سے متعلق ہے جو تکلیفی* و تبلیغی ہیں۔ اور ان سے عامہ مکلفین کی ہدائت یا نفع (اگر وہ ٹھیک طور پر ادا

---

* تکلیفی امور سے وہ احکام شرعیہ مراد ہیں۔ جن کے کرنے یا نہ کرنے پر لوگ مکلف و مامور ہیں تبلیغی امور میں احکام شرعیہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کے ذاتی افعال (جن کی تبلیغ وہ اپنے فعل سے کرتے ہیں۔ اور امت پر ان افعال کا اقتدا واجب ہے) بھی داخل ہیں۔ اور امور تبلیغی میں وہ اخبار

ہوں) یا ضلالت و نقصان (اگر اُن کے ادا و تبلیغ میں غلطی ہو) متصور ہے زائد امور میں جو ہدائت اور ضلالت کا مدار نہ ہوں۔ اور نہ اُن کے وقوع یا عدم وقوع سے صدق یا کذب ملہم ثابت ہوتا ہو۔ غلطی فہم یا تعبیر یا اشتباہ مراد اِس عصمت میں خلل انداز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اور اس پر دلیل پیش کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اس تفصیل و دلیل کا محل ہمارا مضمون اثبات نبوت ہے۔ جس کا وقت اتمام عنقریب* آنیوالا ہے۔ اس مقام میں ایسی

گذشتہ یا آئندہ داخل ہیں۔ جن کے صدق سے صدق انبیاء متصور ہے اور کذب سے کذب۔

* جو شائقین ہمارے مضمون اثبات نبوت کا انتظار نہ کرسکیں۔ وہ اس تفصیل و دلیل کو کتب تفاسیر (تفسیر کبیر وغیرہ) و کتب عقائد (شرح عقائد شرح فقہ اکبر۔ تحفہ اثنا عشریہ۔ شرح مواقف وغیرہ) میں ملاحظہ کریں۔

ہم اس مقام میں صرف مذاہب اسلامیہ کی تفصیل کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ سبھی مذاہب میں محل عصمت وہی امور ہیں جو مدار صدق اور متعلق تبلیغ و شریعت ہیں زائد امور کو جن کو شریعت و تبلیغ سے تعلق نہیں۔ اور نہ وہ گناہ یا طاعت سے تعلق رکھتے ہیں عصمت کا محل کوئی نہیں سمجھتا۔

فقہ اکبر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور اس کی شرح منح الازہر (تالیف ملا علی قاری) میں ہے کہ

"والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون من الصغائر والکبائر والکفر والقبائح وقد کانت منھم زلات وخطیات ای عثرات بالنسبۃ الی ما لھم من علی المقامات وسنی الحالات ذکر القاضی ابو زید فی اصول الفقہ ان افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قصد علی اربعۃ	"انبیاء علیہم السلام گناہوں سے صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ خصوصاً کفر اور بے حیائی کے کاموں سے معصوم ہوتے ہیں۔ ہاں انبیاء سے لغزش اور بھول چوک ہوجاتی ہے۔ جو ان کے عالی مقامات اور روشن حالات کی طرف نظر کرنے سے خطا معلوم ہوتے ہیں۔ قاضی ابو زید نے اصول فقہ میں فرمایا ہے کہ نبی صلعم کے افعال جو قصداً ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ چار قسم

تفصیلوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں سید المرسلین خاتم المرسلین کا بعض العامات (غیر متعلق

اقسام واجب ومستحب مباح وزلة فاما كان يقع غير قصده كما يكون من النائم والمخطی ونحوهما فلا عبرة بها لانها غير داخلة تحت الخطاب ثم الزلة لا تخلو عن القرآن ببيان انها زلة اما من الفاعل نفسه كقول موسى حين قتل القبطی يو كزته هذا من عمل الشيطان واما من الله سبحانه كما قال تعالى فی حق آدم وعصی آدم ربه فغوی مع انه قيل زلة كانت قبل نبوة لقوله تعالى ثم اجتبه ربه فتاب عليه وهدی واذا لم يخلو الزلة عن البيان لم يشكل على احد انها غير صالح للاقتداء بها فتبقى العبرة للانواع الثلثة وقد ذكر شمس الائمة ايضا نحوه وفی شرح العقائد ان الانبياء معصومون عن الكذب

— حاشیہ صفحہ الخ

ہیں۔ واجب۔ مستحب۔ مباح اور لغزش اور جو جو بلا قصد سرزد ہوجائے۔ جیسے سوتے ہوئے یا بھولنے والے کا فعل اس کا اعتبار نہیں کیونکہ وہ متعلق حکم الٰہی نہیں۔ اور فعل لغزش کے ساتھ اس کی لغزش کا بیان ضروری ہے خواہ نبی سے ہو (جیسے حضرت موسیٰ کا اپنے فعل قتل قبطی کی نسبت یہ کہنا کہ یہ فعل شیطان ہے) خواہ خدا کی طرف سے جیسے خدا کا (حضرت آدم کے ممنوع درخت کا پھل کھانے پر) یہ فرمانا کہ آدم نے اپنے اس فعل میں اپنے رب کا کہا نہیں مانا اور چونکہ انبیاء کی لغزش اس بیان سے خالی نہیں ہوتی۔ لہذا یہ بات کسی پر مشتبہ نہیں۔ کہ انبیاء کا فعل لغزش لائق اقتداء نہیں۔ پس لائق اعتبار پہلے تین قسم ہوئے۔ ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے۔ اور شرح عقائد میں ہے۔ کہ انبیاء جھوٹ سے خصوصاً اس امر میں جو شرع وتبلیغ احکام اور ہدائت امت کے متعلق ہو۔ معصوم ہوتے ہیں۔ عمداً گناہ کرنے سے تو سب کے نزدیک معصوم ہیں۔ بھولے سے گناہ کرنے سے اکثر کے خیال میں

پر تکلیف وتبلیغ) کے مراد سمجھتے ہیں۔ اشتباہ وشک پایا جاتا ہے۔

خصوصا فی ما يتعلق بامر الشرع وتبليغ الاحكام وارشاد الامة اما عمدا فبالاجماع واما سهوا فعند الاكثرين وفی عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو انهم معصومون عن الكفر قبل الوحی وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور خلافا للحشويه واما سهوا فجوزه الاكثرون واما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور خلافا للجبائی واتباعه ويجوز سهوا بالاتفاق الا ما يدل على الخسنة كسرقة لقمة وتطفيف حبه لكن المحققين اشترطوا ان ينبهوا عليه فينتهوا عنه هذا كله بعد الوحی واما قبله فلا دليل على امتناع صدور الكبيرة خلافا للمعتزلة ومنع الشيعة صدور الصغيرة

— حاشیہ صفحہ الخ

جھوٹ کے سوا اور گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ مذاہب کی یہ تفصیل ہے کہ کفر سے تو وہ نبوۃ سے پہلے اور پیچھے معصوم ہیں ایسا ہی عمداً کبیرہ گناہ کرنے سے اس میں حشویہ کو (جو قرآن وحدیث کے ظاہری الفاظ بے سوچے سمجھے پکڑ لیتے ہیں) خلاف ہے وہ عمداً گناہوں کے سرزد ہونے کے بھی قائل ہیں۔ بھولے سے گناہ سرزد ہونے کو اکثر ممکن سمجھتے ہیں۔ چھوٹے گناہوں کا عمداً سرزد ہونا جمہور کے نزدیک جائز ہے اس میں جبائی معتزلی اور اس کے اتباع کو خلاف ہے۔ سہواً سرزد ہونا صغائر کا سب کے نزدیک درست ہے بجز ایسے صغیرہ کے جس میں خست پائی جاوے جیسے ایک لقمہ کا چرالینا یا ایک دانہ وزن میں کم دینا۔ لیکن محققین کہتے ہیں کہ ایسے صغائر سے بھی ان کا خدا کی طرف سے متنبہ ہو کر باز آجانا ضروری ہے یہ نبوت سے پیچھے زمانے کا حکم ہے۔ اور نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کے سرزد ہونے کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس میں معتزلہ کو خلاف ہے۔ شیعہ کا یہ قول ہے۔ کہ نبی نبوت سے پہلے اور پیچھے صغیرہ اور کبیرہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام منامی (یعنی خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رض

عن عائشة ان النبی صلعم قال
لها اریتك فی المنام مرتین انك
فی سرقة من حریر ویقول هذا
امرءتك فاكشف عنها فاذا هی
انت فاقول ان یك هذا من
عند الله یمضه (صحیح بخاری
صفحہ ۵۵۱) قال القسطلانی ناقلا
عن شرح المشكوة وجه التردد
هل هی رویا وحی علی ظاهرها
وحقیقتها او رویا وحی لها تعبیر
وکلا الامرین جائز فی حق
الانبیاء قال فی الفتح هو
المعتمد وبه جزم السهیلی
عن ابن العربی۔
(شرح قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۷)

کی صورت قبل از نکاح مشاہد کرائی گئی اور کہا گیا
کہ یہ تیری زوجہ ہوگی۔ آنحضرت کو باوجودیکہ
آپ کو اصل الہام میں شک نہ تھا۔ اور انبیاء
کا الہام منامی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ یقینی ہوا
ہوا کرتا ہے) اس الہام کی تعبیر
و مراد سمجھنے میں اشتباہ واقع ہوگیا
اور آپ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ
خدا کی طرف سے ہے (یعنی
بظاہر معنی کہ اس صورت سے
عائشہ صدیقہ رض ہی مراد ہو) تو
خدا اس کو سچا کریگا۔

عن ابی موسیٰ عن النبی صلعم

(۲) آنحضرت صلعم کو الہام منامی
میں آپ کی ہجرت کی ایسی جگہ دکھائی
گئی۔ جس میں درخت خرما تھے اس
کی تعبیر آپ کے خیال میں یہ
آئی۔ کہ وہ یمامہ ہے یا موضع ہجر

✱ بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

والكبيرة قبل الوحی وبعده
(شرح فقه اكبر صفحہ ۳۴ وغیرہ)

گناہوں سے بھی معصوم ہوتا ہے!

اس تفصیل مذاہب سے ثابت ہوا کہ جو امر زائد وغیر متعلق بہ تکلیف ہو۔ اور اس کو
صغیرہ یا کبیرہ گناہ نہ کہا جاسکے۔ اس میں کسی مذہب کے رو سے نبی کی خطا سے محافظت
ضروری نہیں۔ ان مذاہب کے دلائل دیکھنے ہوں۔ تو تفسیر کبیر جلد (۱ صفحہ ۲۵۸)
اور شرح مواقف صفحہ (۶۸۸) ملاحظہ کریں۔

رایت فی المنام انی اهاجر من مكة الی
ارض بها نخل فذهب وهلی انها الیمامة
فاذا هی یثرب (صحیح بخاری صفحہ ۵۵۱)

مگر یہ خیال واقع کے مخالف نکلا۔ وہ ہجرت
کی جگہ مدینہ طیبہ تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود اس امر کا اظہار فرمایا۔

جب ان دونوں الہاموں کے (جو متعلق بہ تبلیغ و تکلیف نہیں) معنے سمجھنے
میں سید العالمین وخاتم المرسلین کو شک واشتباہ واقع ہوا۔ اور الہام دوم کے
سمجھنے میں تو آپ کا خیال واقع کے بھی مخالف نکلا۔ تو پھر مؤلف براہین
احمدیہ کا (جو نبی نہیں ہے۔ صرف نبی آخر الزمان کے خادموں اور امتیوں سے ہے)
ایک لفظ الہامی غیر زبان کے سمجھنے میں غلطی کرنا جس سے نہ کوئی گمراہی مخلوق
متصور ہے نہ اس سے الہام یا ملہم کی کسی خبر کی نسبت خلاف گوئی ثابت ہوتی ہے کونسا
محل تعجب و انکار ہے"۔

ایڈیٹر اشاعت السنہ کے اس بیان کے موافق یہ ثابت ہے کہ اجتہادی غلطی ممکن ہے
اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو واقعات پیش کرکے بتایا ہے کہ کس طرح غلطی کا امکان
ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فریق کا مفہوم
سمجھنے میں غلطی بھی کھائی ہو تو کوئی نقصان نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت فاضل امروہی نے اپنے رسالہ اعلام الناس حصہ اول میں
دس شواہد ایسے لکھے ہیں۔ جن میں پیشگویوں کا مفہوم اول کچھ اور سمجھا گیا اور وقوع کسی اور رنگ
میں ہوا۔ ان میں سے چند شواہد میں یہاں تائید مزید کے لئے دیتا ہوں۔

"جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے۔ ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک
کہ وہ واقع نہ ہو لیں صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی البتہ اُن پر ایمان لانا جیسا کہ اُن
کے الفاظ و معانی ظاہرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ضروری ہے۔ اس کی چند نظیریں بطور شواہد کے
میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اصل مدعی ہر شخص منصف کی سمجھ میں آجاوے اور اس مقدمہ کا ثبوت
بھی اُس سے ہو جاوے۔ انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے اِنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنْہُ لَمَّا جَمَعَ الْمَصَاحِفَ رَوٰی لَہٗ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

سلم يقول ان اشد امتي حبا لي قوم يأتون من بعدي يؤمنون بي ولم يروني يعملون بما في الورق قال ابو هريرة فقلت اي ورق حتى رأيت المصاحف ففرح بذالك عثمان واجاز اباهريرة بعشرة الاف درهم وقال انك لتحفظ علينا حديث نبينا دیکھو حضرت ابوہریرہ کو حقیقت اور ماہیت ورق کی معلوم نہ ہوئی۔ اور یہ کہتے رہے کہ اي الورق جبتک کہ کل قرآن شریف مصاحف میں جمع نہ ہوا اور جب مرتب و مجمع ہو گیا۔ تب معلوم ہوا کہ مراد ورق سے قرآن مجید اور مصحف کریم سے ہے حالانکہ معنی حقیقی ورق کے مصحف اور قرآن مجید نہیں ہیں۔ معہذا اس حدیث میں حقیقت شرعیہ ورق کی بعد وقوع کے گویا حدیث میں حدیث میں بھی قرآن مجید رہی۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هلكة امتي على يدي غلمة من قريش رواه البخاري باتفاق شارحین حدیث یہ پیشین گوئی واقع ہو چکی مراد امت سے صحابہ اور اہل بیت ہیں اور مراد غلمۂ قریش سے یزید اور عبداللہ بن زیاد و غیرہما ہیں۔ اب جو شخص معنی غلمة من قریش کے حقیقی مراد لے اور لفظ امت سے جو معنی متعارف ہیں وہ لئے جاویں تو اُس کے نزدیک یہ پیشین گوئی ابتک واقع نہیں ہوئی۔

عن عائشة رضي الله عنها ان بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبي صلى الله عليه وسلم اينا اسرع بك لحوقا قال اطولكن يدا فاخذوا قصبة يذرعونها وكانت سودة اطولهن يدا فعلمنا بعد انما كان طول يدها الصدقة وكانت اسرعنا لحوقا به زينب وكانت تحب الصدقة متفق عليه ولفظه للبخاري مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرما کر کہا کہ دیکھو اس پیشین گوئی کی تاویل قبل وقوع صحابہ کو معلوم نہ ہوئی۔ جب کہ حضرت زینبؓ کا انتقال سب ازواج میں اول ہوا تب اس کی تاویل معلوم ہوئی۔ میں کہتا ہوں مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ قبل وقوع واقعہ کے کسی مسئلہ میں تدقیق اور چھان بین نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ اول بخطاب سائل ہل وقعت دریافت کرکے جواب دیتے تھے۔ پس جبکہ امور احکامیہ کا یہ حال تھا تو پیشین گوئیوں مستقبلہ کی کرید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بجز اس کے کہ ان کے الفاظ ظاہر پر ایمان لایا جاوے ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ

لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين محلقين رؤسكم ومقصرين لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذالك فتحا قريبا اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ساتھ اصحاب کے آپ مکہ کو تشریف لیگئے اور وہاں بفراغ خاطر عمرہ کیا یہ خواب آپؐ نے اصحاب سے بیان کیا چونکہ اشتیاق زیارت کعبۂ معظمہ کا از حد تھا مکہ کے چلنے کی طیاری کر دی اور آنحضرتؐ بھی ہمراہ اُن کے روانہ ہوئے۔ جب قریب مکہ معظمہ کے پہونچے۔ کفار قریش مانع آئے اور آخرکار وہیں پر آپؐ کے اور کفار قریش کے مصالحہ ہوا اور یہ قول و قرار ہوا کہ اس سال میں عمرہ نہ کریں۔ سال آئندہ میں آکر کریں۔ صحابہ اس بات سے بہت ملول ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کی تعیین وقت میں صحابۂ کرام سے بھی خطا واقع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے عالی بھی اولاً صحابۂ کرام کے ہی موافق رہی لیکن اصل حال یہ تھا کہ خواب بیشک سچا تھا لیکن اس میں کچھ اسی سال کی تعیین نہ تھی۔

امام احمدؒ اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوۃ شریف میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ بیشک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائیگا پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اُتار دو۔ تو تم مت اتاریو یہاں تک کہ مجھسے ملاقات کرو۔ اس پیشین گوئی میں اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے جاویں تو یہ پیشین گوئی واقع نہیں ہوئی و نعوذ باللہ منہ۔ باوجودیکہ بصیغہ تاکید آنحضرتؐ نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ لیکن قمیص کنایہ خلافت سے ہے۔ سو مطابق اس کے واقع ہوا۔

تحریر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن عمرو بن حسن سے روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں حضرت علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ سو انہوں نے شمر کو دیکھ کر فرمایا کہ سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک کتا گبرا میرے اہلبیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے۔ واضح ہو کہ شمر ابرص تھا یعنی اس کے بدن پر سفید داغ تھے۔ اگر کتے کے معنے حقیقی لئے جاویں۔ تو یہ پیشین گوئی وقوع میں نہیں آئی۔ مگر حضرت امام ممدوح نے اس کی تطبیق اور تاویل کو خود بیان فرمادیا۔

نسیم الریاض میں لکھا ہے بیہقی اور طبرانی اور ابن حکیم مبی نے ابوھریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک گھر میں ہم دس آدمی تھے۔ جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم میں سے پیچھے مریگا نار میں ہوگا۔ سو آٹھ تو مر چکے ہیں سمرہ اور میں باقی ہوں۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جو کوئی کہ دیتا کہ سمرہ مر گئے تو بیہوش ہو جاتے حتیٰ کہ سمرہ سے پہلے اُن کا انتقال ہوا یہاں پر مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نار سے آگ دُنیا کی تھی نہ نار دوزخ۔ چنانچہ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ سمرہ بن جندب جو سب سے پیچھے مرے آگ میں جل کر مرے اس پیشین گوئی کا ظاہر یہی کہہ رہا تھا کہ جو آخر میں مرے گا وہ دوزخ میں ہوگا اور یہی مطلب ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بھی سمجھے تھے لیکن مراد مخبر صادق کی اُس سے نار دُنیا ہی تھی۔

تحریر الشہادتین میں لکھا ہے قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنِّیْ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ کَبْشًا یَسْتَحِلُّ بِہٖ مَکَّۃَ فَلَا اَکُوْنُ اَنَا ذَالِکَ الْکَبْشُ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے مصداق آخر کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہوئے کہ اُن کے واسطے حجاج بن یوسف ثقفی ظالم نے کوہ ابوقبیس پر منجنیق کھڑی کی اور حرم کعبہ کو سنگسار کیا۔ یہاں تک کہ ایک پتھر کے صدمہ سے حجر اسود کا کونا ٹوٹ گیا۔ اور حرم شریف میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بہت سے خون ناحق کئے۔

اب دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر یہ پیشین گوئی بموجب تصریح شارحین حدیث کے واقع ہو چکی تو کیا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حقیقتاً مینڈھے تھے۔

بیہقی نے عروہ اور سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا۔ واضح کہ ابی بن خلف کافران قریش میں سے تھا جب آپ کو مکے میں ملتا تو کہتا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے اُس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں ہی تجھے قتل کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ سو بروز جنگ احد یہ کہتا ہوا آیا کہ کہاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج میرے ہاتھ سے وہ نہ بچیں گے اصحاب کرام نے چاہا کہ اُسے روکیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنے دو جب وہ متصل پہنچا تب آپ نے اُس کے حلق پر ایک جگہ زرہ سے خالی دیکھ کر ایک نیزہ مار دیا ایک زخم پوست خراش

لگا کہ اس میں سے خون بھی نہ نکلا۔ مگر وہ گھوڑے سے گر پڑا اور پھر بھاگ کر قریش میں جا ملا لوگوں نے کہا کہ تجھے کچھ اندیشے کی بات نہیں۔ لیکن بالآخر اُسی زخم سے راہ میں مکّے کے پھرتے ہوئے سو اصل جہنم ہوا۔ مواہب میں در غزوۂ احد لکھا ہے۔ کہ ابی بن خلف بطن رابغ میں مرا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک بار تھوڑی رات گئے میں بطن رابغ میں چلا جاتا تھا۔ ایک بارگی ایک آگ مشتعل ہوئی۔ میں اس کے متصل گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی زنجیروں میں بندھا ہوا اس آگ میں سے نکلنا چاہتا ہے اور چلّاتا ہے کہ میں پیاسا ہوں۔ اور ایک شخص کہتا ہے کہ اسے پانی مت دیجیو یہ مقتول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ابی بن خلف۔ اس پیشین گوئی کے لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ جو معنی ظاہر قتل کے ہیں۔ وہ یہاں پر نہیں پائے گئے۔ باوجودیکہ یہ پیشین گوئی واقع ہو چکی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

ان شواہد کے پڑھنے سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین کا یہی اصول پیشگوئیوں کے متعلق رہا ہے مگر امرتسری منکر اس اصول سے شائد بیزار ہے جو باوجودیکہ اسے سنت نبوی میں اس کے نظائر معلوم ہیں مگر پھر بھی **آتھم کی پیشگوئی** کے مفہوم پر اعتراض کرتا ہے۔

ایک خدا ترس اور سلیم الفہم انسان ان شواہد اور حوالجات کے بعد کبھی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت مسیح موعود کے اس بیان پر جو آپ نے آتھم کی پیشگوئی کے لفظ **فریق** کے متعلق دیا ہے اعتراض کرے بلکہ اس کی سعادت مندی یہی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے۔

اس بحث کے بعد پیشگوئی کے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

فریق کی بحث

اگرچہ فریق کی بحث ایک حد تک ختم کر دی گئی ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خود فریق مخالف اپنے آپ کو پیشگوئی میں داخل سمجھتا تھا۔ پس جبکہ وہ اپنے کو داخل سمجھتا ہے اور فی نفسہٖ ہے بھی تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس رنگ میں **پیشگوئی پوری ہوئی؟**

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے۔ اگر **فریق** کے رنگ میں پیشگوئی کا ظہور نہ ہوا ہوتا۔ تو امرتسری منکر کو اس بحث کے چھیڑنے ہی کی کیا حاجت تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود نے فریق میں دوسرے لوگوں کو داخل نہیں کیا۔

چونکہ وہ یہ بخوبی جانتا تھا۔ کہ پیشگوئی اس شق کے لحاظ سے پوری ہوچکی ہے اور آتھم بعض اپنے شرکاء اور دوستوں کی موت سے متاثر ہوچکا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی پریشانی اور خشیت سے قضاء قدر کو جو اس کے متعلق معلق تھی۔ مبدل بہ رحم کرنے کی تحریک کی۔

"فریق کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا۔ کیونکہ دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر پندرہ دن جھگڑتا رہا۔ مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور سرگروہ بھی تھے۔ کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے۔ جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا۔ کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔" (انوار الاسلام صفحہ ۲)

یہ فریق کے معنی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود کئے ہیں۔ پیشگوئی میں پہلا لفظ فریق ہی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ پہلے اسی کے متعلق تحقیقات کریں۔ جب یہ ثابت ہوجاوے کہ فریق سے مراد آتھم ہی نہیں۔ بلکہ اس کے دوسرے شرکاء بھی ہیں۔ تو دوسرا کام ہمارا یہ ہوگا کہ کیا اس حیثیت سے پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں؟

پس پیشگوئی کے الفاظ میں لفظ فریق ہے۔ الہام میں عبداللہ آتھم کا نام نہیں تھا۔ پھر جبکہ الہامی الفاظ میں فریق کا لفظ ہے تو کیوں الہامی لفظ فریق کو صرف عبداللہ آتھم کے وجود پر محدود کیا جاتا ہے؟ اور کیوں تمام واقعات کو یکجائی نظر سے نہیں دیکھا جاتا؟ کیا مسٹر عبداللہ آتھم نے مستقل طور پر بغیر کسی فریق قایم ہونے کے آپ ہی بحث کی تھی اور کوئی اس کا معاون اور سرگروہ نہ تھا؟ اگر ایک فریق قائم ہو کر اس فریق کے انتخاب سے مسٹر عبداللہ آتھم بحث کے لئے چنے گئے تھے تو پھر اس فریق کو باوجودیکہ الہامی عبارت میں داخل ہے کیوں باہر رکھا جاتا ہے؟ ہر ایک صاحب دل انصاف پسند کا فرض ہے کہ وہ اصل الفاظ کی پیروی کرے نہ کہ اپنے خیالات کی۔ بہر حال یہ امر ہر دانشمند اور منصف مزاج کو ماننا پڑیگا کہ عبداللہ آتھم فریق مخالف میں سے ایک جزو تھا۔ اس لئے وہ اس پیشگوئی کا سب سے زیادہ موضوع سمجھا گیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس بحث کے محرک اور مجوز یا بحث میں آتھم کے موید تھے سب کے سب اجمالی رنگ میں اس میں شامل تھے۔

اب صرف یہ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ پھر اس فریق کو کیا ذلت پہونچی؟ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ کہ فریق مخالف کی ذلت اور اس پر پیشگوئی کے اثر ہی کا تو دھڑکا تھا۔ جس نے ثناء اللہ اور اس کے اقران کو فریق کی توجیہہ کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ خود ان کا دل اس بات کو تسلیم کرتا تھا۔

سب سے اول ڈاکٹر یوحنا جو اس مباحثہ کا بانی تھا اور خاص جنڈیالہ ہی میں رہتا تھا۔ میعاد مقررہ کے اندر فوت ہوگیا۔ یہ عیسائی جماعت میں ایک اعلیٰ کارکن سمجھا جاتا تھا اور عین مباحثہ میں اسے مباحثہ کی طبع کا اہتمام سپرد کیا گیا تھا۔ پھر پادری رائٹ صاحب کو خدا تعالیٰ نے لیا۔ یہ آنریری طور پر مشن کا کام کرتے تھے۔ یہ شخص اپنی حیثیت اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہونچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے۔ اس کی وفات پر امرتسر کے گرجہ میں جو افسوس ظاہر کیا گیا۔ وہ صاف بتاتا ہے کہ عیسائی جماعت نے اس کو غضب الٰہی کا نمونہ یقین کیا۔ پادری عماد الدین نے ان الفاظ میں اس کا افسوس کیا تھا اور اس رسالہ کے لکھنے والا اس جلسہ میں خدا کے فضل سے موجود تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"آج رات خدا کی غضب کی لاٹھی ہم پر چلی اور اس کی خفیہ تلوار نے بے خبری میں ہم کو قتل کیا"

اب خدا کے لئے انصاف کرو کہ موت تو ایسی شئے ہے کہ وہ ٹل نہیں سکتی ہے آتی ہے اور ضرور آتی ہے۔ پادری رائٹ کی وفات کو امرتسر کی عیسائی سوسائٹی نے آپ خدا کی قہری تجلی کا ایک نشان قرار دیا۔ اور اس کی موت ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے غضب کا ایک ظہور تھا۔

اسی طرح پر پادری ٹامس ہاول جو آتھم کے مشیر اور معاون تھے سخت بیماری کے ابتلا میں رہے اور مر مر کر بچے اور پادری عبداللہ جس کو عبرانی کا بڑا ماہر کہا جاتا تھا اُس نے بھی اس مصیبت سے حصہ لیا۔

پھر انہیں ایام میں امرتسری عیسائی سوسائٹی کو ایک ایسی ذلت اور رسوائی پہونچی جس سے ان کا ناک ہی کٹ گیا اور وہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷ مارچ ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار معیار الاخیار والاشرار کے عنوان سے دیا۔ جو درج ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب السمٰوات العلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمدٍ خیر الرسل وافضل کل من

ارسل الی الورٰی واصحابہ الطیّبین والہ الطاھرین وکلمن تبعہ واتقی

پیر ما سیّد ما مصطفےٰ ست	آنکہ ندیدست نظیرش سروش	آنکہ خدا شکل رخش نا فرید	آنکہ رہش مخزن ہر عقل و ہوش
دُشمن دین حملہ برو میکند	حیف بود گر بنشینم خموش	چوں سخن سفلہ بگوشم رسید	در دلِ من خاست چوں محشر خروش
چند توانم کہ شکیبے کنم	چند کند صبر دل نہ ہر نوش	آں نہ مسلمان بتر از کافر است	کس نبود انبیئے از پاک جوش
جاں شود از اندرہ پاکش فدا	مژدہ ہمیں است گر آید بگوش	سر کہ نہ در پائے عزیزش رود	بارِ گران ست کشیدن بدوش

اِشتہار مِعیار الاخیار والاشرار

بمقابلہ پادری عماد الدین اور دُوسرے پادری صاحبوں کے

بوعدہ انعام پانچہزار روپیہ ۵۰۰۰

واضح ہو کہ پادری عماد الدین صاحب کا ہمیشہ یہ دعوی ہے کہ قرآن شریف فصیح بلیغ کلام نہیں ہے اور جو کچھ اس پاک کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت بلاغت وغیرہ لوازم دقائق حقائق کی رُو سے معجزہ ہے یہ بات نعوذ باللہ جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ معجزہ کا تو کیا ذکر بلکہ قرآن ادنیٰ بلاغت فصاحت کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ آجکل کوئی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں۔ جس میں انہی باتوں کا تذکرہ ہوگا اور وہ اس میں اپنی علمیت اور سمجھ کے بھروسہ پر دوسرے حملے بھی کرینگے۔ پادری صاحب موصوف کی کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی تحریرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی کسقدر توہین کی ہے کیا کوئی گالی ہے جو نہیں دی۔ کیا کوئی ٹھٹھا ہے جو نہیں کیا۔ کیا کوئی دِل آزار کلمہ ہے جو اُن کے مُنہ سے نہیں نکلا۔ سب کچھ کیا۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی کی وفادار رعیت اہل اسلام گورنمنٹ کے منہ کے لئے اس کے احسانوں کو یاد کرکے آجتک صبر ہی کرتی رہی اور کرینگے اور اگر نہ کریں تو کیا کرسکتے ہیں کیا کسی قانون میں ایسے لوگوں کی کوئی سزا بھی ہے۔ جو اظہار رائے کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی اہانت اور بدگوئی اور دُشنام دہی کر رہے ہیں٭۔ اور پھر عدالتوں میں سرخرو ہیں فمانشکوا الا

٭حاشیہ نیک نیتی کی بُنیاد پر اظہار رائے صرف اس حالت میں کہینگے کہ جب بصیرت کی رو سے ظاہر کی جائے لیکن اگر بصیرت نہ ہو تو وہ اظہار رائے نہیں بلکہ مجرمانہ توہین ہے۔ جو نیک نیتی سے نہیں۔ منہ

الی اللہ۔ اب ان دنوں میں پادری صاحب نے اپنی کتاب نصیحت المسلمین وغیرہ کی گالیوں پر بس نہ کرکے ایک اور کتاب نکالی ہے۔ جس کا نام توزین الاقوال رکھا ہے اس میں بھی وہ بدگوئی سے باز نہیں رہ سکے۔ قرآن شریف کی فصاحت پر ٹھٹھا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا اتارنے والا روح القدس نہیں بلکہ ایک شیطان ہے اور پھر اپنی مولویت جتلائی ہے کہ ہم بڑے فاضل اور عالم ہیں اور عنقریب قرآن کی تفسیر شائع کرنی چاہتے ہیں۔ اور جو رسالہ انہوں نے ان دنوں میں امریکہ کے جلسہ نمائش مذہبی میں بھیجا ہے اور چھپوا کر شائع کر دیا ہے۔ اس میں دعوی ہے کہ اسلام کے عمدہ عمدہ مولوی سب عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے ہیں اور داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر ایک لمبی چوڑی فہرست ان مولویوں اور فاضلوں اور عالموں کی بغرض ثبوت دعوی پیش کی ہے۔ جنہوں نے عیسائی دین قبول کر لیا ہے اور ان بزرگوں کی بہت علمی تعریف کی ہے کہ وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کے مولوی تو عیسائی ہو چکے اور اب اسلام کے دین پر قائم رہنے والے صرف جاہل اور نادان اور بے تمیز لوگ باقی ہیں مگر افسوس کہ یہ رسالہ مجھکو وقت پر نہیں ملا اور نہ میری طرف مؤلف نے بھیجا صرف چند روز سے مَیں نے اطلاع پائی ہے۔ سو مَیں نے سوچا کہ اس طوفان کا بہت جلد جواب دینا ضروری ہے اور نیز اس حقیقت کا کھولنا واجبات سے ہے کہ گویا پادری عماد الدین صاحب نہائت اعلیٰ درجہ کے عالم دین محمّدی تھے اور بڑے فاضل مولوی ہیں اور بباعث تبحر علمی اُن کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی بلاغت فصاحت پر نکتہ چینی کریں اور اس کی اعلیٰ شان کے انکاری ہوں رسول اللہ صلعم کو گالیاں نکالیں۔ ٹھٹھا کریں اور بُرے بُرے نادانی کے نام رکھیں۔ اور اُستاد بن کر آنحضرت صلعم کی عربی دانی کے نقص نکالیں۔ اس لئے مَیں نے ان دنوں ایک رسالہ عربی میں لکھا ہے جس کا نام نور الحق رکھا ہے✝۔ اس رسالہ میں کچھ فضائل قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اور بعض اقوال توزین الاقوال کا رد ہے اور اُن کے بین السطور میں اردو ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ محض پادری عماد الدین کی عربی دانی اور مولویت کے آزمانے کے لئے اور نیز اُن کے دوسرے مولویوں کے پرکھنے کے لئے تالیف کیا ہے۔ اور اس میں یہ بیان ہے

✝حاشیہ یہ رسالہ صرف چند روز میں بغیر کسی فکر اور سوچ کے لکھا گیا ہے۔ کیونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی تاہم پادری صاحبوں کی عربدانی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ منہ

کہ اگر پادری عماد الدین صاحب اور اُن کے دوسرے دوست جن کے نام اِن کی فہرست میں ہیں اور نیز اس رسالہ میں بھی موجود ہیں حقیقت میں مولوی ہیں اور اسلام کے ان اعلیٰ درجہ کے فاضلوں میں سے ہیں جو عیسائی ہو گئے تو اُن کو چاہیئے کہ خواہ جُدا جُدا اور خواہ اکٹھے ہو کر اس رسالہ کا جواب اسی حجم اور ضخامت کے لحاظ سے ویسی ہی عربی فصیح بلیغ میں لکھیں جس طرح پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور اُسی قدر اس میں عربی اشعار بھی اپنے طبعزاد درج کریں۔ جیسا کہ ہمارے اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ اگر انھوں نے عرصہ دو ماہ تک+ ہمارے رسالہ کی اشاعت سے ایسا کر دکھایا اور خود گورنمنٹ کی منصفی سے یا اگر گورنمنٹ منظور نہ کرے تو برضامندی طرفین منصف مقرر ہو کر ثابت ہو گیا کہ ہمارے رسالہ کے مقابل پر ان کا رسالہ نظم و نثر میں و بلحاظ دیگر مراتب قدم بہ قدم و نعل بہ نعل رہے اور اس سے کم نہیں ہے تو پانچہزار روپیہ نقد اُن کو اسی وقت بلاتوقف انعام دیا جائیگا اور آئندہ اقرار کروں گا کہ اُن کو قرآن شریف پر حملہ کرنے اور بلاغت فصاحت پر ٹھٹھا کرنے کا حق حاصل ہے یہ روپیہ کسی بینک گورنمنٹ یا دوسری جگہ میں اول جمع کرا دیا جاویگا کہ اگر گورنمنٹ اپنے طور پر ثابت کرے کہ رسالہ کے مقابل پر فی الحقیقت ہر یک بات پر رسالہ لکھا گیا ہے تو ہماری طرف سے گورنمنٹ مختار ہوگی کہ بلاتوقف وہ روپیہ پادری عماد الدین صاحب کے حوالہ کرے۔ اور پادری صاحب موصوف جس طرح مناسب سمجھیں وہ روپیہ اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دیں۔ اور اس وقت میں جبکہ ہم رسالہ شائع کردیں اور پادری عماد الدین صاحب عربی میں برعایت شرائط مذکورہ جواب لکھنا چاہیں اور مستعد ہو کر ہمیں اطلاع دیں اور اپنی تسلی کے لئے روپیہ جمع کرانے کا مطالبہ کریں اگر ہم تین ہفتہ تک گورنمنٹ کے کسی بینک میں یا اور جگہ پر روپیہ جمع نہ کرا دیں تو ہمارے دروغگو اور کاذب ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہوگا تب بلاشبہ ہم آیۃ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین کے مصداق ہو گئے اور نہ ایک لعنت بلکہ کروڑ لعنت کے مستحق ٹھیر گئے* لیکن اگر

+حاشیہ۔ ہمارے رسالہ کے بالمقابل رسالہ اسی قدر اور انہیں لوازم کے لحاظ سے لکھنا درحقیقت چند روز سے کچھ زیادہ کام نہیں لیکن ہم نے اتمام حجت کی غرض سے دو ماہ کی مہلت دی ہے ایک مہینہ تالیف کیلئے اور ایک مہینہ چھپنے اور شائع کرنے کیلئے اسی سے اس عرصہ میں چھپا کے شائع کرنے کی شرط ضروری ہے۔ منہ

*حاشیہ۔ اس رسالہ میں جیسا کہ ہم نے بصورت تخلف وعدہ کروڑ لعنت کا مصداق اپنے تئیں ٹھیرا لیا ہے اسی طرح اس صورت میں جو حضرات پادری صاحبان نہ ہمارے عربی رسالہ نور الحق کا دو ماہ تک جواب شائع کریں اور نہ مولوی کہلانے اور قرآن شریف کی فصاحت پر حملہ کرنے سے باز آویں ہزار لعنت صاحبان موصوف کی

پادری عماد الدین صاحب اور اون کی تمام جماعت جو مولوی اور فاضل کہلاتی ہے۔ جواب نہ لکھ سکیں

حاشیہ خدمت میں ہماری طرف سے ہدیہ ہے یہ خیال رہے کہ یہ باتیں تہذیب کے خلاف نہیں ہم ستائے گئے ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صدہا گالیاں دی گئیں کہ اگر ایک محلہ کا ادنیٰ سے معزز کو ایک اُن میں سے دی جاتی تو بیشک گورنمنٹ اس کی نالش پر توجہ کرتی۔ اور ہم کسی پر لعنت نہیں بھیجتے مگر کاذب اور موذی پر اس قسم کا لعنت نامہ توریت میں بھی موجود ہے ظالموں اور جھوٹوں اور بدزبانوں کو روکنے کے لئے یہ تدبیریں ہیں اس سے زیادہ ہم کیا کریں کہ جواب بالمقابل عربی فصیح لکھنے پر پانچہزار روپیہ نقد انعام دیتے ہیں اور عمداً پہلوتہی کرنے کی حالت میں ہزار لعنت ہے مگر اُس صورت میں کہ جب مولوی کہلانے اور قرآن کریم پر حملہ کرنے سے باز نہ آویں۔ یہ بھی یاد رہے کہ چار دفعہ مجھے منجانب اللہ رؤیا اور الہام کے ذریعہ سے بشارت مل چکی ہے کہ عیسائی ہرگز اس رسالہ کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ذلت کے ساتھ خاموش رہ جائیں گے۔ پس اگر اور نہیں تو اس پیشگوئی کو ہی جھوٹا کر کے دکھلا دیں اگر اُنھوں نے بالمقابل رسالہ لکھ مارا۔ اور وہ رسالہ فصاحت میں ہمارے رسالہ کے ہم پایہ ثابت ہو گیا۔ تو بلاشبہ میں کاذب ٹھیروں گا۔ پس چاہیئے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ اپنے اس مسیح سے مدد طلب کریں جس کو ہم محض عاجز انسان جانتے ہیں اور اس سے وہ روح القدس ادرو کر مانگیں جو بولیاں سکھاتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے یقیناً یاد رکھیں۔ کہ پیشگوئی سچی نکلیگی اور عیسائیوں کی مولویت کا ایسا پردہ فاش ہو جائیگا۔ کہ بچے بھی اُن پر ہنسینگے اور ان کے خدا اور روح القدس کی کمزوری ایسی ثابت ہو جائیگی کہ سب خدائی اور مددنمائی سرد پڑ جائیگی اور صلیب ٹوٹ جائے گی۔ بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کرکے مشہور ہے اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی اندرونی مدد کرے۔ جیسا کہ اُس نے جون ۱۸۹۳ء ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر اُن کی مدد کی تھی۔ اور اپنے اشاعۃ السنہ کا نوٹ بھیجا تھا اور اُن کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا۔ جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رُک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی۔

اور عاجز آجائیں تو نہ ہم اُن سے کچھ مانگتے ہیں نہ گالیاں نکلواتے ہیں نہ دُکھ دیتے ہیں صرف

حاشیہ جو اب تک موجود ہے یہ وہی مخفی تحریرات تھیں۔ جن کی وجہ سے پادری عمادالدین نے شیخ مذکور کو اپنی کتاب توزین الاقوال میں قابل تحسین لکھا ہے۔ اور ہمارے نبی صلعم کو گالیاں نکالیں اور شیخ کی تعریف کی ہے۔ سو ایسا اندیشہ اس رسالہ کے نکلنے پر دل میں لانا بالکل بے بنیاد وہم اور خیال باطل ہے۔ کیونکہ شیخ مذکور تو آپ ہی علم ادب اور علوم عربیہ سے تہیدست اور بے نصیب اور صرف ایک اردو نویس منشی ہے پھر پادریوں کی کیا مدد کریگا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اگر اس وقت بھی بس چل سکے تو عیسائیوں کو مدد دینے میں کبھی فرق نہ کرے۔ مگر اندھا اندھے کو کیا راہ دکھائیگا۔ ہان شائد اتنی مدد کرے بلکہ ضرور کریگا کہ جل بھُن کر اپنے رسالہ اشاعۃ السُنہ میں لکھدیگا کہ یہ رسالہ کچھ نہیں کچھ نہیں کچھ نہیں۔ غلط ہے غلط ہے غلط ہے۔ مگر شریر اور نا منصف اور ظالم آدمی کی صرف زبان کی بے دلیل بکواس کو کون سُنتا ہے اور ایسی بیہودہ باتوں کا تو ہماری طرف سے تو دندان شکن یہی جواب ہے کہ اگر شیخ مذکور کی نظر میں یہ رسالہ ہیچ اور غلط ہے۔ اور وہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بھی اس رسالہ کی نظیر لکھے اور عیسائیوں کی طرح پانچہزار روپیہ انعام پاوے*۔ ورنہ بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ شیخ جی! جو کچھ آپ کی ذلّت ظاہر ہو رہی ہے اور آپکے علم کی پردہ دری ہوتی جاتی ہے۔ یہ اس الہام کی تکمیل کی شاخیں ہیں۔ جو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں آپ کو سُنایا گیا تھا کہ اِنِّی مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ۔ آپ خدا تعالیٰ سے لڑیں دیکھیں کب تک لڑیں گے۔ آپنے کہا تھا کہ میں نے ہی اونچا کیا تھا اور میں ہی گراؤں گا۔ اس قدر دو طرفہ جھوٹ سے شیطان کبھی پیچھے ڈال دیا۔ جس کو خدا اونچا کرے کیا کوئی ہے کہ اس کو گرا سکے؟ آپ اور آپ کی جماعت کیا چیز اور آپ کی دُشمنی کی کیا حقیقت کیا خدا ایسے موذیوں کے تباہ کرنے کے لئے اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟!!

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے — جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت — اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

* حاشیہ اور نیز ہمارے الہام کو بھی جھوٹا کرے۔ جس کے فکر میں وہ مر رہا ہے منہ

اپنی مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں فریاد کرتے ہیں اور ملتمس ہیں۔ کہ آیندہ مولوی کے نام سے ان نادان دشمنوں کو روک دیا جاوے اور قرآن شریف کی فصاحت بلاغت کی نکتہ چینی سے سخت ممانعت فرمائی جاوے۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ ٭

الراقم المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ، ۷ امارچ ۱۸۹۴ء "

اس اشتہار کی روسے پادری عمادالدین اور تمام اُن پادریوں کی پردہ دری کی گئی۔ جو مرتد ہو کر عیسائی ہوئے تھے اور جن میں آتھم بھی داخل تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نورالحق بوعدہ انعام پانچہزار شائع کی مگر وہ سب کے سب عاجز رہ گئے اور اس طرح پر اس ہزار لعنت کے مستحق ہوئے جو نورالحق میں لکھی گئی اور جیسا کہ مباحثہ کی پیشگوئی میں درج تھا کہ اس فریق کو سخت ذلت پہونچے گی۔ جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ ان واقعات کی موجودگی میں پیشگوئی کے پورا ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

اس کے بعد دوسری بحث جو اس پیشگوئی میں مہتم بالشان ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی آتھم ہی سے متعلق تھی کیا اس صورت میں پوری ہوئی؟

اس کا جواب صاف اور سادے الفاظ میں یہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری شوکت اور قوت کے ساتھ پوری ہوئی۔

مگر امرتسری منکر جو اعتراض کرتا ہے اس کا جواب ضروری ہے اور وہ قولہ واقول کے طریق پر درج ہے۔

قولہ دوسرا عذر جو عام طور پر مرزا جی کے مریدوں میں مقبول اور زبانزد ہے۔ یہ ہے کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی۔ کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا تھا اور حق کی طرف رجوع کرنے کے یہ معنے بتلاتے ہیں کہ آتھم کے دل پر پیشگوئی نے اثر کیا وہ اس پیشگوئی کی عظمت سے شہر بشہر مارا مارا پھرتا رہا (دیکھو الہامات صفحہ ۱۳)

اس کا جواب اول رجوع الی الحق کے معنی جیسے عام فہم اس کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ آتھم اگر اسلام میں داخل ہو جائیگا تو بسزائے موت ہاویہ سے بچایا جائیگا۔ کیونکہ ہر ایک مذہب والا دوسرے کو ناحق پر جانتا ہے۔ اور کسی غیر کا اپنے مذہب کی طرف* آجانے کا نام رجوع الی الحق رکھتا ہے۔

* خاص کر دوران مباحثہ میں تو یہ لفظ انہی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ الہامات صفحہ ۱۳ و ۱۴

پیشگوئی کے الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ جس امر میں فریقین کا مباحثہ تھا اس میں آتھم اگر مرزا کا ہم خیال ہو جائیگا تو پندرہ ماہ کے اندر موت سے بچ رہیگا۔ صفحہ ۱۴۲۔

اقول یہ خلاصہ ہے اس اعتراض کا جو امرتسری منکر نے رجوع پر کیا ہے۔ پیشگوئی میں سب سے اول یہ دیکھنے کے قابل امر ہے کہ کیا اصل الہام میں آتھم کی موت کی خبر ہے؟ پیشگوئی کے اصل الفاظ میں تو آنا ہی ہے کہ

"۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے"

ہاں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے **بسزائے موت ہاویہ میں گرانا** اس کی تشریح کی ہے۔ امرتسری منکر حضرت مسیح موعودؑ کے اس بیان پر کہ آتھم نے رجوع الی الحق کرکے فائدہ اٹھایا اور اس وجہ سے اس کا عذاب کسی آئندہ وقت پر ملتوی ہوا کہتا ہے کہ رجوع الی الحق تب ہو کہ **آتھم اسلام میں داخل ہو جاتا۔**

یہ کیسی حماقت کی بات ہے۔ امرتسری منکر مولوی فاضل ہونے کے باوجود اتنا نہیں جانتا کہ رجوع ایک **دل کا فعل ہے جس کا عمل جوارح پر لازم نہیں ہوتا۔** اور یہ قرآن مجید کے اصول کے خلاف ہے کہ کسی ایسے فعل کا جو انسان کے دل سے وابستہ ہو جزا نہ ملے کیا قرآن مجید میں یہ ارشاد نہیں ہے۔ **من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ** یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے۔ وہ بھی ضائع نہیں ہوگا بلکہ اس کو بدلہ نیک ملیگا۔

رجوع الی الحق آتھم نے کیا اور اس سے بقدر اس رجوع کے فائدہ اٹھا لیا۔ کیا یہ سچی بات نہیں۔ کہ ایمان ایک دل کا فعل ہے اور اس کے مراتب ہیں۔ اسی واسطے یہ بحث بھی علماء میں ہے کہ ایمان بڑھتا بھی اور گھٹتا بھی رہتا ہے۔ جس جس قدر کوئی شخص ایمان میں ترقی کرتا ہے اسی قدر اس کے ثمرات اور برکات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص جو ایمان کے ابتدائی درجہ پر ہے۔ اسے بے ایمان کہدیا جاوے۔ اسی طرح پر آتھم کے رجوع کامل یا ناقص کی بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آتھم نے رجوع کیا یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں آتھم نے رجوع کیا اور وہ اس سزائے موت سے بچ گیا جو پندرہ ماہ کے اندر اسے آنے والی تھی۔

قرآن مجید میں **مومن آل فرعون** کا ذکر موجود ہے کہ یکتم ایمانہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو بعض اسباب کی وجہ سے علی رؤس الاشہاد اقرار نہیں کرسکتے۔

کیا یہ آیت قرآن مجید ہی میں نہیں ہے۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ پھر اس قسم کی آیات اور واقعات سے تو صاف پایا جاتا ہے کہ ایسے لوگ دنیا میں ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں۔ جو خارجی اثرات اور سوسائٹی اور قوم کے ڈر اور نقصان کے خوف سے **کفر باللہ بھی کر لیتے ہیں۔** بحالیکہ ان کے قلب میں ایمان کی روشنی ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں ان پر کفر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی قسم کے امور تو تھے جو قرآن مجید میں لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا کی ہدایت وارد ہوئی۔ مگر تعجب ہے کہ امرتسری منکر قرآن مجید کی ان ہدایات اور آیات سے محض ناواقف ہے اور یا تجاہل عارفانہ کرکے مخلوق الٰہی کو دھوکا دینے کے لئے کہتا ہے کہ **آتھم نے رجوع نہیں کیا۔** اگر سعادت اور تقویٰ ہوتا تو اس کے لئے یہی کافی تھا کہ جبکہ پیشگوئی میں یہ شرط موجود ہے **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے** تو سزائے موت سے بچایا جاوے گا۔ اس کا بچ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے رجوع کیا۔ مگر عیسائیوں کی ہمدردی اور غمگساری نے اسے قرآن مجید کی ان ہدایات کی بھی پروا نہیں کرنے دی۔ مندرجہ بالا آیات سے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ

اول اگر انسان ذرہ بھی کوئی نیکی کا فعل کرے تو اس کی نیک جزا اسے ملتی ہے۔

دوم ایسے مومن بھی ہو سکتے ہیں۔ جو اپنے ایمان کو چھپاتے ہوں۔

سوم بعض حالتوں میں مومن کفر باللہ بھی کرتا ہے۔

اس لئے آتھم کا فعل ان تمام امور کے نیچے آتا ہے اور سنت اللہ سے باہر نہیں ہے۔ پس کچھ ضروری نہیں تھا کہ وہ کھلم کھلا اسلام میں داخل ہو جاتا جیسا کہ **مکذب امرتسری** بیان کرتا ہے۔ کیونکہ یہ امر **رجوع الی الحق** کو مستلزم نہیں۔

آتھم کا رجوع سنت اللہ کے نیچے تھا؟

البتہ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ایسے رجوع کے متعلق سنت اللہ کیا ہے؟ یعنی کیا جب ایک شخص اس طرح پر رجوع الی الحق کرے کہ اس کے آثار اس کے افعال میں ظاہر نہ ہوں۔ تو عذاب ٹل سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں اس کے نظائر ہم پاتے ہیں۔ **سورۃ دخان** میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون یعنی ہم تھوڑی مدت تک ہم عذاب دور کر دیتے ہیں۔ **پھر تم کفر کی طرف**

عود کروگے۔ یہ آیت اس امر پر **نص صریح** ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے تفرع اور ابتہال پر عذاب ٹال دیتا ہے۔ بجائیکہ وہ شخص پھر انہیں بدیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

تفرع اور استغفار سے عذاب کا ٹل جانا ایک مسلم سنت اللہ ہے ما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون یہ بالکل مسلم بات ہے کہ جب ہیبت الٰہی قہری تجلی کے رنگ میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ تو **فاسق** سے فاسق انسان حتی کہ دہریہ بھی رجوع کرتا ہے۔ لیکن جب قہری تجلی کا واقعہ جاتا رہتا ہے تو وہ پھر اپنی بدکاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتا ہے اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائما فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا الی ضر مسہ کذالک زین للمسرفین ما کانوا یعملون (سورہ یونس) یعنے جب انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے۔ تو ہماری جناب میں دعائیں کرنے لگتا ہے کروٹ کی حالت میں اور بیٹھ کر اور کھڑے ہوکر۔ اور جب ہم اس دکھ کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو ایسا چلا جاتا ہے کہ گویا نہ کبھی اس کو دکھ پہونچا اور نہ کبھی اس نے دعا کی۔

پھر ایک اور مقام پر فرماتا ہے حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم الموج من کل مکان وظنوا انھم احیط بھم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین ۰ فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق (سورہ یونس) یعنی جب تم کشتی میں ہوتے ہو۔ اور کشتی کے سواروں کو ایک خوش آئندہ ہوا کے ساتھ لے کر کشتیاں چلتی ہیں۔ اور وہ ان کشتیوں کے چلنے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ یکدفعہ ایک تند ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے ان پر موج آجاتی ہے اور ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ بس اب ہم گھیرے گئے یعنی مارے گئے۔ تب اخلاص سے خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ کہ اے قادر خدا اگر ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب خدا تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے تو پھر اس ظلم اور فساد کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر پہلے جمع ہوئے تھے۔

یہ نصوص قرآنیہ صاف بتاتی ہیں کہ رجوع پر عذاب ٹل جاتا ہے۔ گو اس **رجوع** کے بعد پھر اسی **کفر فسق** کی طرف رجوع ہو جاوے۔ جو ان کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ **فرعونی رجوع** قرآن مجید میں بڑی صراحت سے وارد ہے پھر آتھم اس **رجوع** سے کیوں فائدہ نہ اٹھاتا؟

جب یہ سنت اللہ ثابت ہے تو پھر **رجوع** آتھم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جب تک کامل طور پر اسلام میں داخل نہ ہو لیتا اس کا رجوع نہیں ہو سکتا۔ محض حماقت اور قرآن مجید سے جہالت کا نتیجہ ہے۔

اس لئے اس کے متعلق جسقدر بھی اقتباس وہ ادھر ادھر سے پیش کرے قابل پذیرائی نہیں ہو سکتے۔ امرتری منکر چونکہ مغالطہ دینے میں ہوشیار ہے وہ اپنے ان معنوں کی تصدیق میں کہ آتھم کا رجوع تب ہی متحقق ہوتا کہ داخل اسلام ہو جاتا اور عیسائیت کو چھوڑ بیٹھتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتا ہے

قولہ۔ ان معنوں پر مرزا جی خود بھی اپنے رسالہ انجام آتھم میں دستخط کر چکے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ پیشگوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ آتھم عیسائیت پر مستقیم رہینگے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائینگے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیشگوئی کے اندر فوت ہوں گے (الہامات صفحہ ۱۴)

اس اقتباس کے بعد وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ پیشگوئی کا منطوق اور مفہوم صریح یہی ہے کہ اگر آتھم نے رجوع بحق کیا یعنی مرزا جی سے مذہب میں موافق ہوگیا اور عیسائیت کو چھوڑ بیٹھا۔ تو موت کی سزا سے بچ رہیگا (الہامات صفحہ ۱۴)

اقول۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ حضرت **مسیح موعودؑ** کے رسالہ انجام آتھم کا حوالہ دیتا ہے اور آپ کی تحریر کا ایک اقتباس دیتا ہے جس کو ہم نے اوپر خط کشیدہ لکھا ہے اس کا مفہوم اور منطوق خود امرتسری مکذب یعنی کے لفظ سے جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ محض غلط بلکہ افترا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر سے اسے نکال کر دکھائے کہ حضرت اقدسؑ نے یہ کہا ہو کہ **وہ ترک عیسائیت کرکے ان کے ہم مذہب ہو جائیگا۔**

اگر وہ نہ دکھا سکے اور نہیں دکھا سکیگا تو پھر لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے کچھ تو خوف کرے۔ ہاں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ثابت کریں کہ وہ عیسائیت پر مستقیم نہیں رہا اور ترک استقامت کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔

اسی کتاب انجام آتھم میں اس کا جواب موجود ہے اور اس میں وہی لفظ **استقامت** موجود ہے۔ جو محولہ بالا فقرہ میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"آتھم نے اپنی کمال سراسیمگی سے پیشگوئی کی میعاد میں دنیا پر ظاہر کر دیا تھا۔ کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے سخت خوف میں پڑ گیا اور اس کے دل کا آرام جاتا رہا۔ اکثر وہ روتا تھا اور اس کے ڈرنے والے دل کا نقشہ اس کے چہرہ پر نمودار رہتا تھا اور مردہ پرستی کا ایمان اس کو قوت اور استقامت نہیں بخش سکتا تھا۔ بلکہ اس وقت سچائی کے خوف نے اس کے ایسے خیالات کو اپنے پیروں

کے نیچے کچل دیا تھا۔" (انجام آتھم صفحہ ۱۰)

او امرتسری مُنکر! کچھ تو خدا سے ڈر۔ اس صاف اور صریح تحریر کے ہوتے ہوئے جو تیری محولہ بالا عبارت کی توضیح کرتی ہے کے خلاف کچھ الفاظ اپنی طرف سے گھڑ لینا کس شرافت اور انسانیت کا تقاضا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تو صاف لکھا ہے کہ ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور اُن کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا۔

اب مخالف کا فرض تو یہ تھا کہ جو آثار ترک استقامت اور رجوع الی الحق کے ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ ان کو غلط ثابت کرتا کہ یہ اس سے صادر نہیں ہوئے۔ تب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ لیکن جب کہ وہ ان آثار اور افعال کی تکذیب واقعات سے نہیں کر سکتا اور ہرگز نہیں کر سکتا لو کان بعضھم لبعضٍ ظہیرا تو پھر اس افترا پردازی سے توبہ کرنی چاہئے۔

آتھم نے اپنے طرزِ عمل سے بتا دیا کہ وہ مستقیم الاحوال نہیں رہا اور عیسائیت کی مردہ پرستی کے ایمان نے اس کو کوئی قوت اور استقامت نہیں دی ورنہ اگر اسے استقامت اور اطمینان حاصل تھا تو پھر اسے کیا غم اور کیا فکر ہو سکتا تھا اسے شہر بشہر پھرنے اور خوف زدہ حالت میں آنسو بہانے کی حاجت ہی کیا تھی؟

امرتسری مُنکر واقعات کو خلط کرتا ہے اس لئے میں نے یہ پسند کیا ہے۔ کہ اس کے ایک ہی قسم کے اعتراضات کو ایک جگہ لکھ دیا جاوے۔

امرتسرِی مُنکر کا اعترافِ رجُوع

چونکہ حق کا دُشمن اپنی اس جلد بازی کی وجہ سے نتائج اور انجام پر غور نہیں کر سکتا اور سچ میں ایک قوت ہوتی ہے کہ وہ مخالف کے مُنہ سے بھی نکل ہی جاتا ہے۔ اس لئے خود امرتسرِی مُنکر کو بھی اس رجوع کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

قولہ۔ خلاصہ یہ کہ آتھم جو اپنے دل میں خوف زدہ ہوا کہ میں کہیں مر نہ جاؤں۔ چنانچہ اسی خوف میں وہ امرتسر سے فیروزپور کبھی لودھانہ بھاگتا پھرا یہی اس کا رجوع ہے۔ لیکن دانا جانتے ہیں۔ کہ اس خوف کو جو عموماً ہر آدمی کو ایسے موقع پر طبعاً پیدا ہوتا ہے رجوع یعنی مسلمان ہونے یا بالفاظ دیگر مرزا جی سے موافقت کر لینے سے کیا نسبت ہے۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ آتھم کو موت کا اندیشہ ہوا ہوگا۔ اور یقیناً ہوا ہوگا۔ اور اس خوف سے اس نے ہر ایک تدبیر سے کام لیا مگر نہ اس لئے۔ کہ وہ آپ کی پیشگوئی کو خدا کی طرف سے ضرور شدنی

سمجھتا تھا بلکہ اس لئے کہ موت کو امر طبعی جانتا تھا۔ لیکن موت کے تصور پر اس کو یہ بھی خیال تھا کہ آپ اور آپ کے ہوا خواہ بغلیں بجائیں گے اس واسطے وہ حتی الوسع امور عارضہ کی روک تھام کرتا تھا۔"

اقول۔ امرتسرِی مُنکر کی علمیت کی پردہ دری اور اس کی سخن سازی کا یہ ایک عمدہ معیار ہے رجوع الی الحق کے معنے تو ہم نے کھول کر پہلے بیان کر دیئے ہیں کہ اس سے اس کا اسلام لانا ہرگز مراد نہ تھا۔ رہی یہ بات کہ آتھم کا خوف کس امر سے تھا امرتسرِی مُنکر نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ڈرتا رہا اور ڈرتا بھی موت سے رہا اور شہر بشہر پھرتا رہا۔ مگر مولوی فاضل کہتا ہے کہ وہ اس لئے نہیں ڈرا کہ پیشگوئی کو خدا کی طرف سے شدنی سمجھتا تھا۔ بلکہ اس لئے ڈرتا تھا کہ موت کو امر طبعی سمجھتا تھا۔

یہاں آکر ساری چالاکی اور قابلیت غرق ہو گئی کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ موت کو کون شخص ہے جو امر طبعی نہیں جانتا اور پھر کیا دُنیا اس طرح پر ماری ماری پھرتی ہے۔ کہ آج امرتسر ہے تو کل فیروزپور اور پرسوں لودہانہ۔ اور اس امر طبعی کے علم اور یقین کا اسقدر غلبہ طبیعت پر ہو جاوے کہ پہروں انسان روتا رہے اور گھبراہٹ اور سراسیگی میں کبھی اسے خونی فرشتے نظر آئیں۔ کبھی اس پر بندوقیں چلتی معلوم ہوں اور کہیں تعلیم یافتہ سانپ دکھائی دیں۔

کیا دنیا کا کوئی عقلمند تو ایک طرف۔ بے وقوف سے بیوقوف انسان بھی ایسا ہے جو موت کو امر طبعی جان کر پھر اس سے اس قدر خائف ہو کر روتا پھرے اور ایک جگہ آرام سے قیام وبالِ جان ہو۔

اس سے بڑھ کر امرتسری منکر کی نادانی اور حماقت کا ثبوت اور کیا ہوگا یہ ہے حق کی قوت کہ اس کے مُنہ سے پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعتراف کرا لیا۔ اور چونکہ امر واقعہ کا انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس کا ایسا عذر تراشا جو

عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہو گیا۔

معزز ناظرین! مَیں اس مقام پر پھر للّٰہ! آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ کیا کبھی دُنیا میں وہ دیوانگی اور حیرانگی کے حرکات جو آتھم سے سرزد ہوئے کسی ایسے شخص سے ہوئے ہیں۔ جو موت کو محض ایک طبعی امر سمجھتا ہو؟ کبھی نہیں۔ باوجودیکہ ہر شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ ایک دن اس دُنیا سے گذر جائیگا لیکن باایں وہ دنیا میں ایسا منہمک اور مستغرق ہے کہ گویا اسے مرنا ہی نہیں۔

آتھم اگر عیسویت کے بلند منار اور مستحکم چٹان پر کھڑا تھا۔ اور جانتا تھا کہ یسوع کی الوہیت اسے

بچالیگی اور اگر موت بھی مقدر ہے تو وہ خداوند کی گود میں جائیگا۔ تو وہ موت اسے خونخوار نظر نہ آتی۔ بلکہ تسلی اور اطمینان کے ملائکہ اس کے دل پر نازل ہو کر یسوعی پیغام سُناتے اور وہ خوشی و خورمی کے ایام بسر کرتا۔ مگر نہیں اسے طبعی موت کا خطرہ نہ تھا۔ بلکہ عظمت اسلام اس کے قلب پر مستولی ہو چکی تھی اسے اپنی زبان درازیوں اور بدگوئیوں کے ثمرات نظر آتے تھے۔ جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی تھیں وہ خونی فرشتے وہی تھے اور وہ بندوقیں اور سانپ اسی کے اعمال تھے اس حالت خوف میں اس کے قلب پر ایسا غلبہ ہوا کہ وہ نادانی سے اتنا تمیز نہ کر سکا کہ یہ محض تبدیل مکان سے دور نہ ہوئیں گی۔

اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت اسے خطاب کر رہی تھی۔

اینما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بروج المشیدۃ

طبعی موت سے چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ کسی مکان سے وہ مخصوص تھی۔ بلکہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ اسلام سچ ہے اور یہ پیشگوئی ہو کر رہیگی۔ اس عذاب نے اسے ڈرایا۔ تب وہ خدا کے حضور رویا اور چلایا اور اس غم وہم میں آوارہ وطن ہوا۔ خدا تعالیٰ نے تب اس کی بیکسی اور بیوطنی پر رحم فرمایا اور

اس موت سے بچالیا۔

کوئی آدمی جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو وہ امرتسری مُنکر کی اس نرالی منطق کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ محض طبعی موت سے ڈرا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلے بھی پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرتا۔

اور امرتسری مُنکر نے جو یہ لکھا ہے کہ اسے یہ خیال تھا کہ آپؑ اور آپؑ کے ہوا خواہ بغلیں بجائیں گے نادان اتنا نہیں جانتا کہ یہی تصور اور خیال ظاہر کرتا ہے کہ وہ پیشگوئی کو ایک شدنی امر یقین کرتا تھا کیونکہ ذلت اور عزت یا خوشی اور رنج کا سوال تو پیشگوئی کے پورا ہونے سے وابستہ تھا۔ کسی کی طبعی موت سے بھی ہوا کرتا ہے۔

اس مسئلہ کو ایک اور طرح سے بھی ہم حل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر طبعی موت کا ہم و غم ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کے خیال سے آدمی دیوانہ وار شہر بشہر پھرتا ہے اور پھر اگر یہ خیال ہو کہ اس کے وقوع سے فلاں شخص خوش ہوگا تو یہ حرکات اس سے سرزد ہوتی ہیں۔ تو امرتسری منکر بتائے کہ کیا وہ بھی بھاگا پھرا ہے جب اسے کہا گیا کہ تو میری مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہو جائیگا۔ اگر نہیں تو یہ آتھم کا ہم و غم محض پیشگوئی ہی کی عظمت کے باعث تھا

وہ جانتا تھا کہ یہ واقع اٹل ہے اور اس سے میری موت ہی نہیں روسیاہی بھی ہوگی۔

غرض اب تو امرتسری مُنکر کی اپنی زبان سے اس امر کا اقرار ہو گیا کہ

آتھم پیشگوئی کی عظمت سے ڈرا اور اس نے اپنے افعال
اور حرکات سے بتا دیا کہ وہ مستقیم الاحوال نہیں رہا

کیا اب یہ شعر اسی پر صادق نہیں آتا۔

خود زلیخا نے کیا ہے پاک دامن ماہ کنعان کا

پھر اس خوف آتھم پر امرتسری منکر الہامات کے صفحہ ۷۱ پر ایک اور اعتراض کرتا ہے۔

قولہ لیجیئے ہم آپ کی خاطر مان لیتے ہیں اور فرض کئے لیتے ہیں کہ آتھم آپؑ کی پیشگوئی ہی سے ڈرا۔ کہ اس نے اس پیشگوئی کو خدائی الہام اور آپؑ کو سچا ملہم سمجھا تاہم اس کا یہ سمجھنا رجوع الی الحق نہیں ہو سکتا اور اس قابل نہیں کہ عذاب میں تاخیر کا موجب ہو۔ سنیئے۔ ہم آپؑ کو صحیح بخاری سے ایک حدیث* سُناتے ہیں:۔

"مختصر مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ

عن سعد بن معاذ انہ کان صدیقا لامیۃ ابن خلف وکان امیۃ اذا مر بالمدینۃ نزل علی سعد وکان سعد اذا مر بمکۃ نزل علی امیۃ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ انطلق سعد معتمرا فنزل علی امیۃ بمکۃ فقال لامیۃ انظر لی ساعۃ خلوۃ لعلی ان اطوف بالبیت فخرج بہ قریبا من نصف النہار فلقیھما ابو جھل فقال یا ابا صفوان من ھذا معک فقال ھذا سعد فقال لہ ابو جھل الا اراک تطوف بمکۃ امنا وقد اویتم الصباۃ وزعمتم انکم تنصرونھم

سعد بن معاذ اپنے ایک دوست امیہ بن خلف کے پاس مکہ میں اترا کرتے تھے جو مشرک تھا ایک دفعہ سعد کو کعبہ شریف میں ابوجہل نے طواف کرتے دیکھا اور ڈانٹا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر میں جگہ دیکر آرام سے طواف کر جاتے ہو۔ سعد نے بھی برابر کا جواب دیا۔ امیہ نے سعد سے کہا خاموش رہو۔ یہ اس شہر کا سردار ہے۔ سعد نے اُمیہ سے کہا۔ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ کسی دن مسلمانوں کے ہاتھ سے

*حاشیہ۔ اس مقام پر امرتسری مُنکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حدیث دانی پر حملہ کیا ہے کہ

وتعینونهم اما والله لولا انك مع ابی صفوان ما رجعت الی اهلك سالما فقال له سعد ورفع صوته علیه اما والله لئن منعتنی هذا لامنعك ما هو اشد علیك منه طریقك علی اهل المدینة فقال له امیة لا ترفع صوتك یا سعد علی ابی الحکم سید اهل الوادی فقال سعد دعنا عنك یا امیة فوالله لقد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انهم قاتلوك قال بمکة قال لا ادری ففزع لذالك امیة فزعا شدیدا فلما رجع امیة الی اهله فقال یا ام صفوان الم تری ما قال لی سعد قالت وما قال لك قال زعم ان محمدا صلی الله علیه وسلم اخبرهم انهم قاتلی فقلت له بمکة قال لا ادری فقال امیة والله لا اخرج من مکة فلما کان یوم بدر استنفر ابو جهل الناس قال ادرکوا عیرکم فکره امیة ان یخرج فاتاه ابو جهل فقال یا ابا صفوان انك متی یراك الناس قد تخلفت وانت سید اهل الوادی تخلفوا معك فلم یزل به ابو

تو نے قتل ہونا ہے۔ امیہ نے کہا۔ مکہ میں! سعد نے کہا میں نہیں جانتا۔ پس امیہ یہ سُن کر سخت گھبرایا۔ امیہ نے اللہ کی قسم کھائی۔ کہ میں تو مکے سے کبھی نہ نکلوں گا۔ جب بدر کی لڑائی کا موقعہ آیا۔ تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا اور امیہ سے کہا کہ اگر تیرے جیسے رئیس کو لوگ پیچھے ہٹتا ہوا دیکھیں گے۔ تو تیرے ساتھ وہ بھی ہٹ رہیں گے۔ آخر ابوجہل کے جبر سے اس نے ہاں کی۔ تو اس کی بیوی نے اُسے یاد دلایا۔ کہ تیرا مدنی دوست سعد جو کچھ تجھے کہہ گیا تھا تو اُسے بھول گیا۔ اُمیہ نے کہا۔ میں تھوڑی دُور تک ان کو رخصت کرنے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ جس منزل پر ٹھہرتا۔ اپنے اونٹ کو

ترجمے غلط اور مضامین اغلط ہوتے ہیں۔ اور مثال کے طور پر حدیث اماکم منکم اور کسوف خسوف والی حدیثوں کا حوالہ دیا ہے۔ مگر کوئی تصریح نہیں کی کہ یہ غلطی ہے۔ اس لئے اس سفلہ پن کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جھوٹ بولنا اور نجاست پر مُنہ مارنا یکساں ہے۔ اگر حیا اور غیرت ہوتی تو جو دعویٰ کیا تھا اُسے پیش کرتے۔ اماماکم منکم اور کسوف خسوف والی حدیث کا جو ترجمہ حضرت امام الزمان نے کیا ہے۔ اس نے تو تمام علماء سوء کی غلط فہمی کو جو ہزار سال گذشتہ سے چلی آتی تھی دور کر دیا۔ اس پر بھی مُنہ چڑانا محض شرارت ہے۔ منہ۔

جهل حتی قال اما اذ غلبتنی فوالله لاشترین اجود بعیر بمکة ثم قال امیة یا ام صفوان جهزینی فقالت له یا ابا صفوان وقد نسیت ما قال لك اخوك الیثربی قال لا وما ارید ان اجوز معهم الا قریبا فلما خرج امیة اخذ لا ینزل منزلا الا عقل بعیرہ فلم یزل بذالك حتی قتله الله ببدر (صحیح بخاری کتاب المغازی)

قابو رکھتا۔ کہ موقع پاکر جلد واپس جا سکے۔ آخر خدا نے اُسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

اقول۔ دعویٰ تو یہ تھا کہ آتھم کے ڈرنے سے بھی رجوع الی الحق ثابت نہیں اور یہ خوف تاخیر عذاب کا موجب نہیں ہو سکتا مگر اس کے جو دلائل دیئے ہیں وہ ناظرین خود دیکھ لیں کہ کہاں ہیں؟ دعویٰ بلا دلیل پیش کرنا اسی کو کہتے ہیں۔

جب وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرا اور اس نے خوف اپنے افعال سے ظاہر کیا تو کیوں عذاب میں تاخیر نہ ہوتی۔ اس امر کو ہم پیچھے نصوص قرآنیہ سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ خوف سے تاخیر عذاب ہوتی ہے۔ امرتسری منکر نے قطعاً اپنے اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں دی اور نہ دے سکتا ہے۔

امرتسری مُنکر کی علمی ذلّت

نادان جو حدیث اس ضمن میں بخاری کی پیش کرتا ہے۔ وہی حدیث اس کی علمی پردہ دری کرتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام انی مھین من اراد اھانتك کی صداقت ظاہر کرتی ہے۔ امرتسری مُنکر کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حدیث سے ایسے مانوس ہیں جیسے برہمن گائے کے گوشت سے۔

چند سطریں بھی ابھی اس نے نہیں لکھی تھیں کہ یہی فقرہ اس پر چسپاں ہوا اور بخاری کی یہ حدیث دراصل اس نے اپنی علمی موت اور ذلت ہی کے لئے لکھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس نے لکھا تھا کہ "چونکہ علم میں پورا تبحر اور قادر الکلامی نہیں۔ علاوہ اس کے صاحب الغرض مجنون بھی صادق ہے۔ اس لئے عموماً ترجمے غلط اور مضامین اغلط ہوتے ہیں"۔

میرا دل تو لذت سے سرشار ہو رہا ہے کہ ابھی چند منٹ بھی اس تحریر پر نہ گذرے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے اس نخوت تکبر کے پتلے سے ایک حدیث لکھوائی اور اس کے ترجمہ

اور مضمون فہمی کی غلطی نے ثابت کر دیا کہ

چارپائے بر دکتابے چند

کے مصداق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو ترجمہ اور مضمون اس حدیث کا امرتسری منکر نے لکھا ہے وہ غلط اور مضحکہ خیز ہے۔ اس لئے میں خود جو حضرت مسیح موعودؑ کا ادنیٰ خادم ہوں اور نہ میں مولوی فاضل ہوں۔ نہ دیوبند کا سند یافتہ۔ نہ امرتسری حلوا کھلانے والے اُستاد کا تربیت یافتہ۔ اور نہ دہلوی بزرگ کے عاشقانہ اشعار سُننے والا۔ ہاں حضرت میرزا اور اس کے حقیقی جانشین کی صحبت میں کچھ وقت گذارنے کا فخر رکھتا ہوں۔ ترجمہ لکھتا ہوں۔

ناظرین! اس ترجمہ ثنائی کو بالمقابل رکھکر اصل حدیث کا ترجمہ جو میں درج کرتا ہوں پڑھیں۔

ترجمہ ثنائی

"سعد بن معاذ اپنے ایک دوست امیہ بن خلف کے پاس مکہ میں اترا کرتے تھے جو مشرک تھا۔ ایک دفعہ سعد کو کعبہ شریف میں ابوجہل نے طواف کرتے دیکھا اور ڈانٹا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر میں جگہ دیکر آرام سے طواف کر جاتے ہو۔ سعد نے بھی برابر کا جواب دیا۔ امیہ نے سعد سے کہا۔ خاموش رہو۔ یہ اس شہر کا سردار ہے۔ سعد نے امیہ سے کہا۔ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ کسی دن مسلمانوں کے ہاتھ سے تُو نے قتل ہونا ہے۔ امیہ نے کہا۔ مکہ میں! سعد نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ پس امیہ یہ سُن کر سخت گھبرایا۔ امیہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں تو مکہ سے کبھی نہ نکلوں گا۔ جب بدر کی لڑائی کا موقعہ آیا۔ تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا اور امیہ سے کہا کہ اگر تیرے جیسے رئیس کو لوگ پیچھے ہٹتا ہوا دیکھیں گے تو تیرے ساتھ وہ بھی ہٹ رہیں گے۔ آخر ابوجہل کے جبر سے اس نے ہاں کی۔ تو اس کی بیوی نے اُسے یاد دلایا۔ کہ تیرا مدنی دوست سعد جو کچھ تجھے کہہ گیا تھا۔ تو اُسے بھول گیا اُمیہ نے کہا میں تھوڑی دور تک ان کو رخصت کرتے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ جس منزل پر ٹھہرتا۔ اپنے اُونٹ کو قابو رکھتا کہ موقع پاکر جلدی واپس جا سکے۔ آخر خدا نے اُسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔"

میرا ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود سعد بن معاذ کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ کہ امیہ بن خلف (جو مشرکین مکہ

کا سردار تھا) اور سعد میں دوستانہ تھا۔ جب امیہ مدینہ آتا تو سعد ہی کے پاس ٹھہرتا تھا۔ اور جب سعد مکہ معظمہ جاتے تو امیہ کے مکان پر اترتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے آنے کے بعد سعد عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے اور (بموجب اتحاد سابق) امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے کہا کہ میرے لئے کسی تنہائی کے وقت کو نگاہ رکھنا تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کروں۔ پس امیہ دوپہر کے قریب سعد کو ساتھ لیکر نکلا (راستہ میں) ان سے ابوجہل ملا اور امیہ سے پوچھا۔ اے ابا صفوان! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ سعد ہے۔ پھر ابوجہل نے (سعد کو خطاب کرکے) کہا کہ کیا میں تجھے مکہ میں بے خوف و خطر پھرتے نہیں دیکھتا۔ بحالیکہ تم نے پھرے ہوئے لوگوں (مسلمانوں کو) پناہ دی) اور تم ان کے مددگار ہونے کا بھی گھمنڈ کرتے ہو۔ سنو! اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو بخدا اپنے اہل و عیال میں زندہ نہ جاتے۔ سعد نے باآواز بلند ابوجہل کو جواباً کہا۔ یاد رکھو! اگر تُم مجھ کو اس (طواف) سے روکوگے تو میں تجھے بخدا مدینہ کے راستہ سے روکوں گا۔ جو تیرے لئے میرے یہاں کے رُکنے سے زیادہ گراں ہے (موجب نقصان ہے) امیہ نے کہا اے سعد! ابوجہل سے آہستہ بول۔ کیونکہ وہ مکہ والوں کا سردار ہے۔ سعد نے کہا اے امیہ پرے ہٹ۔ بخدا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ یہ لوگ اے امیہ تیرے قاتل ہیں۔ امیہ نے پوچھا کیا مکہ میں قتل کریں گے؟ سعد نے جواب دیا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ امیہ اس خبر سے بہت گھبرایا اور جب اپنے گھر والوں کے پاس آیا۔ تو اُس نے اپنی بی بی سے کہا۔ اے ام صفوان! تجھے معلوم نہیں کہ سعد نے میرے لئے کیا کہا ہے؟ وہ بولی اُس نے کیا کہا ہے؟ اُمیہ نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے۔ کہ یہ لوگ میرے قاتل ہیں۔ میں نے پوچھا مکہ میں۔ اس نے کہا یہ مجھے خبر نہیں ہے۔ پھر اُمیہ نے کہا۔ اللہ کی قسم میں اب مکہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا (ازاں بعد) جب جنگ بدر کا دن آیا۔ تو ابوجہل نے لوگوں سے باہر نکلنے کی خواہش کی اور کہا کہ اپنے قافلہ کی خبر لو۔ (جسے ابوسفیان ملک شام سے مال تجارت لیکر آ رہا تھا) اُمیہ نے مکہ سے باہر جانا ناپسند کیا۔ پس ابوجہل اس کے پاس آیا اور کہا۔ اے ابا صفوان۔ جب لوگ دیکھینگے کہ تیرے جیسا سردار پہلوتہی کرتا ہے تو وہ بھی پہلوتہی کریں گے۔ ابوجہل نے اُمیہ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ اُمیہ نے کہا کہ اے ابوجہل جب تُو مجھ پر غالب آیا۔ تو میں بھی بخدا عمدہ عمدہ اونٹ مکہ کے خرید کرتا ہوں (تاکہ بوقت خوف اُن پر سوار ہو جاؤں) پھر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا۔ اے اُم صفوان!

تو میرے سفر کی تیاری کر۔ اس نے کہا اے ابا صفوان! کیا تو اپنے بھائی یثربی (سعد مدنی) کا کہنا بھول گیا امیہ نے کہا نہیں۔ میرا ارادہ ان کے ساتھ جانے کا نہیں ہے۔ مگر ایک دو دن آگے پیچھے۔ جب امیہ (مکہ سے) باہر نکلا تو کسی منزل میں نہ اترتا تھا۔ مگر اپنے اونٹ کو باندھ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اسے ہلاک کیا۔

ناظرین آپ امرتسری فاضل منکر کے ترجمہ اور اس ترجمہ کا مقابلہ کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ ترجمہ ثنائی کیسا کمزور ہے۔

پھر اس حدیث سے جو استنباط کیا ہے وہ ایسا غلط ہے کہ اسے ثنائی محاورہ میں اغلط کہنا چاہئے امرتسری منکر نے یہ استنباط کیا ہے کہ امیہ بن خلف اس پیشگوئی کو سن کر ڈرا۔ اور باوجود ڈرنے کے پھر مارا گیا۔ گویا وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ خوف آتھم تاخیر عذاب کا موجب نہیں؟

اس حدیث کو اوّل تو مقدمہ آتھم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اگر تمہارے خیال (حدیث دانی کے مدعی جو ہوئے) کے موافق کوئی تعلق ہو۔ تو یہ حدیث ہماری موید اور مصدق ہے اور تمہارے منہ پر دربار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے موافق بھی

جوتے پڑتے ہیں۔

سنو! اس ساری حدیث میں رجوع الی الحق کی شرط کہاں ہے؟ اور سعد نے تو خدا کی قسم کھا کر بطریق قضائے مبرم کے فرمایا ہے۔ کہ تو ان لوگوں کے سبب سے قتل کیا جائیگا یعنے یہ لوگ تیرے قتل کا موجب ہوکر دوسرے الفاظ میں تیرے قاتل ہوجائیں گے۔ خدا تعالیٰ کی قسم کے ساتھ موکد کرکے یہ پیشگوئی سعد کو سنائی گئی ہے اور چونکہ اس میں رجوع الی الحق کی کوئی شرط نہ تھی۔ سعد کے یہ وہم میں بھی نہ آسکتا تھا۔

دوئم۔ امیہ بن خلف سعد سے پوچھتا ہے کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا۔ حضرت سعد اسے کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔ مگر وہ مکہ سے نکلنے کی قسم کھا لیتا ہے۔ کیا کوئی ایسا لفظ پیشگوئی میں ہے۔ کہ وہ مکہ میں بچ جاویگا۔ پھر وہ مکہ میں تو بے خوف زندگی بسر کرتا رہا۔ ڈرا کہاں؟

سوم۔ اگر وہ اس پیشگوئی سے ایسا ڈرتا تھا۔ پھر وہ ابوجہل کے کہنے سے اس جماعت میں کیوں شریک ہوا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لئے نکلی تھی۔ اس شورہ پشت اور گستاخ جماعت میں

اس کا شامل ہونا ظہیر اللمجرمین تھا۔ اگر وہ ڈرتا تو ایسی حرکت نہ کرتا اور اس کا انجام وہی ہونا چاہئے تھا جو

فقطع دابر القوم الذین ظلموا

مشرکین ظالموں کے لیڈر اور مدبر ہلاک کر دیئے گئے۔

پس یہ حدیث کسی طرح بھی امرتسری منکر کی موید نہیں بلکہ اس کو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ثابت کرتی ہے اور اس کی علمی پردہ دری!

کیوں نازنین فاختہ امرتسری! تو نے دیکھا انی مہین من اراد اھانتک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام کیسا سچا ہے!

ایک اور طرز سے

امرتسری منکر نے صفحہ ۳۰ الہامات پر آتھم کی پیشگوئی پر ایک اور طرز سے جرح کی ہے اور اپنے خیال میں سمجھ لیا ہے کہ یہ لاجواب ہے۔ مگر اس موقعہ پر امرتسری منکر کی ساری فضیلت اور قرآن دانی کا خاتمہ ہوگیا ہے اور یہ بات ظاہر ہوگئی ہے۔ کہ امرتسری منکر کو قرآن مجید اور منہاج نبوۃ سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور یا اس کے سارے علوم مامور ربانی کی مخالفت اور عداوت کے باعث سلب ہوگئے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔

قولہ۔ ایک اور طرز سے بھی اس پیشگوئی کی تکذیب ہوتی ہے کہ قاعدہ کلیہ جس کو مرزا جی بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۸۷ پر بڑے زور شور سے بیان کیا ہے اور حضرت مسیح کے دوبارہ نہ آنے کو اسی قاعدہ پر مرتب سمجھا ہے۔ جس کا بیان اہل علم کی اصطلاح میں یوں کیا جاتا ہے۔ کہ الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ الی پس بعد تسلیم اس قاعدہ عقلیہ کے ہم اس پیشگوئی کے لوازم کی پڑتال کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ مرزا جی نے بھی اس پیشگوئی کے لوازم بتلائے تھے۔ یعنی جو سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائینگے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پس ہم لازم اول ہی کو دیکھتے ہیں کہ کہاں تک اس کا ظہور ہوا۔ کچھ شک نہیں۔ کہ سچوں کی عزت سے

مراد مرزا جی کی اپنی اور اپنی جماعت کی عزت تھی۔ سو اس پیشگوئی کے موقعہ پر جیسی کچھ ظہور میں آئی خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ ہر ایک قوم کی طرف سے ایک نہیں کئی کئی اشتہارات۔ اخبارات۔ رسالجات نکلے جن میں مرزا جی کی عزت اور آؤ بھگت کے کلمات طیبات بھرے ہوئے تھے"

اس کے بعد امرتسری منکر نے ان اشتہارات کو جو سب و شتم اور استہزا سے بھرے ہوئے اس کے ہمجنسوں نے شائع کئے ہیں۔ اور اس سے ثابت کرنا یہ مقصود ہے کہ

چونکہ ان بدفطرتوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ لہذا وہ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔

یہ نتیجہ ہے جو امرتسری منکر نے اخذ کیا ہے۔

اقول۔ اگر امرتسری منکر کو قرآن مجید کے منہاج نبوۃ سے ذرا بھی مس ہوتی۔ تو وہ اس بیہودگی سے باز رہتا۔ یہ قاعدہ کلیہ جو اس نے تجویز کیا ہے اگر یہ صحیح ہے (اور کوئی شخص جو قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کی حمید کتاب اور انبیاء علیہم السلام کو خدا کے برگزیدہ رسول یقین کرتا ہے۔ اس کو ہرگز درست نہیں مان سکتا) تو پھر کسی نبی کی نبوت اور کسی بھی اولوالعزم رسول کی رسالت ثابت نہیں ہو سکتی۔ میں اس سوال کا جواب پیچھے دونگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت و شوکت اس پیشگوئی سے کیا ظاہر ہوئی اور ازالہ کے صفحہ ۸۰۷ میں حضرت مسیح موعودؑ نے کیا فرمایا ہے۔ سر دست میں اصولی رنگ میں ثنائی مکر و فریب کی حقیقت کھولنا چاہتا ہوں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص انبیاء علیہم السلام اور قرآن مجید کے متعلق کیا ایمان رکھتا ہے؟

اے سلیم الفطرت دانشمندو! غور کرو اور خدا کے لئے غور کرو۔ کہ اگر محض ناعاقبت اندیش اور سلامتی کے دشمن خبیث الفطرت معاندین کی گالیاں کسی مامور و مرسل کی تکذیب کا موجب ہو سکتی ہیں تو انصاف سے کہو کہ کیا پھر

دُنیا میں کوئی راستباز ہو سکتا ہے؟

اس زمانہ کی ایجاد کاغذ اور پریس نے اخبارات اور رسالجات کے ذریعہ ماموریں الٰہی کی ہنسی اُڑانے اور خبیث الفطرت منکرین کی شوخی کو نیا رنگ دیدیا ہے۔ مگر کیا ان کے اسلاف نے پہلے نبیوں سے کچھ کم کیا تھا؟ اب میں امرتسری منکر سے پوچھتا ہوں کہ جب آدم کی مخالفت اس آتشی وجود ابلیس نے کی۔ تو اس نے

انا خیر منہ کہہ کر اور اس کو طینی الاصل بتا کر آدم کی کیسی حقارت کی۔ کیا محض شیطان کی حقارت و تذلیل سے آدم کی خلافت باطل ہو گئی؟ ہرگز نہیں ؎

نہوا بے وقر ترک سجدہ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب رتبہ ہو کم میرا!

پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلیہ قاعدہ بتایا ہے۔ سنو! اور غور سے سنو!

(۱) ولقد استھزی برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزؤن ۝ (سورہ انعام رکوع اول۔ سورہ انبیاء رکوع ۳)

(۲) ولقد استھزی برسل من قبلک فاملیت للذین کفروا ثم اخذتھم فکیف کان عقاب ۝ (سورہ رعد رکوع ۵)

(۳) وما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن ۝ کذالک نسلکہ فی قلوب المجرمین ۝ لا یومنون بہ وقد خلت سنۃ الاولین ۝ (سورہ حجر رکوع ۲)

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اور رسل کے لئے یہ پہلے سے مقدر ہوتا ہے کہ تاریکی کے فرزند جو شیطانی ذریت کہلاتے ہیں۔ ان سے ہنسی ٹھٹھا کریں۔ ان کی باتوں کو مخول میں اڑائیں۔ ان پر پھبتیاں جمائیں۔ اور بالآخر انہیں اپنے ملک اور قوم سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں۔ ان کی جماعت کو ذلیل اور ادنے درجہ کے لوگ بتائیں۔ مگر کیا ان کی شوخی اور شرارت سے ان کی عزت اور آبرو میں کوئی کمی واقع ہو جاتی ہے؟ کبھی نہیں۔

دُنیا کے کُتے ان پر بھونکتے اور انہیں کاٹتے ہیں اور اپنے زعم میں سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے اُن کو گرا دیا اور اُن کی تذلیل ہو گئی۔ مگر نہیں۔ انہیں آواز آتی ہے قل العزۃ للہ جمیعا۔ تمام عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حقیقی عزت و اکرام کے مستحق اس کے نبی اور مومن ہیں۔

پس اگر محض شیطانی بکواس سے کسی مامور کی عزت کم ہو جاتی ہے۔ تو پھر ثنائی عقائد کی رُو سے نعوذ باللہ تمام نبی ذلیل اور جھوٹے تھے۔ کیونکہ اُن کو جھوٹا کہا گیا۔ اُن کو ساحر کہا گیا۔ اُن کو مہین کہا گیا۔

قرآن مجید میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ اور پہلی کتابوں میں وہ واقعات ملتے ہیں جو ناگفتہ بہ

ہیں۔ اثنائی منطق کی رُو سے اس نبی ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا فتویٰ ہوگا۔ جس کے متعلق لکھا ہے۔

اے یہودیوں کے بادشاہ آداب!

اور اس کے طمانچے بھی مارتے رہے (یوحنا ۱۹/۳)

ایسا ہی لوقا ۲۲/۶۳ میں لکھا ہے اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے۔ اس کو ٹھٹھے میں اُڑاتے اور مارتے تھے۔ اس کی آنکھیں بند کرکے اس سے یہ کہکر پوچھتے تھے کہ **نبوت سے بتا تجھ کو** کس نے مارا۔ اور اُس کو اور بھی بہت سے طعنے دیتے تھے۔

پھر لوقا ۲۳/۳۵ میں لکھا ہے۔ سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے۔ کہ اس نے اوروں کو بچایا۔ اگر یہ خدا کا مسیح اور اس کا برگزیدہ ہے۔ تو اپنے آپ کو بچائے۔

اس قسم کے واقعات کے اندر جس قسم کی شوخی اور شرارت جمع ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن کیا نبی ناصری ان واقعات کی وجہ سے سچ مچ ذلیل ہوگیا؟ ہرگز نہیں۔ وہ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ تھا۔ اور ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قسم کی پھبتیاں اُڑائی گئیں۔ مکّہ کے شوریدہ شورہ پشت مشرکین نے کیا کیا کچھ آپ کو دُکھ دیئے۔ کہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر کیا ان کے وہ نازیبا کلمات ان کی وہ شرارتیں اور شوخیاں آپؐ کی مزیل عزت ہیں؟ کبھی نہیں! اثنائی عقائد میں اگر اس کلیہ سے کل انبیاء علیہم السلام کی نبوت باطل ہو جائے تو تعجب نہیں۔ مگر قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ لازمی امر ہے۔ کہ ان کی تکذیب ہو۔ اور شرارت سے ان کا مقابلہ ہو۔

ہاں قابل غور یہ امر ہے۔ کہ وہ لوگ جو مقابلہ کرتے اور استہزار کرتے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ قرآن مجید کی محولہ بالا آیات میں ہی ان کا انجام بھی بتا دیا گیا ہے۔

جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تضحیک کے لئے اس موقعہ پر اشتہارات دیئے۔ ان کا انجام امرتسری مُنکر کو نظر عبرت سے دیکھنا چاہیئے۔

لودہانوی سعدی مکذب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ابتر فوت ہوا۔ جیسا کہ اس کے متعلق اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۱۲ پر لکھا گیا تھا۔

"اب بتلا کہ دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اور کا۔ حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مردار دیکھیگا۔ کہ تیرا انجام کیا ہوگا؟ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا۔ ان شانئک ھو الابتر۔" آخر اللہ تعالیٰ نے اسے خائب و خاسر اس دُنیا سے اُٹھالیا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ جماعت اور سلسلہ ہلاک ہو جاوے اور اس کا نام و نشان مٹ جاوے۔ اس تمام اشتہار بازی سے اس کی کیا غرض تھی؟

یہی کہ وہ سلسلہ کو باطل محض ثابت کرے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے دکھا دیا۔ کہ اس سلسلہ کی ہر طرح پر تائید اور نصرت ہوئی اور عدو اللہ ہلاک ہوگیا اور خدا کے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ کی زندگی میں نامراد اُٹھا۔

پھر اس لودہانوی اشتہار باز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر برخوردار محمد احمدؐ مرحوم خلف الرشید حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کو پیش کرکے اعتراض کیا اللہ تعالیٰ نے اسے روسیاہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ کشف ایک جیتے جاگتے بچے کی بشارت دی۔ جس کو رسالہ انوار الاسلام کے صفحہ ۲۶ سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

"اس تحریر کے لکھنے کے بعد مجھ پر نیند غالب آگئی۔ اور میں سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہیں کا ہے اور وہ بچہ خوشرنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے **بعوض** محمد احمدؐ آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں شکل میں طاقت میں اُس سے بدرجہا بہتر ہے اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو اور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور نیم جان سا تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوش رنگ ہے اور پھر میرے دل میں یہ آیت گذری جس کا زبان سے سُنانا یاد نہیں اور وہ یہ ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عدو الدین کا جواب ہے۔ کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بن کر اسلام پر حملہ کیا اور وہ بھی بیجا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ۔ اور ایک جزو اس خواب کی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسی یا ثولول کے مشابہ دانے نکل رہے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے۔ واللہ اعلم۔"

یہ بشارت عبدالحی کی پیدائش سے کئی سال پہلے شائع ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے عین اس کشف کے موافق پورا کیا اور اب تک وہ بچہ ایک آیت اللہ کے رنگ میں پرورش پا رہا ہے۔ پس عدو اللہ پر اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے کیسی ذلت کی مار پڑی۔ اور اس کی نظم کی قدر جو ڈاکٹر محمد اقبال نے کی ہے وہ دوسری جگہ بلاحظہ ہو رہے ہے عیسائی مشنریز ان میں سے جو سعید کی طرف سے نکلے تھے۔ وہ خود آخر مسلمان ہو گیا اور مارٹن کلارک وغیرہ نے سخت ناکامی اور شرمندگی اٹھائی اور ایسی زک انہیں ملی۔ کہ منہ دکھلانے کے قابل نہ رہے۔ اگر کوئی سخت جان باقی ہے تو وہ بھی اپنا خمیازہ بھگت رہیگا۔ اب اس کے بعد ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اپنے لوازم کے ساتھ بھی پوری ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ جب یہ پیشگوئی ظہور میں آویگی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سُننے لگیں گے؟

اب ظاہر ہے کہ ان اندھوں۔ بہروں اور لنگڑوں سے ایسے لوگ تو مراد نہیں ہیں۔ جو جسمانی طور پر ان عوارض میں مُبتلا ہوں۔ کیونکہ اگر اس کے یہی معنی ہوں۔ تو پھر امرتسری مُنکر کا اُستاد من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ آخرۃ میں بھی بیچارہ اندھا اُٹھایا جاویگا۔ اور ہر لسیہ و نان کھلانیوالا امرتسری مُلّاں بہرہ اُٹھے (کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ بہرہ ہو گیا ہے) پھر قرآن کریم میں صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ پر بھی غور کرو۔

مگر نہیں یہ مسلّم امر ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنکھیں رکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور کان رکھتے ہوئے نہیں سُنتے۔ پس اب غور طلب یہ امر ہے۔ کہ کیا آتھم کی پیشگوئی کے بعد لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے یا نہیں؟ آتھم کے مباحثہ کے وقت اس سلسلہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ایک ہزار سے اندر تھی اور آج چار لاکھ سے زیادہ ہے۔ اب اے نادان امرتسری بتا۔ کہ کیا اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت ظاہر ہوئی یا نہیں۔ کیا لاکھوں انسان اسے اپنا روحانی پیشوا اور امام یقین کر کے ہر نماز میں اس پر درود نہیں پڑھتے اور اپنی دعاؤں میں اس کی ترقی مدارج کی دعا نہیں کرتے؟

پھر آتھم کے وقت تو اشتہارات وغیرہ چھپوانے کے لئے امرتسر جانا پڑتا تھا۔ آج دیکھ کہ اس سلسلہ کے انگریزی۔ اردو اخبارات اور رسائل کس شان سے نکل رہے ہیں۔

تعلیمی لحاظ سے مدرسہ تعلیم الاسلام کس شوکت سے ترقی کر رہا ہے۔ اور مدرسہ احمدیہ ایک مذہبی دارالعلوم

بن رہا ہے۔ غرض ہر رنگ اور ہر پہلو سے سلسلہ کی ترقی ہوئی۔ اگر تیرے ہی اصول پر پرکھا جاوے۔

تب بھی یہ پیشگوئی پوری ہوئی

یہ پیشگوئی تو بہرحال پوری ہوئی اور حضرت امام علیہ السلام کی اس سے عزت ظاہر ہوئی۔ لیکن اس اصول پر تیری عزت کو بھی پرکھنا چاہتے ہیں۔ اگر محض شریر النفس لوگوں کے اشتہار بازی اور سب و شتم سے کسی کی شان گھٹ جاتی ہے۔ تو اے امرتسری منکر! تیری شان میں جو مدحیہ قصیدے تیرے امرتسری بزرگوں نے شائع کئے ہیں۔ کیا تو ان کی وجہ سے ذلیل ہوا ہے یا نہیں؟ اگر تو بھی ذلیل ہو گیا ہے۔ تو تیرا ثنائی منطق درست ہے۔ اس مطلب کے لئے میں اُن اشتہارات کو نقل کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ جو ثنائی مکائد کی قلعی کھولنے کو امرتسر سے شائع ہوئے یا اہل فقہ میں جو مضامین شیر پنجاب کی نسبت شائع ہوئے۔ کیونکہ وہ ابھی تک لوگوں کو بھول نہیں گئے۔ جن کا کچھ حصہ علمائے خلف میں تو نے پڑھا ہوگا۔

الغرض آتھم کی پیشگوئی پر اس اصول سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر استہزاء ہوتا آیا ہے اور خبیث فطرت لوگ اپنے مذاق کے موافق ان پاک لوگوں کی ہر طرح تذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ذلت اور استہزاء انہیں پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہوا۔ وہ جو ہنسی کرتے تھے اُن پر خود ہنسی ہوئی اور عبرتناک انجام چھوڑ کر رخصت ہوئے یا گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اور جو لوازم حضرت مسیح موعودؑ نے بتلائے تھے۔ ان کے ساتھ تو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی کیونکہ دن بدن سلسلہ کی عزت اور عظمت دنیا کی آنکھوں میں قائم ہو رہی ہے۔ کیا یہ کثیر جماعت جو چار لاکھ سے متجاوز ہے۔ انہیں لوگوں میں سے نکل کر نہیں آئی۔ جو گالیاں دیتے اور ٹھٹھے مارتے تھے؟ پھر یہ ہماری کامیابی ہے یا ناکامی۔

آج حضرت مسیح موعود پر درود پڑھا جاتا ہے۔ یہ اس کی رفعت شان نہیں تو کیا ہے۔ مگر وہ جو عقل کے اندھے اور چشم بصیرت میں ٹینٹ رکھتے ہیں۔ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ وہ سنتے ہیں۔ پر نہیں سُنتے۔

پس امرتسری مُنکر کا یہ اعتراض محض شرارت اور جہالت کی راہ سے ہے۔ اگر اس کا یہ مسلّمہ

ہے۔ تو پھر اس کے نزدیک نعوذ باللہ دُنیا کے تمام راستباز اور نبی اور مامور و مرسل جھوٹے تھے۔ محض اس لئے کہ بد فطرت حق کے دشمنوں نے ان کی ہنسی اڑائی۔

حضرت موسٰی علیہ السلام جب ساحروں کے مقابلہ میں علی رؤس الاشہاد کامیاب ہوگئے تو کیا سب نے مان لیا تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ کہدیا ان ھذا لکبیرکم الذی علمکم السحر۔ آنحضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات دیکھنے والوں نے کیا نہیں کہا سحر مستمر۔ کسی ایک نبی کا نام لو جو جھٹلایا نہ گیا ہو۔ اور اس کی ہنسی نہ اڑائی گئی ہو۔ اس لئے یہ اصول جس رنگ میں امرتسری منکر وضع کرتا ہے۔ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ہتک کرنے والا ہے۔ ونعوذ باللہ من ذالک۔

امرتسری مُنکر کے روحانی باپ انا خیر منہ کہہ کر سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے اُٹھنے والے بٹالوی نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی تصدیق میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی شہادت مانگی تھی اس جگہ مَیں اس کو بھی درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ دیانت اور امانت کے دلدادہ لوگ سمجھ سکیں۔ کہ حق کیا ہے!

اس شہادت کے درج کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ بعض ناخدا ترس حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا ایک کارڈ اس پیشگوئی کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں:۔

"اشتہار شفا بخش"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں میرا ایک خط شائع کرکے پبلک کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے۔ کہ گویا مَیں نے اس پیشگوئی کی نسبت جو مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی موت کے بارہ میں تھی قطعی طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اندیشہ ہے کہ اُس خط کے پڑھنے سے جو اشاعۃ السنہ میں چھاپا گیا ہے بعض لوگ دھوکہ کھا جائیں یا مجھے مکذبین میں سے سمجھ لیں اس لئے مَیں عام اطلاع کے لئے اشتہار دیتا ہوں۔ کہ مَیں دلی یقین سے سمجھتا ہوں

کہ وہ پیشگوئی درحقیقت پوری ہوگئی۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ آتھم صاحب کی میعاد گذرنے پر مَیں بہاولپور میں تھا۔ اور چونکہ اس واقعہ پر پندرہ مہینے گذر گئے تھے اس لئے میرے ذہن میں وہ پیشگوئی معہ اپنی شرط کے محفوظ نہیں رہی تھی۔ سو اس وجہ سے ایک شخص کے دریافت کرنے پر سرسری طور پر یہ خط لکھا تھا۔ اور باایں ہمہ یہ بھی لکھا تھا۔ کہ اس کا سرّ ابھی معلوم نہیں انشاء اللہ چند روز کے بعد میں ظاہر کر سکوںگا۔ سو پیچھے سے پیشگوئی کو پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ وہ پیشگوئی موت کے بارے میں قطعی طور پر نہیں تھی۔ پیشگوئی کے الفاظ میں ہاویہ کا لفظ تھا۔ وہ بھی اس شرط سے کہ اگر آتھم صاحب اس عرصہ میں حق کی طرف رجوع نہ کریں۔ سو ہر ایک منصف کے لیئے یہ امر غور کے قابل تھا کہ کیا آتھم صاحب نے ایام پیشگوئی میں اپنے مذہب پر قائم رہنے میں پورا استقلال دکھلایا یا اپنے اقوال و افعال و حرکات ایسے طور سے ظاہر کئے۔ جو استقامت مذہبی کے مخالف اور رجوع الی الحق پر دلالت کرتے تھے۔ پس جب ان تمام امور پر نظر عمیق سے غور کی گئی تو نہائت صفائی سے ثابت ہوگیا کہ آتھم صاحب بے شک پیشگوئی کے دنوں میں مرکز استقلال کو چھوڑ کر پیشگوئی کے رعب کے نیچے آگئے تھے۔ اور اُنہوں نے اس مُدت میں وہ مضطربانہ حالات دکھلائے اور اُن خوفوں کا اقرار کیا کہ جب تک انسان ایک پیشگوئی سے پورے طور پر متاثر نہ ہو۔ ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ وہ مجانین کی طرح جابجا دوڑتے پھرے۔ اور اُن کے پیر کے تلوے کو آرام نہ رہا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُنھوں نے اپنی تحریرات میں ڈرتے رہنے کا خود اقرار کیا۔ اور اپنے ہراسان اور لرزان ہونے کے ایسے نامعقول عذر پیش کئے کہ جن سے اور بھی یہ الزام اُن پر پختہ ہوگیا۔ کہ ضرور وہ عذاب الٰہی سے ڈرتے رہے کیا کوئی عقل سلیم قبول کر سکتی ہے۔ کہ اُن کے مارنے کے لئے کوئی تعلیم یافتہ سانپ چھوڑا گیا؟ کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ لودیانہ اور فیروزپور میں اس جماعت کے بعض لوگوں نے تلواروں اور بندوقوں کے ساتھ ان پر ضرور حملہ ہی کیا تھا؟ کیا کوئی فطرت صحیحہ اس کو مان لیگی۔ کہ ان تمام حملوں میں صرف آتھم صاحب ہی حملہ آوروں کو دیکھتے رہے۔ اور اُن مکانوں کے دوسرے آدمی اُن کو دیکھ نہ سکے۔ آتھم صاحب نے

ان کچے عذروں کو پیش کر کے ہر ایک عقلمند کو شک میں ڈال دیا کہ ضرور دال میں کالا ہے اور پھر اُن کے کذب اور افترا کی اُن کے اس رویہ نے اور بھی تائید کی کہ باوجود ان تین حملوں کے جو بقول ان کے تین مقام میں ان پر ہوئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ بھی قانونی کارروائی سے مدد نہیں لی۔ اور نہ کسی تھانہ میں ان بیجا حملوں کی رپورٹ دی اور نہ حکام کو مل کر اس کی شکائت کی۔ اور نہ ایام پیشگوئی میں اخبارات میں یہ مضمون چھپوایا۔ اور نہ ایام پیشگوئی کے بعد ان بیجا اور ظالمانہ حملوں کی نالش کی۔ حالانکہ پادری صاحبوں اور دوسرے عیسائیوں نے نالش کے لئے بہت ہی زور دیا۔ اگر واقعات صرف اسی حد تک محدود رہتے۔ تب بھی اس یقین کرنے کے لئے کافی تھے کہ بیشک آتھم صاحب اپنے مصنوعی خدا پر بھروسہ کرنے میں مستقیم نہیں رہ سکے اور سچے خدا کی ہیبت نے انہیں دیوانہ سا بنا دیا لیکن اس کے سوا جھوٹوں کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لئے آتھم صاحب سے ایک اور لغزش ظہور میں آئی۔ کہ باوجودیکہ قسم کھانے کے لئے ان پر بہت ہی زور دیا گیا یہاں تک کہ چار ہزار روپیہ کا انعام بھی شائع ہوا۔ لیکن مقابل پر آنے اور قسم کھانے سے اُن کی جان نکلتی رہی۔ حالانکہ اُن کے مسیح نے خود قسم کھائی۔ پولس نے قسم کھائی۔ پطرس نے قسم کھائی اور نبیوں نے قسمیں کھائیں۔ بلکہ اُنہوں نے اصرار کرنے پر یہ خلاف واقعہ جواب دیا کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانی حرام ہے۔ ایسے مکروہ جھوٹ کی ان کو کیوں ضرورت پیش آئی؟ ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ پس ان تمام واقعات کے جمع ہونے سے قطعی اور یقینی طور پر کھل گیا کہ درحقیقت آتھم صاحب کے دل پر اُس سچے اور کامل خدا کا رعب مستولی ہو گیا۔ جو اسلام کا خدا ہے۔ اب یہ تمام واقعات ایسے ہیں۔ کہ کوئی عقلمند اور منصف ایسا ہے کہ ان کو نظر یکجائی سے دیکھ کر پھر اس نتیجہ تک پہونچ نہ سکے۔ کہ بیشک آتھم صاحب نے رجوع الی الحق کر کے اس شرط سے فائدہ اُٹھایا۔ جو الہامی عبارت میں موجود تھی اور اس صورت میں ظاہر ہے۔ کہ وہ پیشگوئی اپنے دوسرے پہلو پر پوری ہو گئی۔

مولوی محمد حسین صاحب مجھ سے حلفی شہادت اس تصدیق کے لئے طلب کرتے ہیں۔ سو میں نہ اُن کے لئے بلکہ محض اظہار حق کی غرض سے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں

کہ بعد اس کے کہ یہ تمام واقعات ظہور میں آ گئے۔ میرا دل اس یقین سے بھر گیا ہے۔ کہ بے شک پیشگوئی پوری ہو گئی۔ ابتدا میں یہ تمام واقعات میری نظر کے سامنے نہ تھے بلکہ ابھی ان کی خبر بھی مجھ کو نہیں ملی تھی۔ اور بوجہ مدت دراز کے پیشگوئی کے الفاظ بھی مستحضر نہیں رہے تھے۔ اس لئے میں نے وہ خط جو مولوی صاحب نے چھاپا ہے۔ محی الدین کی طرف لکھا تھا۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میں ایک انسان ہوں۔ اور بشریت کے لوازم مجھ میں موجود ہیں۔ پس میں بے خبری کی حالت میں اس صحیح نتیجہ تک کیونکر پہونچ سکتا تھا۔ جو ان واقعات پر علم رکھنے کے بعد حاصل ہو سکتا تھا۔ اسی لئے مولوی صاحب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں محض سچائی کا پیرو ہوں۔ اگر میں سچائی کا پیرو نہ ہوتا۔ تو بغیر علم ان واقعات کے محض تعصب سے ان باتوں کی تصدیق کرتا جن کا ہنوز مجھ کو علم نہیں تھا۔

مولوی صاحب نے یہ بھی اپنے رسالہ میں وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر چار شخص ✦ حلفی شہادت سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار کر دیں۔ تو میں بھی اقرار کر دوں گا۔ کہ پوری ہو گئی سو چونکہ مولوی صاحب کا پہلا مخاطب میں ہی ہوں اس لئے اس وقت سب سے پہلے حلفاً اقرار کرتا ہوں۔ کہ پیشگوئی ضرور پوری ہو گئی۔ اب میں مولوی صاحب کی دیانت اور امانت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ حسب وعدہ اپنی باقی اقراروں کے شائع ہونے کے بعد پیشگوئی کی تصدیق شائع کرتے ہیں یا نہیں۔ ہر چند مجھے اُس تعصب پر نظر کر کے جو مولوی صاحب کے نفس نفیس میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ اس تصدیق اور ایفاء وعدہ کی ہرگز امید نہیں۔ بلکہ بہانہ جوئی کی امید ہے۔ لیکن تاہم منصفوں پر ظاہر کرنے کے لئے کہ مولوی صاحب کہاں تک اپنے وعدہ اور راستی کے پابند ہیں۔ اس اشتہار حلفی شہادت کو شائع کرتا ہوں۔ مئی ۱۸۹۶ء

المشتہر نور الدین از قادیان۔ "

✦ مولوی محمد حسین صاحب کے دوسرے مخاطب یعنی خان محمد علی صاحب و منشی عبد الحق صاحب و منشی الٰہی بخش صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب بھی اس اشتہار میں غور کریں۔

اس کے بعد امرتسری منکر نے اس پیشگوئی پر ایک اور طرح سے جرح کی ہے۔ اور اس کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ناخنوں تک زور لگایا ہے۔ اس میں وہ عالی جناب خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ کا ایک خط درج کرتا ہے۔ جو انہوں نے اس پیشگوئی کی پہلی تاریخ گذرنے پر لکھا۔ الہامات مرزا میں یہ حصہ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ اگر انسان اس کو غور سے پڑھ لے۔ تو خود اسی میں ثنائی مکائد کی حقیقت موجود ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی بڑی قوت کے ساتھ پوری ہو گئی۔ اس لئے میں اس حصہ کو پورا درج کرتا ہوں۔ اور جو الفاظ جلی کئے گئے ہیں۔ وہ خصوصاً توجہ طلب ہیں

قولہ۔ ایک اور طرح سے بھی اس پیشگوئی کی تکذیب ہوتی ہے۔ مرزا جی اپنے الہام یا وحی اور رسالت کو انبیاء (علیہم السلام) کے منہاج اور طرز پر بتلایا کرتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ مرزا جی کی پیشگوئیاں بھی انبیاء کی پیشگوئیوں کی طرز پر ہوں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو پیشگوئی انبیاء علیہم السلام نے کی ہے۔ خاص کر وہ پیشگوئی جو بطور مقابلہ کے ہوگی۔ اس کا ظہور ایسے طریق سے ہوا ہے۔ کہ کسی مخالف یا موافق کو اس کے وقوع میں کبھی تردد نہیں رہا۔ گو بعض جہال نے عناد سے ان کو ساحر۔ مجنون۔ رمّال۔ جفری وغیرہ کہا ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی پیشگوئیاں بالخصوص مقابلہ میں کی ہوئیں تو ایسی وقوع پذیر ہوتی تھیں۔ کہ ان کے وقوع میں مطلق تردد نہ رہتا تھا۔ مثلاً غلبہ روم کی خبر۔ فتح بدر کی پیشگوئی وغیرہ ہم چہ قسم کی پیشگوئی ایسی نہ ملیگی۔ جس کے وقوعہ میں کوئی کافر بھی متردد رہا ہو۔ بخلاف اس کے آپ کی پیشگوئیوں کا یہ حشر ہے کہ غیر تو غیر خود اپنے مرید اور فدائی معتقد بھی دل سے منکر بعض تو دائمی انقطاع کر جاتے ہیں۔ اور بعض اپنی زبان کی پیچ کئے دلوں بعد بصد مشکل آپ کی طرف تاکتے تاکتے لحاظ میں پھنس کر فونوگراف کی طرح آپ ہی کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔

اقول۔ حق بر زبان جاری اسی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرامت ہے۔ کہ ثناء اللہ کے منہ سے اس طریق کا اقرار کرا لیا۔ جو اس کی روحانی موت کا باعث ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ سلسلہ منہاج نبوۃ پر واقعہ ہوا ہے۔ اس لئے پیشگوئیوں کو بھی منہاج نبوۃ کے طریق پر دیکھنا چاہئے + امرتسری منکر

کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مقابلہ کی پیشگوئیاں ایسے طریق پر پوری ہوئی ہیں۔ کہ ان کے وقوعہ میں کسی کافر کو بھی تردد نہیں رہا۔

پھر خود ہی کہتا ہے کہ گو بعض جہال نے عناد سے اُن کو ساحر۔ مجنون۔ رمّال یا جفری وغیرہ کہدیا ہو کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے۔ کہ اگر وہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے۔ اور اپنے سامنے بعینہ پورا ہوتے ہوئے تو پھر انکار اور تردد کیوں رہا؟ کیوں انہوں نے راستی سے اسلام کو قبول نہ کر لیا؟ ان میں کوئی امر تو ایسا ہوگا۔ جس سے انہیں باتیں بنانے کا موقع مل گیا۔

اسی طرح پر تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے شریر اور بد طینت لوگ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس زمانہ میں سحر کہنے والے نہیں وہ کچھ اور کہہ دیتے ہیں۔

بہر حال منہاج نبوۃ پر اگر پیشگوئیاں ایسے طور پر پوری ہوا کرتی ہیں۔ کہ کافر کو بھی تردد نہیں ہوا کرتا۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ یونس کی قوم کے لئے جو عذاب کی پیشگوئی تھی وہ کیوں کر پوری ہوئی؟ اور حضرۃ یونس کو کیوں یہ کہنا پڑا لن ارجع کذابا۔

پھر حدیبیہ میں کیا ہوا۔ قرآن مجید تو خود کہتا ہے یصبکم بعض الذی یعدکم۔ یہاں بعض کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ ساری پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتی ہیں۔ بعض ملتوی یا منسوخ ہو جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو وعدہ ارض مقدس کا دیا گیا تھا اور دوست دشمن اس کے منتظر تھے۔ وہ حضرت موسیٰ کی زندگی میں کہاں پورا ہوا؟ یہ ہے آپ کی قرآن دانی اور منہاج نبوۃ کی حقیقت شناسی! اور اسی شئی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی پرتال!!

بحمد للہ ہم اب بھی دعوی سے کہتے ہیں کہ منہاج نبوۃ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری اترتی ہیں۔

ہم آپ کے کلیہ کو تسلیم کر لیں گے۔ اگر آپ حدیبیہ یا ارض مقدس کے وعدہ موسوی یا مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے متعلق اس زمانے کے کفار کی شہادتیں پیش کریں۔ کہ انہوں نے ان پیشگوئیوں کے وقوع پر اعتراف کر لیا تھا۔

اور یہ جھوٹ سیاہ جھوٹ ہے۔ کہ کسی پیشگوئی کے باعث کوئی شخص مرتد ہوا ہو۔ اگرچہ ارتداد سلسلہ حقہ کے لازم حال ہے۔ کیا اسلام میں ارتداد واقع نہیں ہوا پہلے انبیاء علیہم السلام کے

ماننے والوں میں ارتداد کے واقعات نہیں ہوئے پھر یہ الزام سلسلہ احمدیہ پر کیوں؟ کہ فلاں ابن فلاں مرتد ہوگیا؟ ہم کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی منہاج نبوۃ پر سلسلہ کی حقانیت کی دلیل ہے۔

جناب خان صاحب محمد علی خان صاحب کا خط اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پھر امرتسری منکر جناب مکرم معظم خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ کا ایک خط درج کرتا ہے۔ جو انہوں نے آتھم کی میعاد گذرنے پر لکھا۔ چونکہ یہ خط بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ اُسے یہاں درج کرنا بہرحال ضروری ہے:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولانا مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آج ۷ ستمبر ہے اور پیشگوئی کی میعاد مقررہ ۵۔ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیشگوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں۔ لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے۔ تو میں ہر ایک سزا اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں۔ پر اس کی باتیں نہ ٹلینگی۔"

اب کیا یہ پیشین گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم ابتک صحیح و سالم موجود ہے۔ اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ "پیشگوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی" جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنے جو سمجھے گئے تھے۔ وہ ٹھیک نہ تھے۔ اوّل تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ کہ جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔ دوسری پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں "اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے

یعنے فی دن ایک ماہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے۔ بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ بعض بہرے سُننے لگیں گے"۔

پس اس پیشگوئی میں ہاویہ کے معنے اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں۔ اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے۔ تو بیشک ہماری جماعت ذلت اور رُسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ اور عیسائی مذہب سچا (عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جائے۔ اگر یہ پیشگوئی سچی سمجھی جائے) جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے۔ وہ مسلمانوں کو کہاں؟ پس اگر اس پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے۔ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی (مسلمانوں کو نہیں بلکہ مرزائیوں کو) میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے۔ تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہم پیشین گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیشین گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا۔ وہ مر گیا۔ تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیشین گوئی کے اصلی مفہوم کے سمجھنے میں تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُحد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی۔ آخر شکست ہوئی۔ تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشین گوئی نہ تھی۔ اور اُس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے۔ تو فتح ہوئی۔ کیا کوئی ایسی نظیر ہے۔ کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شُبہے پڑنے شروع ہوگئے۔ لیکن الحمد للہ کہ ابتک جہاں تک غور کرتا ہوں۔ اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شُبہ ہوگیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقعہ سچے ہیں۔ تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرماویں۔ کہ جس سے تشفی کلی ہو جاتی

جیسا لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا۔ کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ تو آپ یہی کہہ دیں گے کہ اوس سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ نے مجھے ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔ برائے استفادہ یہ نہایت دلی رنج سے تحریر کر رہا ہوں۔

راقم محمد علی خان"

اس خط کو درج کرنے کے بعد امرتسری منکر کہتا ہے۔

قولہ۔ جو کچھ اس خط سے گھبراہٹ اور بے چینی ثابت ہوتی ہے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ مرزا جی خود بھی اپنے اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۳ پر اپنے مخلصوں کو جو پیشگوئی کے صدق اور آتھم کے رجوع سے منکرانہ سوال کرتے ہیں۔ تسلی دیتے ہیں اور انجام آتھم کے صفحہ ۱۲ پر بعض کا پھر جانا مانتے ہیں۔۔۔۔۔ لہذا ہمیں فہرست بتلانے کی حاجت نہیں ــــــ

مگر میاں تو یہ غضب ہے۔ کہ پیشگوئی کے وقوعہ کا یقین ہی نہیں۔ مخالفوں کو تو کیا ہوتا۔ مخلصوں کو بھی یہاں تک تردد تھا۔ بلکہ گمان غالب ہے کہ اب بھی ہوگا۔ اور اس پر قسم نہیں کھا سکتے ہوں گے۔

اقول۔ نواب صاحب کا مندرجہ بالا خط نواب صاحب کے صدق اور راستبازی کی دلیل ہے۔ اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ احمدی قوم محض وضعداری کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور یہ خط امرتسری منکر کے اس فقرہ کی بھی تکذیب کرتا ہے کہ بعض اپنی زبان کی پیچ سے الآخرہ۔ اگر محض زبان کی پیچ کسی کو ہوتی تو نواب صاحب کو اس خط کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ بہر حال نواب صاحب کا اس پیشگوئی کے متعلق مندرجہ بالا خط لکھنا صاف بتاتا ہے۔ کہ جو شخص اس جرأت اور دلیری کے ساتھ لکھ سکتا ہے وہ محض کسی پیچ اور ہٹ دھرمی سے کسی بات کو مان نہیں سکتا۔ مگر اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ کیا نواب صاحب کا یہ خط اس پیشگوئی کے ابطال کی دلیل ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب بڑے جلی حروف میں یہ ہوگا کہ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! ہرگز نہیں!!! بلکہ یہ خط حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اس پیشگوئی کی صداقت کی دلیل ہے۔

احمق! اگر اب بھی از منہاج نبوۃ تیری سمجھ میں نہ آئے تو سخت افسوس ہے۔

واقعہ حدیبیہ | ۶ ھ ۶۲۸ء سنہ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قرآن مجید میں دیئے ہوئے وعدۂ

الٰہی کے موافق صحابہ کو ساتھ لیکر بیت اللہ کی زیارت کا قصد کیا اور اس خیال سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہ ہو حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھکر نہ چلے۔ ذوالحلیفہ (مدینہ سے ۶ میل پر ایک مقام ہے) پہنچکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ اس طرح چلنا مصلحت نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آپؐ نے انؓ کی رائے کے موافق مدینہ سے ہتھیار منگوا لئے جب مکہ معظمہ دو منزل رہ گیا۔ تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی۔ کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے۔ بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ بھیجا۔ مکہ والوں نے ان کو روک رکھا اور یہ مشہور ہو گیا۔ کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ سے جہاد پر بیعت لی۔ چونکہ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے تھی۔ اس لئے اس واقعہ کو بیعت الشجرہ کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی اس آیت لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ کی مناسبت سے بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں۔ بہر حال جنگی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ قریش اس امر پر مصر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اب ایک طرف تو قرآن مجید کا تاکیدی وعدہ بشارت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون (سورہ فتح پارہ ۲۶۔ رکوع ۱۲)

دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط پر معاہدہ کیا کہ اس دفعہ مسلمان لوٹ واپس جائیں اگلے سال آئیں۔ لیکن تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ معاہدہ میں یہ شرط بھی داخل تھی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے اور اس اثنا میں اگر قریش کا کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا جاوے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قریش کے پاس واپس بھیجدیں۔ لیکن مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے پاس آجاوے۔ تو ان کو اختیار ہوگا کہ اُس کو اپنے پاس روک لیں۔ آخیر شرط چونکہ بظاہر کافروں کے حق میں زیادہ مفید تھی۔ حضرت عمرؓ کو نہایت اضطراب ہوا۔ معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا تھا۔ کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے۔ انہوں نے سمجھایا کہ رسول اللہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اسی میں مصلحت ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کو تسکین نہ ہوئی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس طرح گفتگو کی:۔

یا رسول اللہ! کیا آپ رسول خدا نہیں ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔ بے شک ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ کیا ہمارے دُشمن مشرک نہیں ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ ضرور ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم:۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا

یہ واقعہ اہلحدیث کے ایڈیٹر اہلحدیث کانفرنس کے سکرٹری مولوی فاضل کو معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ بظاہر الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گویا دب کر صلح کرتے ہیں۔ بحالیکہ آپ ایک رُؤیا صالحہ اور وعدہ الٰہی کے ماتحت مکہ کو آرہے تھے اور یقین کامل تھا۔ کہ آپ مکہ میں داخل ہوں گے۔ اگر اس رویا کی بنا پر آپ یقین نہ رکھتے تھے۔ تو مدینہ سے کوچ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

آپ کا کوچ بتاتا ہے کہ آپ کامل یقین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور یہاں دب کر صلح کرلی پڑی اس پیشگوئی کے موقعہ پر کہاں دوست اور دُشمن نے اقرار کیا کہ پوری ہوگئی؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان صحابی کو تردّد ہوا۔ اور تردد بھی ایسا کہ آداب الرسول کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر استفسار کیا۔ اور متردّد رہے۔ بعد میں اس پر آپؓ کو سخت ندامت ہوئی۔ اور اس کے کفارہ کے لئے روزے رکھے۔ خیرات دی۔ غلام آزاد کئے۔

پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر آتھم کی پیشگوئی پر نواب صاحب کو ایسا خط لکھنا پڑا۔ غرض ان کا ابتلا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ کے ابتلاء سے بہرحال کم ہے۔

پھر اس میں قابل غور ایک اور بات ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیا نواب صاحب اب تک اس سلسلہ میں داخل نہیں ہیں؟ وہ خدا کے فضل سے اس جماعت کے ایک درخشاں رکن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی توفیق دی کہ وہ اپنی امارت اور ریاست کی کچھ بھی پرواہ نہ کرکے محض درویشانہ رنگ میں ہجرت کرکے قادیان ہی آبیٹھے۔ کیا ایسے ہی متردّد ہوا کرتے ہیں۔ ایسے متردد دل پر لاکھوں یقین والے نثار کرنے چاہئیں۔

نواب صاحب نے اپنے خط میں دعا کی ہے۔ "جس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں۔ کہ

آپ اگر فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علحدہ نہ ہوں۔" یہ التجا اور دعا چونکہ دردمند دل سے اور اخلاص سے کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا اور نواب صاحب کے ایمان کو ایسا قوی کیا کہ انہیں مہاجر فی سبیل اللہ بنا دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دامن سے پورے طور پر وابستہ کردیا۔ اس دعا کی قبولیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کو واضح کردیا۔ کیونکہ مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت ان کے دامن سے نواب صاحب کی وابستگی کی دعا پر تھی۔ اور یہ واقعات بتا رہے ہیں۔ خود امرتسری منکر کو بھی یہ بات کھٹکتی ہے۔

پس اس رنگ سے بھی یہ پیشگوئی منہاج نبوۃ پر پوری اُترتی ہے۔ اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔ وللّٰہ الحمد۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ

قولہٗ۔ خود مرزا جی سراج منیر میں دستخط کرچکے ہیں۔ جہاں لکھتے ہیں۔ اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو۔ تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے صفحہ ۱۴۔

اقول۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ اس میں کلام ہی کیا ہے۔ اس پیشگوئی نے اگر دلوں کو نہیں کھینچا۔ تو چار لاکھ سے زیادہ کی جماعت کہاں سے آگئی۔ جو کام سلسلہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اس پر لاکھوں روپیہ کہاں سے آیا؟

یہ کھلے کھلے نشان ہیں۔ چاہو۔ تو ان میں غور کرو۔

غرض آتھم کی پیشگوئی محض اس وجہ سے مشکوک نہیں ہوسکتی۔ کہ اس پر جناب نواب محمد علی خان صاحب قبلہ (جو آپ کے بھی ولی نعمت ہیں اور جن کے ٹکڑوں پر چند روز آپ بھی بسر کرتے رہے ہیں) کو آنی طور پر شک پیدا ہوا۔ نواب صاحب کا طرز عمل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس طرزِ عمل سے ملتا ہے۔ جو واقعہ صلح حدیبیہ پر آپ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ علاوہ بریں نواب صاحب باوجودیکہ انہیں اطمینان مزید کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے استفسار کرنا پڑا۔ مگر اُنہوں نے آپ کے دامن کو نہ چھوڑا۔ بلکہ آپ کے دامن سے وابستہ رہنے کی دعا کی اور

بڑے درد سے خدا تعالیٰ کے حضور پکارے کہ "پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقعہ سچے ہیں۔ تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں" اب دیکھ لو۔ کہ یہ دعا کیسی قبول ہوئی اور اس قبولیت دعا کے ساتھ حضرت کی صداقت

روز روشن کی طرح کھل گئی

اور ایسا ہی نااہل اور مہ نور مے فشاند و سگ بانگ میزند کے مصداق لوگوں کے شور و بکا سے اس پیشگوئی کی سچائی پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ میں نے اوپر دکھایا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر واقعہ ہوئی ہے کہ لوگ مامورین و مرسلین کی آیات صدق دیکھتے ہوئے بھی استہزا کرتے اور کہتے ہیں **قالوا ھذا سحر مستمر** اور موسیٰ جیسے جلیل الشان انسان کو جو اولوالعزم نبی ہو کر آیا فرعون کہتا ہے **کبیرکم ھذا الذی علمکم السحر**

اب بتاؤ! یہ معیار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ نا اہلوں نے شور مچایا اس لئے پیشگوئی درست نہیں۔ آہ!

عقل کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رُخ کافر و دیندار کا

اور اگر یہ اصول صحیح ہوتا تو پھر رسالت اور نبوت کا معاملہ ہمیشہ کے لئے مشکوک اور مشتبہ ہو جاتا اور چمگادڑوں کی نظر کے موافق آفتاب کا وجود گم اور دہریوں کے اعتراضات کی بنا پر خود جناب باری کی ہستی موہوم ہو جاتی۔ علاوہ بریں اس قسم کی گندہ دہانی کرنے والوں کے استاد لوہائی نومسلم کو جو سرٹیفکیٹ ایک غیر احمدی شاعر کی طرف سے ملا تھا۔ وہ اس کی حقیقت کو طشت ازبام کرتا ہے اگرچہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس رسالہ میں اسے درج کروں۔ مگر محض اس خیال سے کہ یہ ایک گپ نہ سمجھی جاوے اسے درج کرتا ہوں۔ امید ہے امرتسری منکر اور اس کے امثال و اقران اسے شوق سے پڑھیں گے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ سرٹیفکٹ کسی ادنیٰ طبیعت کے شاعر اور تک بند کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب بالقابہ کی طرف سے تھا۔ جو اس زمانہ میں ایف اے کلاس کے طالب علم تھے۔

مشہور پنجابی مثل ہے
جیہا مُنہ تیئی چپیڑ

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
خوب ہو گی مہتروں میں قدردانی آپ کی

بیت ساری آپ کی بیت الخلا سے کم نہیں
ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی

تیلیاں جاروب کی لیتے وہ خامہ کے عوض
کھینچتے تصویر گر بہزاد و مانی آپ کی

راہ اپنی چھوڑ کر نکلے دہن کی راہ سے
ہے مگر باد مخالف نغمہ خوانی آپ کی

ان دنوں کو فصل گل کیسے ویا دن پھول کے
ہر طرف ہوتی ہے سعدی گل فشانی آپ کی

آپ کے اشعار موتی ہیں مگری کے بغیر
گوش عالم تک یہ پہنچے ہیں زبانی آپ کی

گوہر یہ رآ جھڑتے ہیں آپ کے منہ سے سبھی
جان سے تنگ آگئی ہے مہترانی آپ کی

ہر طرف سے آ رہی ہے یوں جو دُر دُر کی صدا
بھاگ گئی اہل سخن کو دُر فشانی آپ کی

آپ سے بڑھ کر عروضی کوئی دنیا میں نہیں
واہ صاحب شعر خوانی شعر دانی آپ کی

خاک کو ہم جانتے گر یہ بات کہہ دیتے ہیں آج
تلخ کامی ہوگی یہ شیریں بیانی آپ کی

جب ادھر سے بھی پڑیں گے آپ کو صابن کے ڈلے
آپ پر کھل جائے گی رنگیں بیانی آپ کی

کھاؤ گے فرمائشی سر پلپلا ہو جائے گا
پھر نکل جائے گی سر سے شعر خوانی آپ کی

دین اور ایمان کی دُم میں واہ نمدہ دیدیا
سارے عالم کی زباں پر ہے کہانی آپ کی

آفتاب صدق کی گرمی سے گھبراؤ نہیں
حضرت شیطان کریں گے سائبانی آپ کی

اشتہار آخری اک آفت ہے شیطان کی
سر بسر جس سے عیاں ہے خوش بیانی آپ کی

وہ مثل ہے ہے طویلے کی بلا بندر کے سر
ہو گیا ہم کو یقین شامت ہے آئی آپ کی

خر کمہاروں کا موا دھوبن ستی ہوتی ہے مفت
ہے مگر قوم نصاریٰ یار جانی آپ کی

رانڈ کے چرخے کی صورت کیوں چلے جاتے ہیں آپ
اہل عالم نے سبھی بکواس جانی آپ کی

نیلے پیلے یوں نہ ہو پھر کیا کرو گے اُس گھڑی
جب خبر لیوے گا قہر آسمانی آپ کی

بات رہ جاتی ہے دُنیا میں نہیں رہتا ہے وقت	آپ کو نادم کریگی بدزبانی آپ کی
قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل	واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

الراقم

شیخ محمد اقبال ایف۔اے کلاس سکاچ مشن سکول سیالکوٹ

اس کے مطالعہ سے امید ہے امرتسری منکر کا دماغ تازہ ہو گیا ہوگا اور آئندہ وہ ایسے بزرگ کے کلام سے اپنے رسالوں کو آلودہ نہ کریگا۔ بشرطیکہ اس میں حیا باقی ہو۔ اب اس بیان کے بعد میں آتھم کی پیشگوئی پر امرتسری منکر کے باقی ماندہ اعتراضات کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں امرتسری منکر کہتا ہے کہ "ایک اور طرف سے بھی اس پیشگوئی میں تناقض ہے۔ مرزا جی نے آتھم کا رجوع تو عین جلسہ مباحثہ ہی میں ثابت کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس (آتھم) نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینے تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا (کشتی نوح صفحہ ۶)

اس اقتباس پر امرتسری منکر انوار الاسلام کے صفحہ ۵ و ۷ کی تشریح متعلقہ ہاویہ کو لیکر دونوں میں اختلاف اور تناقض بتاتا ہے۔ کہ "جبکہ آتھم نے جلسہ مباحثہ ہی میں وہ رجوع کر لیا تھا جس کے کرنے پر اسے ہاویہ سے بچ جانا تھا ...... تو پھر وہ ہاویہ سے کیوں نہ بچا رہا۔"

اقول۔ امرتسری منکر کی یہ پہلی نادانی یا غلط فہمی نہیں بلکہ مغالطہ آفرینی کی اس نے ایسی مشق کی ہے۔ کہ اگر تامل سے اس کے اعتراض اور اصل عبارت کو نہ دیکھا جاوے تو مغالطہ کھا جانا مشکل نہیں۔ اس احمق کو اتنا معلوم نہیں کہ مباحثہ میں جو اس نے رجوع کیا تھا۔ جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے کشتی نوح کے مندرجہ بالا اقتباس میں کیا ہے۔ وہ ایک ابتدائی فعل تھا نہ یہ کہ وہ بحالت تکمیل پہنچ گیا۔ پیشگوئی کی عظمت اور ہیبت نے اس کے دل کو پکڑا اور اُس نے عین جلسہ میں رجوع کیا۔ کانوں پر ہاتھ رکھے اور زبان نکال کر کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت وہ ہاویہ سے اسی نسبت سے بچا۔ یہ اس کا زبانی اعتراف تھا

اور پھر اس کا سفر اور شہر بشہر مارے مارے پھرنا جس کو تناقض کے لئے امرتسری منکر پیش کرتا ہے اس کا عملی نمونہ تھا۔ اگر وہ پیشگوئی کی عظمت اور ہیبت سے ڈرا نہیں تھا۔ تو اس کو بھاگنے کی کیا حاجت تھی؟ غرض یہ عجیب بات ہے کہ زبانی اقرار اور عملی نمونے میں امرتسری منکر تناقض بتاتا ہے اور یہ اس کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔

دوسری توجیہہ۔ پیشگوئی کی جو توضیح اپنے اجتہاد سے حضرت مسیح موعودؑ نے کی تھی اس میں لکھا تھا کہ بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ ان الفاظ پر غور کرو۔ اور سوچو مطلب صاف ہے۔ یعنی فریق مخالف اگر حق کی طرف رجوع نہ کریگا تو بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اگر رجوع کریگا تو سزائے موت سے بچایا جاویگا اس کے یہ معنے کہاں سے نکلے کہ وہ ہاویہ میں کبھی گرایا نہ جاویگا۔ ہاں! اگر وہ کامل طور پر مسلمان ہو جاتا اور پیشگوئی میں اس کے قبول اسلام کی شرط ہوتی تو شرط نجات از عذاب بھی ہوتی۔ اس صورت میں کوئی ہمیں بتائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں کہاں تناقض رہا۔ اس رجوع کا یہ نتیجہ ہوا کہ بسزائے موت وہ ہاویہ میں اُس وقت نہ گرا اور اسے مہلت دی گئی۔ غرض آتھم کا ستر آدمیوں کے سامنے رجوع کرنا ہرگز اس کے مارے مارے پھرنے کے فعل اور نتیجہ کا منافی اور نقیض نہیں۔

غرض یہ بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں ہرگز تناقض نہیں۔ یہ صرف امرتسری منکر کی فضیلت علمی کا ثبوت ہے۔ پھر اسی رجوع اور ہاویہ کی بحث میں پڑ کر امرتسری منکر سوال کرتا ہے۔ کہ

"بھلا مرزا جی اگر آتھم نے جلسہ ہی میں ستر آدمیوں کے سامنے دجال کہنے سے توبہ کی تھی اور یہی اس کا رجوع تھا اور اسی بنا پر پیشگوئی تھی۔ تو پھر آپ نے اسی وقت اپنی سچائی اور مسیحائی کا ثبوت کیوں نہ دیا۔"

بریں عقل و دانش بباید گریست۔ اس نادان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ طریق ادب اور اسوہ حسنہ پیشگوئیوں کے متعلق یہی ہے۔ کہ اس کی میعاد مقررہ تک دیکھا چاہیئے۔ اگر اسی وقت بفرض محال حضرت مسیح موعودؑ اعلان کرتے۔ تو کیا امرتسری منکر اور اس کے امثال مان لیتے

وہ اور بھی ہنسی اڑاتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ ماہ کی قید لگا دی تھی۔ تو پندرہ ماہ تک انتظار کئے بدوں کسی قسم کا اظہار رائے خدا تعالیٰ کے کلام پر تقول ٹھہرتا اور یہ جرائت ہوتی جس کو ایک خدا کا برگزیدہ نبی کبھی گوارہ نہیں کر سکتا۔

دروغ گوئم برروئے تو امرتسری منکر سے جب کچھ بن نہ آیا تو آتھم کے پیشگوئی کے موافق مرجانے کو بھی اعتراض ہی کی ذیل میں رکھ دیا اور اس طرح پر ثابت کردیا کہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً کے مصداق ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں چنانچہ کہتا ہے

قولہ۔ مرزا جی کی عیاری کی بھی کوئی حد ہے۔ پندرہ ماہ میں جب آتھم نہ مرا۔ تو اس کو کبھی تو رجوع بحق سے ملزم ٹھہرایا اور کبھی ہاویہ میں پہونچایا اور پیشگوئی سے بعد قریباً ۸ ماہ مرا۔ تو بھی اپنی پیشگوئی کی تصدیق بتلاتے ہیں۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ یہ کیا پیشگوئی ہے کہ ایک بوڑھے عمر رسیدہ کی بابت جو پندرہ ماہ میں بمشکل بچا ہو ایسی بے یقین پیشگوئی کی جاوے کہ وہ جلد مر جائیگا۔ (الہامات صفحہ ۴۲)

اقول۔ چہ دلاور ہاست دردے کہ بکف چراغ دارد ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ آتھم کا رجوع اس کے لئے نافع ثابت ہوا۔ اور پیشگوئی کی اول شرط کے موافق اس نے رجوع سے فائدہ اٹھایا لیکن جبکہ اس کے رجوع الی الحق کا اعلان حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے کیا گیا۔ اور اتمام حجت کے لئے نہ ایک۔ دو بلکہ متواتر چار اشتہار دیئے گئے۔ اور اسے کہا گیا کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اگر یہ درست نہیں اور تم نے رجوع نہیں کیا تو قسم کھاؤ۔ اور پھر قسم کھانے پر اگر تم ایک سال کے اندر عذاب موت سے بچ جاؤ۔ تو چار ہزار تاوان بھی لو۔ باوجود اس تحدی اور چیلنج کے جب آتھم مقابلہ میں نہ آیا اور اس نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ فی الواقعہ اس نے رجوع کیا۔ اور اسی لئے وہ ہاویہ کی تکمیل یعنی سزائے موت سے پندرہ ماہ کے اندر بچ گیا۔ اس حد تک پہلی پیشگوئی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد چونکہ اس نے حق پوشی کی پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے حق میں بلا تعین نہیں جیسا کہ حق پوش امرتسری منکر کہتا ہے بلکہ بہ تعیین میعاد پیشگوئی کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ دیکھو۔ اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ۔

"اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیویں۔ تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر قسم نہ کھادیں۔ تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑیگا۔ جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا۔ اور وہ دن نزدیک ہیں۔ دور نہیں"۔

اے خدا کے لئے سوچنے والو! بتاؤ۔ کہ کیا ان الفاظ میں صراحتاً بلا تاویل آتھم کی موت کے متعلق بہ تعیین میعاد نہیں ہے۔ اور انہیں بتایا کہ دوسری صورت میں تو ایک سال بھی کم میں وہ فوت ہو جائیگا۔ پھر امرتسری بے حیا جو دوسروں کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر ان لم تستحی فاصنع ما شئت پڑھتا ہے۔ کیسا حق پوشی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم کے پہلے اور دوسرے صفحہ پر ان تمام پیشگوئیوں کو جو اس کی اس موت پر دلالت کرتی ہیں یکجا جمع کر دیا ہے نفع عوام کے لئے میں انہیں یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں:۔

"چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷۔ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے ہیں۔ اس لئے ہم قرین مصلحت سمجھتے ہیں کہ پبلک کو وہ پیشگوئیاں یاد دلاویں۔ جن میں لکھا تھا کہ آتھم صاحب اگر قسم نہیں کھائیں گے۔ تو اس انکار سے جو ان کا اصل مطلب یعنی باقیماندہ عمر سے ایک کافی حصہ پانا یہ ان کو حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ انکار کے بعد جو ان کے بیبائی کی علامت ہے جلدی اس جہان سے اٹھائے جائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ابھی ہمارے اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء پر سات مہینے نہیں گزرے تھے۔ کہ وہ اس جہان سے گذر گئے۔ اور وہ پیشگوئیاں کہ ان کی اس موت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور پہلے اشتہارات میں درج ہیں۔ یہ ہیں:۔

اول۔ ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب [یعنی موت] اس وقت تک تھما رہے۔ جب تک کہ وہ [یعنی آتھم] بیباکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا نہ کرے۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۴

دوم۔ وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں کسی قدر آتھم صاحب کو کچھ مہلت دی گئی ہے [یعنی تھوڑی سی مہلت کے بعد پھر موت آئیگی] دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۶

سوم۔ اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب [یعنی موت] کی بنیادی اینٹ

رکھدی گئی ہے۔ اور وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائیگی خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں۔ اور کینہ ور انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں۔ دیکھو۔ انوار الاسلام صفحہ ١٠

چہارم۔ اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ جو ہونا تھا۔ وہ سب ہو چکا اور آگے کچھ نہیں۔ کیونکہ آئندہ کے لئے یہ بشارتیں ہیں ونمزق الاعداء کل ممزق۔ ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے یعنی اپنی حجت کامل طور پر ان پر پوری کردینگے۔ دیکھو۔ انوار الاسلام صفحہ ١٥۔

پنجم۔ اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں۔ اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑیگا۔ جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔ اور وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں یعنے اس کی موت کے دن دیکھو۔ اشتہار انعامی چارہزار روپیہ صفحہ ١١۔

ششم۔ مگر تاہم یہ کنارہ کشی آتھم کی [یعنی قسم سے انکار کرنا] بے سود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے۔ اگرچہ آتھم نے نالش اور قسم سے پہلو تہی کر کے اپنے اس طریق سے صاف جتلا دیا۔ کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا اور تین حملوں کے طرز وقوع سے بھی جن کا وہ مدعی تھا۔ کھلے طور پر بتلا دیا کہ وہ حملے انسانی حملے نہیں تھے۔ مگر پھر بھی آتھم اس جرم سے بری نہیں ہے۔ کہ اس نے حق کو علانیہ طور پر زبان سے ظاہر نہیں کیا۔ دیکھو رسالہ ضیاء الحق مطبوعہ مئی ١٨٩٥ء صفحہ ١٦

ایسا ہی ان رسائل اور اشتہارات کے اور مقامات میں بار بار لکھا گیا ہے۔ کہ موت میں صرف مہلت دی گئی ہے۔ اور وہ بہرحال انکار پر جمے رہنے کی حالت میں آتھم صاحب کو پکڑ لیگی چنانچہ ہمارا آخری اشتہار جو آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے دیا گیا۔ اس کی تاریخ ٣٠ دسمبر ١٨٩٥ء ہے۔ اس کے بعد آتھم صاحب کا انکار کمال کو پہنچ گیا۔ کیونکہ انہوں نے باوجود

اس قدر ہمارے اشتہارات کے کہ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا نکلا۔ یہانتک کہ سات اشتہار دیئے گئے۔ مگر پھر بھی انہوں نے وہ گواہی جو ان پر فرض تھی ادا نہیں کی اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کو اس پیشگوئی کے اثر سے خالی نہ چھوڑا۔ چنانچہ سات اشتہار پر سات دفعہ انکار کرنے کے بعد آخر ساتویں اشتہار سے سات مہینے پیچھے موت ان پر وارد ہو گئی۔ اور وہ ہاویہ کے عذاب سے پہلے بھی نجات یافتہ نہ تھے۔ اس وقت سے جو ان کو پیشگوئی سنائی گئی۔ اس وقت تک کہ ان کی جان نکل گئی۔ غضب الٰہی کی آگ ہروقت ان کو جلا رہی تھی اور ایک خوف اور بے آرامی اور بے چینی ان کے لاحق حال ہو گئی تھی۔ پس کچھ شک نہیں کہ وہ پیشگوئی کے وقت سے عذاب الٰہی میں پکڑے گئے۔ جیسے کوئی سخت بیماری میں پکڑا جاتا ہے اور ان کا آرام اور خوشی سب جاتی رہی۔ سو الحمدللہ والمنۃ کہ جب آتھم صاحب نے اپنے رجوع الی الحق سے سات دفعہ انکار کیا تو خدا نے اس دروغگوئی کی سزا میں ان کو جلد لے لیا*

ان تمام پیشگوئیوں کو یکجائی طور پر غور کرنے کے بعد انکار کرنا صرف بے حیا انسان کا کام ہے۔

ایک عجیب مغالطہ

اس مقام پر امرتسری منکر نے ایک عجیب مغالطہ دیا ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی نیت محض شرارت پیدا کرنا ہے اور حق گوئی سے اس کو غرض نہیں۔ آتھم چونکہ ایک سال کے اندر دوسری پیشگوئی کے موافق مر گیا۔ اس کا جواب ہو نہ سکتا تھا۔ اس لئے اعتراض کر دیا کہ

* حاشیہ۔ بلاشبہ آتھم کے دوستوں کو اس کی موت کا بہت ہی غم ہوا ہوگا۔ بلکہ ہم نے سُنا ہے کہ ایک عیسائی بھولے خان نامی اس کی موت کے غم سے مر ہی گیا۔ اور اس کو آتھم کی ناگہانی موت نے ایسا در دسے پکڑا کہ اس نے خود کہدیا کہ **یقیناً اب میرا جینا مشکل** ہے۔ چنانچہ دل پر سخت صدمہ پہونچنے کی وجہ سے وہ مر ہی گیا۔ اور پھر عیسائیوں نے اپنی قدیم عادت جھوٹ کی وجہ سے اس کی موت کو کرامت بنا لیا۔ بہتر ہو کہ اس قسم کی کرامت دوسرے شریر پادریوں سے بھی ظاہر ہو۔ تا خس کم جہاں پاک کی مثال صادق آوے۔ منہ

قولہ - جس صورت میں قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت دیجاتی تھی تو بغیر قسم کھائے بھی وہ سال کے اندر ہی کیوں مرگیا اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ قسم کھاکر بھی سال کے اندر مرتا۔ تو قسم کا نتیجہ نہ ہوتا بلکہ یہ معلوم ہوتا کہ اس کی موت کا یہی وقت تھا۔

اقول - امرتسری مُنکر کی فضیلت کی پگڑی کا اس مقام پر تو تار بھی نہ بچا۔ اس نادان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قبل از وقت تو کوئی مرتا ہی نہیں۔ انسان اپنی اجل مقررہ پر مرتا ہے لیکن پیشگوئی کے ماتحت مرنے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ فی الواقعہ پیشگوئی کرنے والا علام الغیوب خدا کی طرف سے ہے کیونکہ غیب تو کسی پر اس کے رسولوں کے سوا کھولا نہیں جاتا۔ اور موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ ایک شخص جو خدا کے مامور و مرسل کے مقابلہ میں آتا ہے اور پھر وہ مامور اس کے لئے ایک سال کے اندر عذاب موت کی پیشگوئی کرتا ہے جو پوری ہوجاتی ہے۔ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوگیا کہ وہ بے اجل آئے مرگیا۔ ارے احمق تو قرآن پڑھتا ہے اور نہیں جانتا کہ لا یستقدمون ساعة ولا یستاخرون اس میں آیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ہی کی تو یہ زبردست پیشگوئی ہے۔ آپ نے لکھدیا تھا کہ قضائے مبرم ہے۔ ٹل نہیں سکتی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ پر کھولا گیا تھا کہ وہ ایک سال کے اندر ہلاک ہوگا۔ یہی غیب پیشگوئی تھا اور پھر یہ بھی بتادیا تھا کہ اگر قسم نہ کھائیگا۔ تو بھی عذاب موت سے نہ بچیگا۔ اور وہ عذاب بھی قریب ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اگر وہ قسم کھاکر بھی مرتا۔ تب بھی وہ قسم کا نتیجہ نہ ہوتا۔ بجز کاٹھ کے اُلّو کے اور کون کہہ سکتا ہے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ یہ بھی ساتھ ہی بتادیا ہو۔ کہ قسم نہ کھائے تب بھی نہ بچیگا۔ یہ ایسا زبردست معیار صداقت مرزا ہے کہ دشمن اس کو توڑ نہیں سکتا۔ کاش کوئی غور کرے۔

یہ پیشگوئی بہت سی پیشگوئیوں پر مبنی تھی۔ آتھم کے قسم نہ کھانے کی پیشگوئی بھی کردی گئی تھی اور پھر اُس کے فوت ہوجانے کی بھی صراحت تھی۔ فقد بروا لا تکن من الغافلین۔ پھر اسی ضمن میں امرتسری مُنکر غلط مبحث کرکے اندر مین مرادآبادی کا ذکر کرتا ہے کہ "اس نے پیشگوئی سے اعراض کیا اور بعد اعراض (بقول آپ کے) کچھ عرصہ کے اندر فوت بھی ہوگیا۔ اس کی نسبت آپ نے یہ مشہور نہ کیا کہ میری پیشگوئی کے مطابق مرا"

اقول - سچ ہے۔ ماموروں کی مخالفت سے انسان کا عقل اور علم سلب ہوجاتا ہے۔ احمق! اندرمن نے پیشگوئی کی اشاعت سے روکا۔ نہ کہ اس نے حق پوشی کی۔ اس کی قضا و قدر تو معلوم ہوگئی تھی مگر جب اس نے منع کردیا کہ شایع نہ کرو۔ وہ پیشگوئی ہی شائع نہ ہوئی۔ گو اس کے موافق وہ فوت ہوگیا۔ چونکہ پبلک کو اس کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے پورا ہونے پر مشتہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آتھم نے تو حق پوشی کی۔ پہلی پیشگوئی کے مطابق جب اس نے رجوع بحق کیا اور الہام الٰہی نے اُسے ظاہر کیا اور اس کے عام اعلان کی ایک ہی صورت تھی کہ آتھم قسم کھائے کہ اس نے رجوع نہیں کیا اور پھر وہ ایک سال تک زندہ بچ رہتا۔ تو ثابت ہوجاتا کہ پہلی پیشگوئی بھی خدا کی طرف سے نہ تھی اور اس کے رجوع کی جو خبر دی گئی تھی کہ اعلام الٰہی سے معلوم ہوئی۔ وہ بھی غلط ثابت ہوتی مگر اس نے قسم نہ کھائی اور قسم نہ کھانے کی وجہ سے اس کے مرنے کی خبر دیکر اُسے پورا کیا۔ پس اس کی موت نے ثابت کردیا کہ قسم نہ کھانے اور حق پوشی کے جرم میں اس پر عذاب آیا اور پہلی پیشگوئی جو کی گئی تھی اس کے پورا ہونے پر اور آتھم کے رجوع کی شرط سے فائدہ اُٹھانے کی صداقت پر اس کی موت نے مُہر کردی۔ اب احمق ہے۔ جو اس کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ابدی مہر ہے!

اس پیشگوئی پر امرتسری مُنکر کے اعتراضات ختم ہوچکے۔ صرف ایک اور باقی ہے جو اُس نے صفحہ ۴۴ میں بحوالہ کشتی نوح لکھا ہے۔

قولہ - رسالہ ہذا کی طبع اول سے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی زیادہ مزیدار ہیں۔ آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا۔ سو وہ (آتھم) مجھ سے پہلے مرگیا۔ .... ناظرین ورق اُلٹ کر پیشگوئی کے الفاظ بغور پڑھیں کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا لفظ ہے۔ جس کے یہ معنے یا اشارہ ہو۔ کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا"

اقول - اس اعتراض پر امرتسری مُنکر نے بڑی بغلیں بجائی ہیں اور نہائت شوخی سے یہ مطالبہ کیا ہے مگر اس عقل کے دُشمن کو اتنا معلوم نہیں کہ یہ کب کہا گیا ہے کہ پہلی پیشگوئی میں صراحتاً یہ تحدی تھی۔ ہاں معناً اس کا بھی یہی مفہوم تھا۔ جبکہ کہا گیا کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کررہا ہے

کیا بغیر حکم حاکم کے یوں ہی اتفاقی طور پر لوگ مر جاتے ہیں۔ اور نیز۔ اتفاق اور امکان تو دونوں پہلو رکھتا ہے۔ مرنا اور نا مرنا بھی بلکہ نا مرنے کا پہلو قوی اور غالب ہے۔ کیونکہ مرجانا تو ایک نیا حادثہ ہے اور زندہ رہنا ایک معمولی امر ہے۔ جو موجود بالفعل ہے۔ پھر موت سے نڈر کرنا صریح اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ اپنے خدا کے کامل اقتدار پر ایمان نہیں۔ حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے۔ اب وہی غالب ہوگا جو سچا خدا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی۔ کہ اس قسم والے برس میں ہم نہیں مرینگے لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھالی۔ تو ضرور فوت ہوجائیں گے۔ تو جائے انصاف ہے۔ کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ اُن کو بچا نہیں سکے گا۔ اور نیچی ہونے سے استعفا دیدیگا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ نہیں۔ یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑ دیں۔ اور یا قسم کھالیں۔ ہاں اگر عام مجلس میں یہ اقرار کردیں۔ کہ ان کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی تو قدرت نہیں۔ مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین دن تک البتہ قدرت ہے۔ اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین ہی دن تسلیم کرلیں گے۔ اگر اب بھی یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار پاکر منہ پھیر لیا۔ تو ہر جگہ ہماری کامل فتح کا نقارہ بجیگا۔ اور عیسائی اور نیم عیسائی سب ذلیل اور پست ہوجائیں گے۔ اور ہم اس اشتہار کے روز اشاعت سے بھی ایک ہفتہ کی میعاد آتھم صاحب کو دیتے ہیں۔ اور باقی وہی شرائط ہیں۔ جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بتصریح لکھ چکے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

دوم۔ خط بنام آتھم مندرجہ اشتہار تین ہزاری میں صاف صاف یہی الفاظ درج ہیں۔ جن کو جلی کردیا ہے۔

از طرف عبداللہ الاحد احمد عافاہ اللہ و ایّد۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو۔ کہ میں نے آپ کا وہ خط پڑھا۔ جو آپ نے نور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۰ میں چھپوایا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اس خط میں دونوں ہاتھ سے کوشش کررہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو۔ میں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور پاک الہام پاکر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے۔ معلوم کرلیا

اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے الیٰ آخرہ۔ اب کون احمق یہ کہہ سکتا ہے کہ جو عذاب آنے والا ہے۔ وہ نصرانی فریق پر آنیوالا ہے۔ اس کا صادق کے سامنے مرنا اور اُس کی موت کا اس کی عزت کا باعث ہونا ضروری ہے اور یہ اس کی زندگی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ اس سے پہلے یا اس کے ساتھ ہی مرجاوے تو پیشگوئی مشتبہ ہوجاتی ہے اس لئے یہ لازمی امر تھا کہ کاذب صادق سے پہلے ہلاک ہو۔

مگر بعد میں جب آتھم نے رجوع سے فائدہ اُٹھایا اور عذاب موت ملتوی ہوا۔ اور اس پر قسم کے لئے اسے بُلایا گیا اور قسم کھانے یا نہ کھانے پر اس کے لئے ایک سال کے اندر فوت ہونے کی قطعی بلا شرط پیشگوئی کی تو اس میں بھی فریق صادق کا اس موت سے بچ رہنا لازمی امر تھا اور اگر صراحت نہ بھی کی جاتی تو بھی اس کے یہی معنے ہوتے اور ہر بالغ عقل انسان یہی سمجھتا۔ مگر قربان جائیے امرتسری مُنکر کی عقل پر کہ وہ کہتا ہے کہ یہ کب کہا گیا۔ اس کے لئے امرتسری مُنکر کو ذیل کے فقرات پڑھنے چاہئیں:۔

اوّل۔ اور یہ کہنا کہ شائد اُن کو یہ دھڑکہ ہو۔ کہ ایک برس میں مرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کون اُن کو مارے گا۔ اُن کا خداوند مسیح یا اور کوئی۔ پس جبکہ یہ دو خداؤں کی لڑائی ہے۔ ایک سچا خدا جو ہمارا خدا ہے۔ اور ایک مصنوعی خدا جو عیسائیوں نے بنالیا ہے۔ تو پھر اگر آتھم صاحب حضرت مسیح کی خدائی اور اقتدار پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ آزما بھی چکے ہیں تو پھر اُن کی خدمت میں عرض کردیں کہ اب اس قطعی فیصلہ کے وقت میں مجھکو ضرور زندہ رکھیو۔ یوں تو موت کی گرفت سے کوئی بھی باہر نہیں اگر آتھم صاحب چونسٹھ ۶۴ برس کے ہیں تو عاجز قریباً ساٹھ برس کا ہے۔ اور ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں موثر ہے۔ لیکن اگر اسی طرح کی قسم کسی راستی کی آزمائش کے لئے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس برس تک اپنے زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ دینی بحث کے وقت میں ضرور خدا تعالیٰ ہماری مدد کریگا۔ اور ایسا شخص تو سخت بے ایمان اور دہریہ ہوگا کہ جس کو ایسی بحث میں یہ خیال آوے۔ کہ شائد میں اتفاقاً مرجاؤں۔ کیا زندہ رہنا اور مرنا اس کے خدا کے ہاتھ میں نہیں

ہے۔ کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بنا پر پیشگوئی کے وقوع کا ہم وغم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہوا۔ میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے اور اُس پاک ذات نے مجھے یہ اطلاع دی ہے۔ کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا اور اُس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے* اور اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔ پس اسی وجہ میں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ موکد بعذاب موت کھاویں ایسے طریق سے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ تا میرا اور آپ کا فیصلہ ہو جائے اور دُنیا تاریکی میں نہ رہے۔ اور اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لئے قسم کھالوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سچّا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے پہلے سے ہلاک کر دیا ہے۔ اگر صدق الہام اور صدق اسلام پر مجھے قسم دی جائے۔ تو ہیں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ لیکن آپ کے قسم کھانے کے وقت تین ہزار کے بدرے پہلے پیش کئے جائیں گے یا تحریر باضابطہ لیکر پہلے ہی دیدیئے جائیں گے۔ اگر میں روپیہ دینے میں ذرہ بھی توقف کروں تو اسی مجلس میں جھوٹا ٹھہر جاؤنگا۔ مگر وہ روپیہ ایک سال تک آپ کے ضامنوں کے پاس رہیگا۔ پھر آپ زندہ رہے تو آپ کی ملک ہو جائیگا اور اگر اس کے سوا میرے لئے میرے کاذب نکلنے کی حالت میں سزائے موت بھی تجویز ہو۔ تو بخدا اُس کے بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ مگر افسوس سے لکھتا ہوں کہ ابتک آپ اس قسم کے کھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے اگر آپ سچے ہیں اور میں ہی جھوٹا ہوں۔ تو کیوں میرے روبرو جلسہ عام میں قسم موکد بعذاب موت نہیں کھاتے

* نوٹ۔ بعض نادان کہتے ہیں۔ کہ یہ الہام پندرہ مہینہ کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔ سو واضح ہو کہ پندرہ مہینہ کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جب الہام سے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دیدیا۔ تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔ منہ

مگر آپ کی یہ تحریریں جو اخباروں میں یا خطوط کے ذریعہ سے آپ شائع کر رہے ہیں۔ بالکل سچائی اور راستبازی کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں بحیثیت ایک مدعاعلیہ کے آپ کے مُنہ سے نکل رہی ہیں۔ جو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ بحیثیت ایک گواہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوں۔ یا چند ایسے خاص لوگوں کے جلسہ میں جن کی تعداد فریقین کی منظوری سے قائم ہو جائے۔ آپ خوب سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کرنے کے لئے اخیری طریق حلف ہے۔ اگر آپ اس فیصلہ کی طرف رُخ نہ کریں۔ تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آئندہ کبھی عیسائی کہلاویں۔ مجھے حیرت پر حیرت ہے کہ اگر واقعی طور پر آپ سچے اور میں مفتری ہوں تو پھر کیوں ایسے فیصلہ سے آپ گریز کرتے ہیں۔ جو آسمانی ہوگا۔ اور صرف سچے کی حمایت کریگا اور جھوٹے کو نابود کر دیگا۔ بعض نادان عیسائیوں کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو چکا عجیب حماقت اور بے دینی ہے وہ اس امر واقعی کو کیونکر اور کہاں چھپا سکتے ہیں کہ وہ پہلی پیشگوئی دو پہلو پر مشتمل تھی۔ پس اگر ایک ہی پہلو پر مدار فیصلہ رکھا جائے تو اس سے بڑھکر کونسی بے ایمانی ہوگی اور دوسرے پہلو کے امتحان کا وہی ذریعہ ہے جو الٰہی تفہیم نے میرے پر ظاہر کیا یعنے یہ کہ آپ قسم موکد بعذاب موت کھا جائیں۔ اب اگر آپ قسم نہ کھائیں اور یونہی فضول گو مدعاعلیہوں کی طرح اپنی عیسائیت کا اظہار کریں۔ تو ایسے بیانات شہادت کا حکم نہیں رکھتے بلکہ تعصب اور حق پوشی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں۔ سو اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کو اُس پاک قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام یا خاص میں حسب شرح بالا قسم موکد بعذاب موت کھاویں تا حق اور باطل میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جائے۔

اب میں آپ کی اس مہمل تقریر کی جو آپ نے پرچہ نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپوائی ہے حقیقت ظاہر کرتا ہوں۔ کیا وہ ایک شہادت ہے جو فیصلہ کے لئے کار آمد ہو سکے ہرگز نہیں۔ وہ تو مدعاعلیہوں کے رنگ میں ایک یک طرفہ بیان ہے۔ جس میں آپ نے جھوٹ بولنے اور حق پوشی سے ذرہ خوف نہ کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بیان بطور بیان شاہد قسم کے ساتھ موکد نہیں بلکہ جاہلوں کے لئے ایک طفل تسلی ہے پھر آپ زبان دباکر یہ بھی اُس میں اشارہ کرتے ہیں۔ کہ

میں عام عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت والوہیت کے ساتھ متفق نہیں۔ اور نہ میں اُن عیسائیوں سے متفق ہوں جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بیہودگی کی اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستّر برس کی میری عمر ہے اور پہلے اس سے اسی سال کے کسی پرچہ نورافشاں میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر چوسٹھ برس کے قریب ہے پس میں متعجب ہوں کہ اس ذکر سے کیا فائدہ۔ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شائد میں فوت ہوجاؤں مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہوسکتا۔ جبکہ میں بھی قسم کھاچکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا۔ وہ دُنیا پر اثر ہدایت ڈالنے کے لئے اس جہان سے اُٹھا لیاجائیگا۔ اگر آپ چوسٹھ برس کے ہیں۔ تو میری بھی قریباً ساٹھ کی ہوچکی ہے دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک اسلام کا اور ایک عیسائیوں کا پس جو سچا اور قادر خدا ہوگا۔ وہ ضرور اپنے بندہ کو بچالیگا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ عزت اس مسیح کی ہے جس نے مریم صدیقہ سے تولد پایا۔ تو اس عزت کی سفارش پیش کرکے پھر میں آپ کو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں۔ کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم موکد بعذاب موت کھاویں یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقانی مذہب خیال کیا بلکہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا رہا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے قادر خدا جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بیباکی کے عوض میں سخت ذلت اور دُکھ کے ساتھ عذاب موت ایک سال کے اندر میرے پر نازل کر۔ اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم تین مرتبہ آمین کہیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے یا نہیں۔ زیادہ کیا لکھیں

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اب اس صراحت کے بعد بھی انکار کرنا کسی شریف الاصل کا کام نہیں ہوسکتا۔

ناظرین! یہ ہے امرتسری منکر کے اُن اعتراضات کی حقیقت جو اُس نے آتھم کی پیشگوئی پر کئے ہیں۔ خدا کے فضل سے ان تمام اعتراضات کا جواب حضرت مسیح موعود کے ایک ادنیٰ چاکر نے دیدیا ہے اور منہاج نبوت کو ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ ھل فیکم رجل رشید۔

دوسری پیشگوئی

(پنڈت لیکھرام کے حق میں)

اس پیشگوئی کے متعلق ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک عام شور تھا کہ یہ پیشگوئی پوری شوکت اور ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی۔ مگر امرتسری منکر کو اس پر بھی اعتراض ہے۔ اس سے پہلے کہ ان اعتراضات کا جواب دیا جاوے۔ پہلے اس پیشگوئی کو مفصّل لکھتے ہیں۔

"اب ہم لیکھرام کی پیشگوئی کو مفصّل طور پر مع اصل عبارات اُن کتابوں کے اس جگہ درج کرتے ہیں جن میں یہ پیشگوئی موجود ہے اور ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کا خوف کرکے ان مقامات کو غور سے پڑھیں اور پھر سوچیں۔ کہ کیا یہ انسان کا کام ہے یا اُس خدا کا جو زمین و آسمان کا مالک اور تمام طاقتوں کا خداوند ہے۔ یاد رہے۔ کہ جن کتابوں کی ذیل میں عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ وہ تمام عبارتیں اس جگہ بعینہٖ درج کی گئی ہیں۔ ایک حرف کی زیادتی یا کمی اُن میں نہیں۔ یہاں تک کہ پیشگوئی کے سر پر کی وہ غزل جس کی ابتدا میں یہ مصرعہ ہے ؎ عجب نوریست درجان محمدؐ۔ اس کے نیچے جو پیشگوئی کے دکھلانے کے لئے ہاتھ بنایا گیا تھا۔ وہ ہاتھ بھی بعینہٖ اُسی موقعہ پر لگا دیا ہے۔ تا اس رسالہ کے پڑھنے والے بکلی اس نقشہ پر مطلع ہوجائیں۔ جو لیکھرام کے مرنے سے چار برس پہلے اس کی موت کے لئے کھینچا گیا تھا۔ اور بااینہمہ ہر یک شہر میں یہ کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور کئی برسوں سے پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو رہی ہیں۔ جس کا جی چاہے۔ اصل کتابوں میں دیکھ لے۔

اس جگہ ایک ضروری بات جو یاد رکھنے کے لائق ہے اور جو ہماری اس کتاب کی روح اور علت غائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ یعنی اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اور ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام

خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ اور یہی بار بار لکھا گیا تھا اور اسی مقصد کے پورا کرنے کے لئے دعائیں کی گئی تھیں۔ سو اس پیشگوئی کو نری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے۔ کچھ مدت سے ہندوؤں میں تیزی بڑھ گئی تھی۔ خاص کر یہ لیکھرام تو گویا اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ کہ خدا بھی ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو چمکتا ہوا نمونہ دکھلایا۔ چاہئے کہ ہر یک شخص اس سے عبرت پکڑے۔ جو شخص خدا کے مقدس نبیوں کی اہانت میں زبان کھولتا ہے۔ کبھی اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

لیکھرام اپنی موت سے آریوں کو ہمیشہ کی عبرت کا سبق دے گیا ہے۔ چاہئے کہ اُن شرارتوں سے دست بردار ہوں۔ جو دیانند نے ملک میں پھیلائیں۔ اور نرمی اور لطف اور سچی محبت اور تعظیم کے ساتھ اسلام سے برتاؤ کریں۔ آئندہ انہیں اختیار ہے۔ بعض احمق جو مسلمان کہلا کر آریوں کی طرف جھکے تھے۔ اب ان کی توبہ کا وقت ہے۔ انہیں دیکھنا چاہئے کہ اسلام کا خدا کیسا غالب ہے؟ آریوں کو اس پیشگوئی کے وقت بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے اطلاع دی گئی تھی۔ کہ اگر تمہارا دین سچا ہے اور اسلام باطل۔ تو اس کی یہی نشانی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے اثر سے اپنے وکیل لیکھرام کو بچالو۔ اور جہاں تک ممکن ہے۔ اس کے لئے دعائیں کرو۔ اور دعاؤں کے لئے مہلت بہت تھی۔ لیکن خدا کے قہری ارادہ کو وہ لوگ بدل نہ سکے۔ یقیناً سمجھنا چاہئے۔ کہ جو چھری لیکھرام پر چلائی گئی۔ یہ وہی چھری تھی۔ جو وہ کئی برس تک ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی میں چلاتا رہا۔ پس وہی زبان کی تیزی چھری کی شکل پر متمثل ہو کر اس کے پیٹ میں گھس گئی۔ جب تک آسمان پر چھری نہ چلے۔ زمین پر ہرگز چل نہیں سکتی۔ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ لیکھرام اب مارا گیا۔ لیکن میں تو اُس وقت سے مقتول سمجھتا تھا۔ جب میرے پاس ایک فرشتہ خونی شکل میں آیا۔ اور اُس نے پوچھا کہ "لیکھرام کہاں ہے"۔ چنانچہ یہ سب مضمون ان پیشگوئیوں میں پڑھو گے۔ جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

اوّل (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں پنڈت لیکھرام کی نسبت صرف اس قدر صفحہ ۴ میں پیشگوئی ہے) کہ لیکھرام صاحب پشاوری کی قضاء و قدر وغیرہ کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے۔ تو

وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں۔ تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں۔ اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے۔ اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جائے۔ اور کسی کو اُس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔ پھر بعد اس کے پنڈت لیکھرام کا کارڈ پہنچا کہ میں اجازت دیتا ہوں۔ کہ میری موت کی نسبت پیشگوئی کی جائے۔ مگر میعاد مقرر ہونی چاہئے۔ پھر بعد اس کے مفصلہ ذیل الہامات ہوئے۔

دُوم۔ الہام مندرجہ رسالہ کرامات الصّادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ ہجری وَعدنی ربّی واستجاب دُعائی فی رجل مُفسدٍ عدو اللہ وَرسُولہ المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الھالکین۔ انہ کان یسبّ نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ۔ فدعوت علیہ فبشرنی ربّی بموتہ فی ستۃ سنۃٍ ان فی ذالک لآیۃ للطّالبین۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ایک دشمن اللہ اور رسول کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان سے نکالتا ہے۔ جس کا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دُعا سنی۔ اور جب میں نے اُس پر بددُعا کی۔ تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ان کے لئے نشان ہے۔ جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔

سُوم۔ الہام مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ کتاب آئینہ کمالات اسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عجب نوریست در جان محمدؐ	عجب لعلیست در کان محمدؐ	ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف	کہ گردد از محبان محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را	کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ	ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار است صد بار	کہ ہست از کینہ داران محمدؐ	خدا خود سوزد آں کرم دنی را	کہ باشد از عدوّان محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستئ نفس	بیا در ذیل مستان محمدؐ	اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت	بشو از دل ثنا خوان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش	محمدؐ ہست برہان محمدؐ	سرے دارم فدائے خاک احمدؐ	دلم ہر وقت قربان محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم	نثار روئے تابان محمدؐ	دریں رہ گر کشندم ور بسوزند	نتابم رو ز ایوان محمدؐ

بکارِ دین نترسم از جہانے | کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ
فدا شُد در رہش ہر ذرّہ من | کہ دیدم حسن پنہان محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم | کہ ہستم کشتۂ آن محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید | کہ بستیمش بدامان محمدؐ
تو جانِ ما منور کردی از عشق | فدائیت جانم اے جانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جوان را | کہ ناید کس بمیدان محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم | بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

بسے سہل است از دنیا بریدن | بیادِ حُسن و احسان محمدؐ
دِگر استاد را نامے ندانم | کہ خواندم در دبستان محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید | نخواہم جز گلستان محمدؐ
من آن خوش مرغ از مرغانِ قدسم | کہ دارد جا بہ بستان محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ | نباشد نیز شایان محمدؐ
الا اے دشمنِ نادان و بیراہ | بترس از تیغِ بُرّان محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ | ہم از نورِ نمایان محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است | بیا بنگر ز غلمان محمدؐ



لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی۔ کہ اگر وہ خواہشمند ہوں۔ تو اُن کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی۔ تو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ ۔ لَهٗ نَصَبٌ وَّ عَذَابٌ

یعنی یہ صرف ایک بیجان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے۔ جو ضرور اس کو مل رہیگا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے

اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی۔ تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو بیس فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اور نہ اُس کی رُوح سے میرا یہ نُطق ہے اور اگر مَیں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا۔ تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے مَیں تیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں۔ کہ مجھے گلے میں رسّہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔ اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصوّر سے بھی بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دُشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے۔ جو اُن کتابوں کو سُنے اور اُس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ بااینہمہ شوخی و خیرگی۔ یہ شخص سخت جاہل ہے۔ عربی سے ذرہ مس نہیں۔ بلکہ دقیق اردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں۔ بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دعا کی۔ جس کا یہ جواب ملا۔ اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کے لئے بھی نشان ہے۔ کاش وہ حقیقت کو سمجھتے اور اُن کے دل نرم ہوتے۔ اب مَیں اُسی خدائے عزّوجل کے نام پر ختم کرتا ہوں۔ جس کے نام سے شروع کیا تھا والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمدن المصطفیٰ افضل الرسل و خیر الوریٰ سیدنا و سید کل ما فی الارض والسما۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ (۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء)

چہارم۔ جواب اعتراض مندرجہ ٹائیٹل پیج برکات الدعا معہ خبر مندرجہ حاشیہ

٭ اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دعا کریں۔ کہ یہ عذاب اُن کے اس وکیل سے ٹل جائے۔

صفحہ ۴ ٹائیٹل پیج

نمونہ دُعائے مُستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں میں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے۔ مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے۔ اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے۔ کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا۔ اسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی۔ اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے۔ پیشگوئی کا ماحصل

آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہؤا۔ یا ہیضہ ہوا اور پھر

اصلی حالت صحت کی قائم ہو گئی۔ تو وہ پیشگوئی متصوّر نہیں ہوگی اور بلا شُبہ ایک مکر اور فریب ہوگا۔ کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں میں بلا شُبہ اُس سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اُس طور سے ہؤا۔ کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھُلے طور پر دکھائی دیں۔ تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں۔ اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے۔ پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو۔ تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی معدوم ہو جاتی ہیں۔ کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک

انفعال کے ساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لیکر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے۔ وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے۔ کہ انہیں اٹکلوں کی بُنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے۔ بلکہ میں راضی ہوں۔ کہ بجائے چھ برس کے میں نے اُس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے۔ وہ میرے لئے دس برس لکھدے لیکھرام کی عمر اس وقت شائد زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی۔ اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے۔ اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے۔ اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مُبتلا ہے۔ پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائیگا کہ کون سی بات انسان کی طرف سے ہے اور کون سی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے ایک معمولی فقرہ ہے۔ جو اکثر لوگ مونہہ سے بول دیا کرتے ہیں۔ میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے۔ کہ شائد اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نسکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ تو راستبازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے۔ وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے۔ اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے۔ جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں۔ اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں۔ تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے۔ زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے۔ نہ دُشمن۔ اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھا سادہ ہے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے۔ یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پاکر پھر اُس کو قبول نہیں کرتا لیکن میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہیں۔ جو نو تعلیم یافتہ ہیں۔ جو بعض ان میں سے بی۔ اے اور ایم۔ اے تک پہونچے ہوئے ہیں۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ یہ

نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں۔ بلکہ ایک نو مسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اب میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھدی ہیں۔ جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں۔ حاشیے چڑھائیں۔ مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ اس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں۔ اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دیگا۔ اور اگر اس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی۔ اور اگر میں اُس وقت رکیک تاویلیں کروں گا۔ تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا۔ وہ ہستی قدیم اور وہ پاک و قدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے۔ مجھکو ذاتی طور پر کسی سے بھی کوئی عداوت نہیں بلکہ اُس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا۔ توہین سے یاد کیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دُنیا میں عزت ظاہر کرے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدےٰ۔

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر (مندرجہ حاشیہ ٹائٹل پیج برکات الدعا)

آج جو ۲- اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اُس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اُس کو دیکھتا ہی تھا۔ کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ "لیکھرام کہاں ہے" اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی

سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں! یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے۔ کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

اب قبل اس کے کہ ہم امرتسری مُنکر کے اعتراضات کو سلسلہ وار لکھکر انکی تردید کریں۔ سب سے اول اس علمی اعتراض کو لینا چاہتے ہیں۔ جو امرتسری مُنکر نے فبشّرنی ربّی بموتہٖ فی ستّ سنۃٍ پر کیا ہے اور جس سے اس کی علمی پردہ دری ہوتی ہے۔

امرتسری منکر کی علمی پردہ دری

قولہٗ۔ لیکھرام نے کہیں مرزا جی کو "مجیب الدعوات" لکھدیا تھا۔ تو مرزا جی نے رسالہ استفتاء کے صفحہ ۶ پر اس کی وہ خبر لی کہ اس کے حق سے بھی زیادہ۔ مگر تعجب ہے کہ آپ ایسے مدعی الہام اور فصاحت و بلاغت کے سحبان ہو کر ایسی غلطی کریں۔ اور پھر کس عبارت میں؟ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوئی ہے۔ اس غلطی کو نحو میر پڑھا ہوا طالبعلم بھی بخوبی سمجھ سکے۔ یعنی ستّۃ سنۃٍ۔ ہم اس غلطی کی وضاحت نہیں کرتے۔ مرزا جی اور ان کے حواریوں کو شُبہ ہو۔ تو حکیم نور الدین یا اپنے فاضل امروہی سے پوچھیں یا آکر ہمارے کسی شاگرد سے استفادہ کریں۔ (اس مقام پر آپ کے شاگرد رشید میاں علم الدین کاتب ادنیٰ تلمیذ نے لکھا ہے "میرے خیال میں یہ لفظ یوں چاہئے تھا فی ستّ سنین۔ کیونکہ تین سے دس تک تمیز جمع مجرور ہوتی ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے تزرعون سبع سنین دابًا)۔

اقول۔ او نادان مُلّا! تو نے چاہا تھا کہ اس قسم کے پاجیانہ اعتراض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خداداد فضیلت پر حملہ کرے۔ جو اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو اعجازی رنگ میں عربی نظم و نثر لکھنے کی عطا کی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء سوء کو عربی نویسی کے لئے چیلنج دیا۔ تو کسی ایک کو بھی حوصلہ نہ ہوا کہ میدان میں آتا۔ یہاں تک کہ تیرے لاٹ مولوی اور روحانی باپ کی دوڑ دھوپ بھی محض بعض اغلاط تک ختم ہوگئی۔ مگر تو اور تیرے امثال ہمیشہ یاد رکھیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں بھی ہمیشہ خائب و خاسر ہی رہے ہیں۔ تمہارے اس اعتراض سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ تم قرآن مجید سے محض ناواقف ہو۔ اور یا اس کی شان باوجودیکہ وہ قولٌ فصلٌ وما ھو بالھزل ہے۔ معمولی صرف نحو کی کتابوں سے بھی کمتر جانتے ہو اور قرآن مجید پر مائۃ عامل اور نحو میر کو ترجیح دیتے ہو۔

دوسرے الفاظ میں رب جلیل کے کلام کی تمہارے دل میں کچھ بھی قدر نہیں۔ ورنہ اس قسم کا اعتراض کرنے سے پہلے قرآن مجید پر نظر غائر کر لی ہوتی۔

آپ کے ادنیٰ تلمیذ تو نحو میر سے آپ کی فضیلت کا ثبوت دینگے مگر حضرت میرزا کا ایک اَدنیٰ چاکر جس کو آپ اور آپ کا روحانی باپ مُنشی کہا کرتا ہے۔ آپ کو حضرت میرزا کے فیض صحبت کے اثر سے قرآن مجید کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

سنو! اور غور سے سنو! آپ کے اس اعتراض کا اثر قرآن مجید پر پڑتا ہے۔ اور اس قاعدہ کے ماتحت آپ اللہ تعالیٰ کے فصیح و بلیغ کلام کو نہ صرف غیر فصیح قرار دیتے ہو۔ بلکہ

غلط بھی

ونعوذ باللہ من ذالک الھذیان۔

کاش! قرآن مجید کی عظمت کا کچھ بھی پاس کیا ہوتا۔ مولوی فاضل صاحب سُنیئے۔ امام عبدالقادر جرجانی نے کتاب اسرار البلاغۃ اور اُس کے محشی نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ بعض نحویوں کے محدود قاعدوں نے قرآن۔ حدیث اور عربی کی وسعت کو لوگوں سے چھین لیا ہے۔

مَیں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ نحو کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہے کہ تین سے دس تک تمیز جمع ہوا کرتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا کلام ان قواعد انسانی کے ماتحت نہیں۔ قرآن مجید کی ایک عجیب مثال آپ کو سُناتا ہوں۔ امید ہے۔ آپ کو خاص لطف آجائیگا۔

مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار

مولوی صاحب! آپ کے قاعدہ کے موافق یہاں الحمر چاہیئے تھا حالانکہ حمار واحد ہے۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ اگر

کوئی شخص خر نا متشخص نہ ہو۔ تو اس کو سمجھ لے گا۔

پھر قرآن مجید میں ثلاث مائۃ آیا ہے اور مائۃ جمع نہیں بلکہ واحد ہے۔ اب کیا تمہارے اصول پر قرآن مجید کو غلط ٹھہراویں یا تُمہاری نادانی کا اعتراف کر لیں۔

اور سنو! قرآن مجید کی سورۃ حج میں ہے ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا۔ اب یہاں طفلا واحد استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ امرتسری منکر

کی اصلاح کے ماتحت اطفال چاہیئے تھا۔

ایسا ہی سورۃ توبہ میں خضتم کالذی خاضوا میں کالذی واحد ہی ہے۔ آپ کے اصول پر کالذین چاہیئے تھا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل زبان جمع کی جگہ واحد کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لئے مفصل میں بحث عدد میں یہ شعر لکھا ہے۔ ؎

کلوا فی بعض بطنکم تعفوا
فان زمانکم زمن خمیص

اس شعر میں بطون کی جگہ بطن بولا گیا ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں امرتسری منکر کی علمی پردہ دری کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

اب اس کے بعد اُن اعتراضات پر توجہ کی جاتی ہے۔ جو امرتسری مُنکر کی ضد و جہالت کے مؤید ہیں۔

پہلا اعتراض موت کی پیشگوئی نہیں

امرتسری مُنکر اس پیشگوئی پر پہلا اعتراض یہ کرتا ہے۔ کہ "اس اشتہار میں صاف مرقوم ہے کہ پنڈت لیکھرام پر کوئی خارق عادت عذاب نازل ہوگا۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیں کہ کوئی لفظ بھی ایسا ہے۔ کہ اس سے یہ مفہوم ہو سکے کہ لیکھرام کے مرنے کی پیشگوئی ہے؟ بلکہ خارق عادت عذاب کی ہے۔ جو زندگی کو مستلزم ہے۔"

اعتراض اول کا جواب

امرتسری منکر کے اس اعتراض کا خلاصہ اتنا ہی ہے کہ لیکھرام کے متعلق موت کی پیشگوئی نہیں بلکہ عذاب کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہو۔ کہ اگر موت کی پیشگوئی ثابت ہو جاوے تو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ امرتسری مُنکر کے نزدیک موت کی پیشگوئی نہیں جو واقع ہوئی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کریں۔ کہ یہ پیشگوئی موت کی پیشگوئی تھی۔

پیشگوئی کے الفاظ موت پر دلالت کرتے ہیں۔

اولاً اس پیشگوئی کے جو الفاظ ہیں۔ وہ صراحتاً بلا تاویل موت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اصل الہام یہ ہے

عجل جسد لہ خوار لہ نصب وعذاب

لیکھرام کو گوسالہ سامری کہا گیا ہے۔ اب بتاؤ اس گوسالہ کا انجام کیا ہوا۔ کیا اس کو ٹکڑے ٹکڑے

نہیں کیا گیا تھا۔ اور پھر جس اشتہار میں یہ الہام درج ہے یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء اس میں پہلے جو نظم ہے۔ اس میں یہ شعر موجود ہے ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

یہ شعر صاف صاف ظاہر کرتا ہے کہ لیکھرام قتل ہوگا۔ پھر برکات الدعا میں جو انیس ہند میرٹھ کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اس میں صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ

میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے کہ پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی۔ تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر و فریب ہوگا۔

اب دیکھو کیسی صفائی سے بتا دیا ہے۔ کہ یہ عذاب کسی بیماری کے لاحق ہونے اور بحالی صحت پر ختم نہیں ہو جائیگا۔ بلکہ یہ ایک قہری عذاب ہوگا اور جان ستان ہوگا۔ ایسی کھلی کھلی پیشگوئی کا انکار کرنا بجز دل کے اندھوں کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر اس پیشگوئی کا موت کی پیشگوئی ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ جبکہ لکھ دیا ہے کہ معمولی طور پر کوئی درد یا ہیضہ یا تپ ہو کر پھر بحالی صحت نہ ہوگی۔ ابھی اوپر بتایا گیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے الفاظ صریح قتل پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ الفاظ **عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب** ہیں۔

اس میں لفظ **خوار** کے معنے لسان العرب جلد ۵ مطبوعہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری اڈیشن اول کے صفحہ ۳۴۵ میں لکھے ہیں کہ گوسالہ کی آواز کے لئے آتا ہے۔ لیکن جب انسان پر اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تو اس موقع پر کرتے ہیں۔ جب کہ کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گوسالہ کی طرح چلاتا ہے۔ چنانچہ اسی لسان العرب کے صفحہ ۳۴۵ میں ان معنوں کی تصدیق میں ایک حدیث لکھی ہے وفی حدیث **مقتل ابی ابن خلف فخر یخور کما یخور الثور** یعنی جب ابی بن خلف قتل کیا گیا تو یوں آواز نکالتا تھا۔ جیسے بیل آواز نکالتا ہے۔ اور کبھی **خوار** کا لفظ عرب کی زبان میں اس ہتیار کی آواز پر بولا جاتا ہے جو چلایا

جاتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب کے اسی صفحہ ۳۴۵ حدیث مقتل ابی بن خلف کے بعد ایک نامی گرامی شاعر اوس بن حجر کا ایک شعر اس محاورہ کی تصدیق میں لکھا ہے

یخرن اذا انفزن فی ساقط الندی — وان کان یوماً ذا اہاضیب مخضلا
خوار المطافیل الملمعة الشوی — واطلائہا صادفن عرفان مبقلا

پھر اس کی تشریح میں لمبی عبارت صفحہ ۳۴۶ پر لکھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تیروں سے جو چلائے جاتے ہیں اور نکالے جاتے ہیں۔ گوسالہ کی آواز کی طرح ایک آواز آتی ہے۔ اگرچہ ایسا دن ہو جس میں متواتر بارش ہوئی ہو۔ اور ہر ایک چیز کو تر کر دیا ہو۔ اور شعر میں جو لفظ ساقط الندی آیا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ درختوں پر بارش ہو کر جو پانی پڑتا اور جمع رہتا ہے۔ جب وہ پھر زمین پر گرتا ہے اس کا نام ساقط ہے اور ندی جنگلی درختوں کو کہتے ہیں۔ جن کو ہندی میں بن کہتے ہیں۔ اور شاعر کا اس جگہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تیروں کی صفائی اور استقامت اور اُن کی تیزی کی تعریف کرتا ہے۔ کہ ان میں سے چلانے اور پھیرنے کے وقت ایک آواز آتی ہے۔ جیسا کہ گوسالہ کی آواز ہوتی ہے اور اگرچہ سخت جھڑی لگی ہوئی ہو۔ اور متواتر بارشیں ہو رہی ہوں۔ ان تیروں کو بباعث عمدگی صنعت اور لکڑی کی عمدہ قسم ہونے کے کوئی ہرج نہیں پہنچتا۔ غرض لسان العرب سے جو عربی لغت کی معتبر کتاب ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ **خور** اور **خوار** کے لفظ کو انسان پر اس حالت میں بولتے ہیں۔ جبکہ وہ قتل ہونے کے وقت آواز نکالتا ہے اور قتل کرنے کے وقت جو ہتیار کی آواز ہوتی ہے۔ اس کا نام بھی **خوار** ہے۔

اب پیشگوئی میں لفظ **خوار** کا واقعہ ہونا لیکھرام کے قتل پر دلالت کرتا تھا۔ پھر دوسرا لفظ **نصب** ہے اس کے معنے لسان العرب کے جلد دوم کے صفحہ ۲۵۸ پر علاوہ اور بہت سے معنوں کے یوں بھی لکھے ہیں۔

نصب فلان لفلان نصباً اذا قصد وعاداہ وتجرد لہ یعنی جب کوئی شخص کسی پر جان لینے کے لئے حملہ کرے اور درشتی کی راہ سے اُس کے فنا کرنے میں پوری پوری کوشش کرے تو کہتے ہیں **نصب فلان لفلان**۔ اب اس علمی تحقیقات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی سے بجز اس کے اور کوئی مراد ہی نہ تھی۔

پھر جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ انیس ہند میرٹھ کے جواب میں جو مضمون شائع کیا گیا تھا۔ اس میں **موت** کی صراحت ہے۔ جبکہ مختلف بیماریوں کا ذکر کر کے کہا کہ وہ ان میں مبتلا ہو کر **بحالی صحت** کا

نام عذاب نہ ہوگا۔

علاوہ بریں جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں یہ الفاظ صاف ہیں۔

”اگر اس شخص پر ۶ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو۔ کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں“

ان الفاظ میں جو جلی کر دیئے گئے ہیں وہ اپنے مطلب کو پُکار پُکار کر بیان کر رہے ہیں۔ خارق عادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طبعی اموات سے جو معمولی امراض سے لاحق ہوتی ہیں۔ الگ ہے۔

پھر اس میں بتایا ہے کہ اس عذاب میں الٰہی ہیبت ہوگی۔ یعنی انسان سمجھ لیگا کہ یہ ایک ناگہانی آفت ہے۔ جو دلوں پر اثر ڈال رہی ہے۔

عقل کا اندھا اور سُن کانشنس والا! انسان ان الفاظ کو پڑھکر البتہ کہہ سکتا ہے کہ یہ موت کی پیشگوئی نہیں۔ پھر اس عذاب کو اٹل قرار دیا ہے جیسا کہ اس اشتہار کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

”اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مِل کر دعا کریں کہ یہ عذاب اُن کے اس وکیل سے ٹل جاوے“

ان الفاظ میں کیسی قوت ہے اور کس وثوق سے ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ عذاب اٹل ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اٹل عذاب تو موت ہی کا ہو سکتا ہے۔ ورنہ امراض وغیرہ تو لاحق ہو کر بحالی صحت کے بعد وہم بھی نہیں آتا کہ یہ عذاب ہے۔

پھر اس نادان مفسّر کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں عذاب قتل کے معنوں میں بھی آیا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ ہی میں ہے۔ واذ نجینٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم الآیۃ۔ اس آیۃ سوء العذاب کی تصریح خود کر دی ہے یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم۔ اس قسم کے شواہد کثرت سے مل سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کے لئے عذاب کی پیشگویاں موجود ہیں۔ اور اُن کا انجام موت پر ہوا۔ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے مخالف عذاب میں مُبتلا نہیں ہوئے؟ اور وہ عذاب عذاب الموت نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین پر عذاب نہیں ہوا؟ اور وہ عذاب تلوار کا

عذاب تھا؟ اس طرح پر مختلف نبیوں کے مخالفین پر مختلف قسم کے عذاب آئے۔ مگر آخر وہ موت پر منتہی ہوئے اسی طرح پر اگر اس پیشگوئی میں **خوار نصب** کے الفاظ نہ بھی ہوتے اور اسے گوسالہ سامری سے بھی تشبیہ نہ دی جاتی۔ محض عذاب کا لفظ ہوتا۔ تب بھی موت زیادہ قرین قیاس تھی۔

پھر اس پیشگوئی کی اشاعت سے پہلے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو جو ضمیمہ سراج منیر کے انطباع کے اعلان میں شائع ہوا ہے اس میں صفحہ ۲ پر پنڈت لیکھرام کی قضاء و قدر کے متعلق بقید وقت و تاریخ اعلان کرنے کا ذکر ہے بلکہ سراج منیر کی اشاعت میں التوا کی وجہ ہی یہ تھی کہ آپ چند پیشگویوں کے متعلق تفصیل معلوم کرنے کے منتظر تھے۔ چنانچہ صفحہ اول پر لکھتے ہیں۔

”ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور کی موت کی نسبت) پاویں۔ تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصوّر فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں۔ جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی اور پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضاء و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید تاریخ و وقت کچھ تحریر ہوگا“ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

خدا کیلئے غور کرو۔ کہ کیا اس میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ لیکھرام کی قضا و قدر اور موت فوت کے متعلق بقید تاریخ و وقت ایک پیشگوئی شائع ہوگی۔؟

پھر اسی اشتہار میں اعلان کیا گیا ہے کہ وہ دو ہفتہ تک اطلاع دیں۔ اندرمن نے اعراض کیا۔ اور وہ فوت ہو گیا۔ لیکھرام نے دیدہ دلیری سے کہا کہ ”میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے“ جس پر پیشگوئی مذکور ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔

ان تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیکھرام کی پیشگوئی موت کی پیشگوئی تھی۔ اور موت بالقتل بتائی گئی تھی۔

اب خلاصہ کے طور پر لکھا جاتا ہے کہ کیوں اس پیشگوئی کو موت کی پیشگوئی کہا جاوے۔

(اول) اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں لیکھرام کی موت اور قضاء و قدر کی پیشگوئی بقید تاریخ و وقت شائع کرنے کا وعدہ تھا۔

(دوم) پیشگوئی کے اصل الفاظ میں لفظ عجل۔ خوار اور نصب اور عذاب موت بالقتل پر دلالت کرتے ہیں۔

(الف) گوسالہ سامری ٹکڑے ٹکڑے ہوا اس لئے لیکھرام کو گوسالہ قرار دیکر اس کے قتل ہونے کا اشارہ تھا۔

(ب) لفظ خوار مقتول کی اس حالت پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ مقتول کے مُنہ سے قتل کیے جانے کے وقت بیل کے کراہنے کی سی آواز نکلے۔

(ج) نصب کا لفظ موت بالقتل پر ہی دلالت کرتا ہے۔

(د) عذاب موت کو ظاہر کرتا ہے۔

(سوم) پیشگوئی کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں لیکھرام کو مخاطب کرکے لکھا گیا تھا

الا اے دُشمنِ نادان و بیراہ

بترس از تیغ بران محمدؐ

(چہارم) ہاتھ کا نشان بنا کر دکھایا گیا تھا کہ ہاتھ چلیگا۔

(پنجم) خارق عادت اور الٰہی ہیبت اپنے اندر رکھنے والا عذاب ہوگا۔ معمولی بیماریوں سے وہ موت واقع نہ ہوگی۔

ان امور کے علاوہ اس کی تائید میں وہ الہامات اور تفہیمات الٰہیہ ہیں۔ جو اس پیشگوئی کے بعد ہوتی رہی ہیں۔

چنانچہ

(ششم) کرامات الصادقین جو اسی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی ——— یہ پیشگوئی صاف لفظوں میں شائع ہوئی۔ جیسا کہ اس کے ٹائیٹل پیج کے آخری صفحہ پر لکھا ہے۔

ومنها ما وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسدٍ عدو الله ورسوله المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی ربی انه من الهالکین۔ انه کان یسبّ نبی الله ویتکلم فی شانه بکلماتٍ خبیثةٍ۔ فدعوت علیه فبشّرنی ربی بموته فی ستّ سنةٍ۔ ان فی ذالک لآیات للطالبین۔

اور ان پیشگوئیوں میں سے ایک وہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وعدہ دیا اور ایک مفسد انسان اللہ اور رسول کے دشمن لیکھرام پشاوری کے متعلق میری دعا کو سُنا اور مجھے خبر دی کہ وہ ہلاک ہونیوالا ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور پلید باتیں مُنہ پر لاتا تھا۔ پس میں نے اس کی قضاء و قدر کے لئے دعا کی یعنی اس پر بددعا کی۔ پس میرے رب نے مجھ کو بشارت دی کہ!

وہ چھ سال کے عرصہ میں مرجائیگا

بیشک اس پیشگوئی میں طالب حق کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔"

(ہفتم) خود مخالفین سلسلہ اور آریوں نے بھی اس پیشگوئی کو موت ہی کی پیشگوئی قرار دیا تھا۔ چنانچہ اخبار پنجاب سماچار مورخہ ۱۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں صاف اقرار درج ہے کہ "پیشگوئی کی تھی۔ کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں عید کے دن نہایت دردناک حالت میں مریگا۔" اگرچہ عید کے دن کے الفاظ اس میں غلط ہیں بلکہ عید کے دوسرے دن سے مراد ہے۔ لیکن میری غرض اس سے صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ وہ موت کی پیشگوئی سے آگاہ تھے۔

(ہشتم) اخبار انیس ہند میرٹھ نے جب اس پیشگوئی پر اعتراض کیا (انیس ہند مورخہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء) تو اس کے جواب میں برکات الدعا کے ٹائیٹل پیج پر شائع کیا گیا تھا کہ کوئی معمولی تپ آیا۔ یا معمولی طور کوئی درد ہوا۔ یا ہیضہ ہوا۔ اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہو گئی۔ تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی۔ گویا پیشگوئی معمولی امراض یا اُن کے نتیجہ موت سے بھی متصور نہ ہوگی بلکہ ایک دردناک عذاب کے رنگ میں ہوگی۔

(نہم) یہی انیس ہند اخبار میرٹھ نے ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ ہمارا منشا تو اسی وقت کہنے کا تھا۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کی وفات کی پیشگوئی کی تھی۔ ورنہ ان حضرت کو کیا علم غیب تھا۔ انیس ہند نے پہلے اعتراض کرکے پیشگوئی کو صاف کر لیا اور اس کے پورا ہونے پر صاف اقرار کیا کہ موت کی پیشگوئی تھی۔

(دہم) عام طور پر ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اس سے واقف تھے چنانچہ اس کے پورا ہونے پر سب نے بالاتفاق

*حاشیہ۔ اور تو اور امرتسری منکر کے روحانی باپ اہلحدیث کے ایڈوکیٹ اور ثنائی مولوی محمد حسین بٹالوی

یہ ظاہر کیا کہ موت کی پیشگوئی تھی۔ گو اس پر ایک یا دوسری قسم کا شبہ کیا ہو۔ یہ جُدا امر ہے یہاں ہمارے زیر نظر اس امر پر اجماع کا اظہار مقصود ہے کہ پیشگوئی موت کی تھی۔ ڈاکٹر کلارک نے اپنے مقدمہ میں۔ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کو تسلیم کیا (دیکھو بیان کلارک)۔

"تلک عشرۃ کاملہ"

ان دلائل عشرہ کے بعد بھی اگر امرتسری مکذب انکار کرتا رہے۔ تو بجز اس کے اور کیا کہا جائیگا کہ

اس کی عقل ماری گئی ہے

اس پیشگوئی پر پہلا اعتراض اور زبردست اعتراض تو امرتسری منکر کا یہی تھا کہ یہ پیشگوئی موت کی پیشگوئی نہ تھی۔ کیونکہ موت تو واقعہ ہو چکی تھی۔ منکر حق کے لئے بچاؤ کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ وہ کہے کہ موت کی پیشگوئی نہیں۔ لیکن جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت ہی کی پیشگوئی تھی۔ تو پھر منکر حق پر اخلاق موت کا آنا لازمی ہے۔

اب میں ان ضمنی اعتراضات کی طرف توجہ کرتا ہوں جو امرتسری مکذب نے کئے ہیں

خارق عادت عذاب ہے یا نہیں؟

ان اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ موت خارق عادت عذاب نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

قولہ۔ اگر ہم بھی اس عبارت مندرجہ کرامات الصادقین کو انہیں معنوں میں سمجھیں جن میں مرزا جی اس کو لے رہے ہیں۔ تو کچھ شک نہیں کہ یہ موت جو چھ سال کے اندر ہونے والی تھی۔ اسی خرق عادت رعب اور ہیبت ناک عذاب سے ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ پہلے اشتہار میں یہ قید لگائی گئی ہے۔ جو کسی طرح منسوخ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھرام ایک ایسی موت سے مرا جس سے عموماً لوگ مرتے ہیں۔ اور ان کی موت کو کوئی خرق عادت

نے لیکھرام کی پیشگوئی قتل کو صاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۸ کے صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے۔

"ہاں اس قدر مسلم ہے کہ ۶ سال میعاد قتل لیکھرام کے لئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آئی۔ بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے چار ہی سال کے بعد قتل وقوع میں آگئی"۔ اگر اس شہادت پر بھی انکار کرو۔ تو پھر تف لکم ایھا المفترون۔

نہیں جانتا اور تو اور ایک زمانے کالے پانی میں وائسرائے ہند اسی چھری کا شکار ہوئے تھے تھوڑے روز ہوئے شہر لاہور کے انار کلی بازار میں ایک ادنی سے فقیر نے ایک لمحہ میں ایک انگریز کا چھری سے خون کر دیا چند ایام کا عرصہ ہوا کہ ہمارے بازار میں لوگوں کے چلتے ہوئے ایک ہندو نوجوان لڑکے کا اس کے کسی حریف نے چھری سے کام تمام کر دیا۔ پھر لطف یہ کہ ہاتھ بھی نہ آیا۔ پنڈی اور پشاور میں تو آئے دن ایسی وارداتیں دن دہاڑے ہوتی ہیں۔ غرض اسی قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس کی رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ایسی موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔

مرزائین! خرق عادت کے یہی معنے ہیں؟ کہ اس قسم کے واقعات ہر روز ہوتے ہوں صفحہ ۱۷

اقول۔ امرتسری منکر نے اس اعتراض میں کوئی جدت نہیں دکھائی۔ بلکہ اس نے اپنے بڑے باپ کی قے چاٹی ہے۔ جو اس نے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۲ کے صفحہ ۶۲ اور ۶۳ پر کی ہے۔ اس نے تو اور بنا کر کے کہا ہے کہ خارق عادت وہ واقعات تھے۔ جو پہلی امتوں پر ہوئے۔

اس اعتراض سے روحانی باپ اور بیٹے کی قابلیت اور قرآن دانی کی قلعی خوب کھلتی ہے۔ یہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ قتل معمولی موت نہیں۔ کیونکہ معمولی موت وہ ہوتی ہے۔ جو عام طور پر بذریعہ امراض واقعہ ہو۔ تپ وغیرہ بیماریاں آتی ہیں۔ اور ان سے لوگ مرتے ہیں۔ لیکن قتل کی وارداتیں گو دنیا میں ہوتی ہیں۔ مگر وہ اسقدر قلیل ہوتی ہیں کہ انہیں شاذ اور خارق عادت ہی کہنا پڑتا ہے۔ خارق عادت تو تب ہو جب ہر شخص قتل ہی کے ذریعہ سے فوت ہو۔ جبکہ ایسا نہیں تو پھر اسے خارق عادت نہ کہنا نادانی ہے۔

علاوہ بریں لاٹ مولوی نے جو کہا ہے کہ خارق عادت عذاب وہ تھے۔ جو پہلی امتوں پر آئے؟ اس کا یہ بیان بھی ہمارے لئے موید ہے۔ کیونکہ اگر ان عذابات کی نوعیت ہم ثابت کر دیں کہ دنیا میں کبھی کبھی پائی جاتی ہے اور باوجود اس کے بھی وہ خارق عادت ہیں۔ تو پھر لیکھرام کا قتل بھی خارق عادت ٹھہرا۔

اب اے نااہل مولویو! سوچو! اور سوچکر جواب دو۔ کیا دنیا میں کثرت بارش سے طوفان آتے ہیں یا نہیں۔ اور لوگ پانی میں ڈوب کر مرتے ہیں یا نہیں۔ پھر حضرت نوحؑ کی قوم پر جو عذاب آیا۔ وہ خارق عادت تھا یا نہیں؟

یقیناً ماننا پڑیگا کہ وہ خارق عادت تھا۔ وہ اس لئے خارق عادت نہ تھا۔ کہ لوگ کبھی ڈوب کر

نہیں مرتے بلکہ اس لئے خارق عادت تھا کہ خدا تعالیٰ کے ایک ماموروں مرسل نے قبل از وقت بتادیا تھا اور وہ پورا ہوا۔ یہ انسانی عادت میں نہیں کہ وہ ہر شخص کو یا اپنے دشمن کو اپنی بیکسی کی حالت میں سزائے موت سے ڈرادے اور پھر اس کی موت اسی طرح واقع ہو۔ تب وہ عذاب خارق عادت بن جاتا ہے۔ اگرچہ موت معمولی امر ہے۔ یہی حقیقت اس عذاب کے خارق عادت ہونے کی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر جو عذاب آیا وہ خارق عادت نہ تھا؟ اور کیا باپ بیٹا دو تو بتا سکتے ہیں کہ وہ عذاب کیا تھا؟ سنو! وہ تلوار کا عذاب تھا۔ اب بتاؤ کہ کیا عربوں میں روزانہ تلوار نہ چلتی تھی۔ پھر تمہارے عقیدے کے موافق تو وہ خارق عادت نہ ٹھہرا۔ اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم السلام کے منکرین جن عذابوں سے ہلاک ہوئے وہ دنیا میں کبھی نہ کبھی ذریعہ موت ہوتے ہیں۔ وہ زلزلہ ہو یا آندھی کا طوفان ہو یا کوئی اور عذاب۔ مگر او حق کے دشمنو! تم نے ایک صادق کی مخالفت میں تمام ماموروں اور مرسلین کے عظیم الشان نشانات کو خاک میں ملا دیا۔ تف لکم۔

اے نادانو! اس ظلم عظیم کی وجہ سے آسمان سرخ ہو رہا ہے۔ اور تم نہیں دیکھتے۔ اور فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ اپنے جلال میں ہے۔ اور تم نہیں دیکھتے۔ در و دیوار لرزہ میں ہے اور تم اندھے ہو۔ وہ عظیم الشان انبیاء کی جماعت جو حزب اللہ اور ناقۃ اللہ کہلاتے ہیں۔ ان کے تمام نشانات کو ملیا میٹ کر دیا۔ اس سے بڑھ کر ظلم عظیم کیا ہوگا؟ لعنۃ اللہ علی الظالمین۔

ہم ان نادانوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسے عذاب کا نشان دیں جس کی نظیر نہ پائی جاتی ہو۔ پھر ان کو معلوم ہوگا۔ کہ وہ اس اعتراض کے کرنے میں کہاں تک حق پر ہیں۔

غرض یہ اعتراض کر کے ان باپ بیٹوں نے بتا دیا ہے کہ انہیں خدا تعالیٰ کی فوق الفوق قدرتوں اور انبیاء علیہم السلام کے نشانات پر قطعاً ایمان نہیں اور وہ پُر شوکت تحدیاں جو خدا کے برگزیدہ رسولوں نے دنیا میں کیں جن کے ماتحت ان کے منکرین ہلاک ہوئے۔ ان حق کے دشمنوں کی نظر میں معمولی واقعات ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی گری ہوئی حالت کا اور کیا ثبوت ہوگا؟ آہ!

ایں یہودی سیرتاں قدر ترا نشناختند
چوں مسیح ناصری نفریں شنیدی لاجرم

اس اعتراض کے جواب کو میں ایک اور واقعہ پیش کر کے ختم کر دیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز کے ہلاک ہونے کی جو جلالی پیشگوئی فرمائی تھی اور وہ ایک قہری نشان تھا جس سے پایا جاتا تھا کہ وہ ایک خارق عادت عذاب سے ہلاک ہوگا۔ لیکن او امرتسری اور بٹالوی منکرو! سوچ کر جواب دو۔ کہ کیا خسرو پرویز کا قتل بھی تمہارے نزدیک ایک معمولی واقعہ تھا اور یہ کوئی نشان نہ تھا؟ آہ!

عقل کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رُخ کافر و دیندار کا

جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلالی نشان کی ہتک کرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ اگر آپ کے غلام کے نشانات کو جھٹلائیں۔ تو کیا بعید!!!

لیکھرام اور گوسالہ سامری

پھر اسی دشمن حق نے ایک اور اعتراض کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے گوسالہ سامری کے یہودیوں کی عید کے دن ٹکڑے ٹکڑے کئے جانیکا جو حوالہ خروج باب ۳۲۔ آئت ۵ سے دیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے (الہامات مرزا صفحہ ۹۴) میں لکھا ہے کہ

قولہ۔ مرزا جی نے اس پیشگوئی میں ایک اور کمال کیا ہے۔ جس سے ہمیں ایک بزرگ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی قرآن شریف کے معانی اور مطالب ہی کو نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی اپنی من گھڑت تاویلوں کے تابع کرنا چاہتے ہیں .... (یہاں خروج کے باب ۳۲۔ آئت ۵ کے حوالہ کے بعد لکھا ہے) اس بیان میں مرزا جی نے یہ چالاکی کی ہے کہ توریت کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ اپنے خیال میں کر ہی دیا ہے کہ گوسالہ سامری عید یہود کے روز مارا گیا۔ مگر جب ہم مرزا جی کے بتلائے ہوئے مقام کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں اس کا ذکر بھی نہیں۔ الآخرہ۔

اس اعتراض میں امرتسری منکر نے صرف یہ بتایا ہے کہ جو حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے وہ درست نہیں۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو حوالہ دیا ہے وہ اس واقعہ کی ابتدائی آئت ہے۔ امرتسری منکر جو چالاکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سے منسوب کرتا ہے - حالانکہ اس کا شکار آپ ہوا ہے - اس لئے میں خروج ۳۲ باب آیت ۵
سے ۲۱ - آیت تک درج کرتا ہوں - ناظرین کو خود حقیقت معلوم ہو جاویگی -

"اور جب ہارون نے دیکھا تو اس کے آگے ایک قربانگاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہکے منادی کی کہ کل خداوند
کے لئے عید ہے ۶ اور وے صبح کو اُٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں
اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اُٹھے -
۷ تب خداوند نے موسیٰ کو کہا کہ اُتر جا کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر کے مُلک سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں -
۸ وُے اس راہ سے جو مَیں نے اُنہیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں اُنہوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور
اُسے پوجا اور اُس کے لئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک
سے چھڑا لایا - ۹ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ مَیں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے -
۱۰ اب تو مجھ کو چھوڑ کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور مَیں تجھ سے ایک بڑی قوم بناؤں گا - ۱۱ تب موسیٰ
نے خداوند اپنے خدا کے آگے منت کر کے کہا کہ اے خداوند کیوں تیرا غضب اپنے لوگوں پر جنہیں
تو شہزوری اور زبردستی کے ساتھ مصر کے ملک سے نکال لایا بھڑکتا ہے - ۱۲ کس لئے مصری بولیں
اور کہیں کہ وہ اُن کو یہاں سے بدی کے لئے نکال لے گیا تا کہ اُن کو پہاڑوں میں مار ڈالے اور
اُن کو روئے زمین پر ہلاک کرے - اور اپنے غضب کے بھڑکنے سے باز رہ اور اپنے لوگوں کو بدی
پہنچانے سے پھر جا - ۱۳ تو ابراہام اور اضحاق اور اسرائیل اپنے بندوں کو یاد کر جن سے تو نے اپنی ہی
قسم کھائی اور ان سے کہا کہ میں تمہاری نسل کو آسمان کے تاروں کی مانند بڑھاؤں گا اور یہ سارا ملک
جس کے حق میں مَیں نے کہا سو مَیں تمہاری نسل کو بخشوں گا کہ ابد تک اس کے مالک ہوں - ۱۴ تب خداوند
نے اس بدی سے جو چاہتا تھا کہ اپنے لوگوں سے کرے پچھتایا -
۱۵ اور موسیٰ پھر کر پہاڑ سے اُتر گیا اور شہادت کے دونوں تختے اس کے ہاتھ میں تھے وے تختے لکھے
ہوئے تھے دونوں طرف ادھر اور ادھر لکھے ہوئے تھے - ۱۶ اور وے تختے خدا کے کام سے تھے
اور جو لکھا ہوا سو خدا کا لکھا ہوا اور اُن پر کندہ کیا ہوا تھا ۱۷ اور جب یشوع نے لوگوں کی آواز جو پکار رہے تھے سُنی
تو موسیٰ سے کہا کہ لشکرگاہ میں لڑائی کی آواز ہے - ۱۸ موسیٰ بولا یہ تو نہ فتح کے شور کی آواز نہ شکست کے
شور کی آواز ہے بلکہ گانے کی آواز میں سُنتا ہوں -

۱۹ اور یوں ہوا کہ جب وہ لشکرگاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور راگ ناچ دیکھا تب موسیٰ کا غضب بھڑکا
اور اُس نے تختے اپنے ہاتھوں سے پھینک دیئے اور پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالے - ۲۰ اور اُس نے اس بچھڑے کو
جسے انہوں نے بنایا تھا لیا اور آگ سے جلایا اور پیس کر خاک سا بنایا اور اس کو پانی پر چھڑک کر
بنی اسرائیل کو پلایا"

اب اس عبارت سے ثنائی تحریف اور تسویل خوب ظاہر ہے - ثناء اللہ نے آیت دس تک لکھکر چھوڑ دیا - اور یہ کہنا کہ موسیٰ کو پہاڑ پر سے اُترنے میں کئی دن لگ گئے ایک ایسا امر ہے جو ثنائی جغرافیہ دانی کا ثبوت ہے -

اس ضمن میں جس بزرگ کا ذکر امرتسری مُنکر نے کیا ہے - وہ اس کا روحانی باپ بٹالوی ہے - اور اُس کا یہ قول حاشیہ میں لکھا ہے کہ "مرزا کو خدا پر بھی ایمان نہیں" اگر محمد حسین بٹالوی کا ایسا ہی اعتبار ہے اور اس کی بات پتھر کی لکیر ہے تو ثناء اللہ کو چاہیئے کہ وہ ان الفاظ کو پڑھے جو امرتسری مُنکر کے حق میں بٹالوی نے لکھے ہیں -

بٹالوی کے متعلق جو تحریریں آپ کی اہل حدیث میں نکل چکی ہیں وہ ان کے لئے کافی ہیں - پس آپس ہی میں ان انعامات کو تقسیم کر لو - خدا پر ایمان اگر آپ لوگوں کو ہوتا تو اس کے نبیوں کی اسقدر ہتک نہ کرتے اور آیات اللہ کی تکذیب نہ کرتے - فتدبروا ولاتکن من الجاہلین -

اب مَیں بتانا چاہتا ہوں - کہ لیکھرام اور گوسالہ سامری میں مشابہت کیا ہے -

گوسالہ سامری ہاتھوں سے کاٹا گیا تھا - پس چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں واقعات کا تماثل ضروری ہے اس لئے ماننا پڑا کہ لیکھرام جس کو عجل سامری سے مشابہت دی گئی ہے ہاتھوں سے کاٹا جاوے اور چونکہ عجل سامری کے کاٹے جانے کا دن شنبہ کا دن تھا اور یہودیوں کی ایک عید بھی تھی لہذا پیشگوئی کی مشابہت پورا کرنے کے لحاظ سے ضروری ہوا کہ اس واقعہ کے قریب ایک عید ہو - اور شنبہ کا دن بھی ہو - سو یہ پیشگوئی اس ضرورت مماثلت کی وجہ سے ان تمام واقعات کی طرف اشارہ کر رہی تھی جو گوسالہ سامری کو پیش آئے یہاں تک کہ جیسے گوسالہ سامری ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلایا گیا تھا ایسا ہی لیکھرام کے ساتھ معاملہ ہؤا - کیونکہ اول قاتل نے اس کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور پھر ڈاکٹر نے اس کے زخم کو چھری کے ساتھ زیادہ کھولا اور ڈاکٹری امتحان اور علاج کے لئے چھری چلی

غرض گوسالہ سامری کی طرح وہ کاٹا گیا اور جلایا گیا۔ پھر عجل سامری کی طرح بہایا گیا اور جیسے گوسالہ بنانے کے بعد خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیجی۔ جس کا ذکر توریت خروج ۳۲/۳۵ میں ہے اسی طرح لیکھرام کے مرنے کے بعد اس ملک میں طاعون پھیلی۔

اس پیشگوئی کے متعلق آخری اعتراض امرتسری منکر کا صرف یہ رہجاتا ہے جو اس نے اپنے روحانی باپ بٹالوی کی اشاعت السنہ سے اخذ کیا ہے کہ **ستعرف یوم العید والعید اقرب** کا الہام لیکھرام کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جس قصیدے میں یہ مصرعہ واقعہ ہوا ہے۔ اس میں خطاب علماء مکفرین سے عموماً اور ان کے راس رئیس سے خصوصاً ہے لیکھرام کا ذکر نہیں۔

اس خوش فہمی کی داد دینی چاہیے۔ ان باپ بیٹوں کو اتنی خبر نہیں کہ جس قدر پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ وہ اجمالی ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل ان کے واقعہ ہونے پر کھلتی ہے۔ جیسا کہ ہم پیشگوئی کے فلسفہ میں لکھ آئے ہیں۔ اگر آپ اس پیشگوئی کا محض اس وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ کہ اس میں لیکھرام کا ذکر نہیں۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی پیشگوئی آپ کے نزدیک پوری نہیں ہوئی۔ ابوجہل جو بدر میں مارا گیا اُس کا نام کہاں قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے؟ اور واقعہ بدر کا نام کہاں ہے؟۔

اگر مکفرین کو خطاب نہ کیا جاتا تو اور کس کو کیا جاتا۔ اتمام حجت تو ان پر ہی کرنا مقصود تھا اس لئے اپنی صداقت کے دلائل اور آیات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے

وبشّرنی ربی وقال مبشرا

ستعرف یوم العید والعید اقرب

منجملہ اور دلائل کے یہ ایک نشان صداقت بتایا گیا تھا جو اپنے وقت پر پورا ہوا۔ پس یہ اعتراض محض لغو اور فضول ہے اور قرآن مجید اور سنت انبیاء کے خلاف ہے۔

باقی یہ کہنا کہ یہ پیشگوئی اپنے لوازم کے ساتھ پوری نہیں ہوئی اس نے دلوں کو اپنی طرف نہیں کھینچا؟ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی نجاست پر وہ شخص منہ مار سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے ذرا بھی شرم نہ کرے۔ اس کے لئے پہلے یہ بتانا چاہیے کہ جب لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کی گئی۔ اُس وقت کس قدر آدمی سلسلے میں داخل تھے اور آج کسقدر۔ بس یہی ایک نکتہ اس حقیقت

تیسری پیشگوئی
مرزا احمد بیگ اور اُس کے داماد کی موت کے متعلق

اس پیشگوئی کے متعلق امرتسری منکر نے پہلے اس اشتہار کو درج کیا ہے۔ جو ۱۰ جولائی ۱۸۸۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کیا تھا۔ امرتسری منکر لکھتا ہے:-

"اس پیشگوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتایا ہے۔ اس لئے ہمارا بھی حق ہے۔ کہ ہم **جی کھول کر سعی کریں** اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں"

اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ امرتسری منکر نے اس پیشگوئی پر اعتراض کرنے اور اس حق کا مقابلہ کرنے میں پوری طاقت اور جد وجہد سے کام لیا ہوگا۔ مگر ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ گو امرتسری منکر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر حق آخر حق ہے۔ مکذب امرتسری سے کچھ بھی تو بن نہ آیا۔ میں بھی پہلے اُسی اشتہار کو یہاں درج کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

یا معین برحمتك نستعین

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا — قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشان ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن بد رخواست نکاح چھاپا گیا ہے۔ اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زباندرازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے،

یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سیکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں۔ وہ دو یا تین بیویاں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا۔ بلکہ کسی نہ کسی فرد سلسلہ میں یہ وقت آپڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور ناقابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا۔ تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا کہ اس مبارک اور مفید تحریک نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اُجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کردیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لئے یہ فعل کیسا زبردست ممد و معاون ہے۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے۔ جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اُس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے۔ اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کے رو سے کرسکتا ہے۔ وہ اُسے بخشتا ہے ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے۔ بیکار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو۔ تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو۔ تو عورت یہ عذر نہیں کرسکتی۔ کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کاربرار نہیں ہوسکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے۔ جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں۔ اُن کے لئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ کیونکہ بوجہ اندرونی بیقیدی

کے جو اُن میں پھیل رہی ہے۔ اُن کو اس پاک طریق کی کچھ پرواہ اور حاجت نہیں اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مسلم النبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کرکے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیح کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑھ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی۔ وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور اس پُر خبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اُس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعوٰی محبت مسیح رکھتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بائبل کی رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مُہر لگادی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو! اگر ملہم کے لئے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے۔ تو پھر کیا تم داؤد جیسے راستباز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے۔ یا سلیمان جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کردو گے۔ کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل اُن انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہردم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن خوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں احکام وارد ہو رہے تھے۔ ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اُس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہائت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا لوط کی قوم پر پتھر برسائے۔ فرعون کو معہ تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کردیا۔ کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اُس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیا کو بہت سی بیویوں کی کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پاکر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر اُن پر عذاب نازل نہ کیا۔ بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔ کیا آپ کے خدا کو الہام اُتارنے کے لئے کوئی اور آدمی نہیں ملتا۔ بہت سی جوروؤں

کرنے والے ہی اُس کو پسند آگئے☆ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں
نے بہت سی جورواں کرکے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے
سبقت لیجاکر تمام دُنیا پر یہ ثابت کردیا ہے۔ کہ دوست الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں
کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ
ہے جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود اُن تعلقات کے
بے تعلق ہو۔ خدا تعالٰی کا بندہ سے محب اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری
چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے۔ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہوکر نئے حواس
اس کو بخشتی ہے اسی روح کے ذریعہ سے خدا تعالٰی کا کلام مومن سُنتا ہے اور
اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے نئی
زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ
جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں۔ یہ پاک روح اُن میں سے
کس کو دی گئی ہے کیا کسی پادری میں یہ پاک روح یا یوں کہو کہ روح القدس پائی
جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بُلاتے بُلاتے تھک بھی گئے۔ کسی نے
آواز تک نہیں دی۔ نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک
جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے۔ اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں
بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست
منظور رہوئی۔ تو پھر پادریوں نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام
پر مُہر لگا بیٹھے تھے۔ اب جب مُہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا۔ تو
پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کُھل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا۔ کہ پادریوں کو ہمارے الہام
سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مُہر کے ٹوٹنے کا دوسرا الہام کے نقل مکانی کا۔ سو نور افشاں
کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے۔ جو دِق کی طرح لاعلاج ہے۔

☆ انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی ہی
عمر میں اُٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔ منہ۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا
ہے وہ محض زبانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ
اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے کہ جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست
کی گئی تھی۔ نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف
اور عناد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں
جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا۔ یہ درخواست ان کی اس اشتہار
میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسولؐ سے
بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت قرابت اُن لوگوں کی
رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات
سے قاصر و عاجز بلکہ انہی کا فرمانبردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں اُنہی کی لڑکیاں خیال
کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور
نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے
بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ
سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونیکا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں
ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوٰی الہام میں مکار
اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اور اسلام اور قرآن شریف
پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان
آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی سو وہ
دعا قبول ہوکر خدا تعالٰی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری
کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک
ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین
عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے۔ اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت
جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے۔ نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی

گئی تھی۔ اب اُس کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے۔ نامبردہ یعنے ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا۔ کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں چنانچہ اُن کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تاہم اُس ہبہ پر راضی ہو کر اُس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا۔ کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا۔ گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اُس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا۔ کہ اس شخص کی دختر کلان کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے۔ کہ تمام سلوک مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائیگا **اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی وہ روز نکاح سے اڑہائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔✝ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور**

✝ تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے۔ بلکہ بعض مکاشفات کی رُو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جن کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ واللّٰہ اعلم۔ منہ

✤ والد اُس عورت کا نکاح سے چوتھے مہینے مطابق پیشگوئی فوت ہو گیا یعنے نکاح ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا۔ اور وہ ۳۱ ستمبر ۱۸۹۲ء کو بمقام ہوشیارپور گذر گیا۔ منہ

تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلان کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاویگا اور بیدینوں کو مسلمان بنا دیگا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دیگا چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستھزؤن ہ فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ط ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا۔ یعنی اُنہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں۔ تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اُس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے۔ کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب **وہ مقام تجھے ملیگا جس میں تیری تعریف کی جائیگی یعنے گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں مُنہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔**

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کے لئے تاکید کی۔✤ اس کا جواب

✤ یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا۔ بالطبع اس کی اشاعت سے

یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کے لئے یہ نشان تھا۔ ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنجدہی سے گریز کی۔ بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت رد و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی۔ یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے۔ شدت غیظ و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا۔ اور شائع بھی ایسا کیا کہ شائد ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جا بجا پڑھا گیا۔ اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بیجا افترا کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہو گیا۔ کہ اپنے قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدیں خیال لوگوں کو واضح ہو۔ کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیشگوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے۔ بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھرام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ کئی سال ہوئے۔ کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنے یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۴۴: کراہت تھی۔ بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کی آپ شہرت دی۔ منہ۔

ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی۔ اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جبکہ یہ پیشگوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جبکہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افترا کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب) ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء"

اس اشتہار کو درج کرنے کے بعد امرتسری منکر نے صرف یہ نتیجہ نکالا ہے گویا پیشگوئی مذکور کا لب لباب یہ بتایا ہے کہ

"تاریخ نکاح سے تین سال تک دونو (احمد بیگ اور اس کا داماد) فوت ہو جائیں گے۔"

میں امرتسری منکر کے اس نتیجہ پر کسی حاشیہ کی ضرورت نہ سمجھ کر اس **کتمانِ حق** کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو اسی چودہویں صدی کے یہودی نے کیا ہے۔ ناظرین خدا کے لئے غور کریں اور اس اشتہار کو مکرر سہ کرر پڑھیں کہ کیا اسی اشتہار کا اتنا ہی نتیجہ ہے یا کچھ اور۔ اسی اشتہار کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے

(اول) مرزا احمد بیگ کے بعض قریبی رشتہ دار اور سرگروہ (جن کی حقیقی ہمشیرہ زادی کی نسبت درخواست کی گئی تھی) نشان آسمانی کے طالب اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے۔

(دوم) ان کے طلب نشان اور انحراف و عناد از اسلام (جیسا کہ فقرات نمبر ۲ و ۳ سے ظاہر ہے) کی بنا پر یہ نشان دیا گیا۔

(سوم) سوم نکاح نہ کرنے کی صورت میں مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد تین سال کے اندر فوت ہو جانے اور ان کے گھر پر **تفرقہ۔ تنگی** اور **مصیبت** پڑیگی۔ جیسا کہ فقرہ نمبر ۴ سے پایا جاتا ہے۔

(چہارم) تو مقام **محمود** میں اٹھایا جائیگا جیسا کہ فقرہ نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔

یہ امور ہیں جو اس اشتہار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر یہ اشتہار جیسا کہ اس کی پہلی ہی سطر سے

ظاہر ہوتا ہے۔ ایک خط مندرجہ نور افشان ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے سلسلہ میں چھاپا گیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا۔ اور اس کے ان عزیز رشتہ داروں نے جن کا ذکر اسی اشتہار میں ہے۔ اخبار نور افشاں لودہانہ مورخہ ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپوایا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس خط میں جو کچھ نکاح کی پیشگوئی کے متعلق ظاہر کیا گیا تھا اس پر بھی ہم غور کریں۔ اس خط کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۷۹ میں یوں رقمطراز ہیں۔

"سو واضح ہو کہ اس عاجز کا وہ خط جو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کو پرچہ نور افشان میں چھپا ہے اسکی عبارت جو پیشگوئی کے متعلق ہے۔ اخبار مذکور کے صفحہ ۲ و ۳ میں مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی نسبت یہ ہے "خدا تعالیٰ نے اپنے الہام پاک سے میرے پر یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اگر آپ اپنی دختر کلان کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں۔ تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دیگا اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا۔ تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی۔ یہ دونوں طرف برکت اور موت کے ایسے ہیں جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہو سکتا ہے۔ (اب جس طرح چاہو آزما لو) میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے"۔"

یہ ہے وہ اصل خط جس پر اشتہار مذکور متفرع ہے اس خط سے اصل حقیقت بالکل کھل جاتی ہے۔ اور فی الحقیقت یہی وہ خط ہے جو اس پیشگوئی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ہمیں زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ اس خط سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مرزا احمد بیگ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز **مبارک نہ ہوگا**۔ اور اس کا انجام **درد۔ تکلیف** اور **موت** ہوگی اور اسی میں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ یہ نشان اہل برادری پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسا کہ خط کا آخری فقرہ ظاہر کرتا ہے اور فقرہ نمبر ۳ اور فقرہ نمبر ۴ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ **برکت** اور **موت**۔ اب مرزا احمد بیگ صاحب جس نشان کے ذریعہ چاہیں صداقت

کو آزما لیں۔ واقعات بتاتے ہیں کہ اس نے موت کے نشان کو اختیار کیا۔ آخر وعدہ الٰہی کے موافق فوت ہو گیا۔ یہ خط اس پیشگوئی کے متعلق قول فیصل ہے اور اسی کو ہمارے مخالف پیش نہیں کرتے۔ اس پیشگوئی میں جو اس خط میں جس کو خود مخالفین نے نور افشان جیسے اسلام کے دشمن اخبار میں چھاپا گیا۔ جو کچھ رحمت یا عذاب کی پیشگوئی ہے۔ وہ مرزا احمد بیگ کے متعلق ہے اور اسی سے خطاب ہے۔ اب اے سوچنے والو۔ خدا تعالیٰ کے لئے سوچو اور غور کرو کہ کیا یہ **پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟**

پہلے مرزا احمد بیگ کے متعلق تو ایک فیصلہ کرو۔ باقی حصہ جس پر تم شوخی سے اعتراض کرتے ہو اس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ کہ منہاج **نبوۃ** کی رو سے کیا وہ قابل اعتراض ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مگر یہ کسقدر دیانت اور تقویٰ کے خلاف ہے کہ **امر واقع کا انکار کیا جاوے یا حق پوشی کی جاوے**۔ او امرتسری **منکر!** قاسم دہلوی کا تجھے چودہویں صدی کا یہودی کہنا بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تو حق و باطل میں التباس کرتا ہے۔ تیری خدا ترسی اور **تقویٰ شعاری** کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ صاف اور کھلے الفاظ میں تو تصدیق کرتا۔ اور اول کا فقرہ نہ ہوتا کہ **احمد بیگ پیشگوئی کے موافق فوت ہو گیا**۔

میں ناظرین کو پھر توجہ دلاتا ہوں اس خط کی طرف جو اصل زیر بحث امر ہے کہ یہ نشان قوم پر اتمام حجت کی غرض سے ظاہر ہوا اور اس میں برکت اور موت کے دو نشان احمد بیگ کے متعلق تھے اگر وہ نکاح کر دیتا تو اس پر برکت ہوتی۔ دوسری صورت میں موت۔ درد اور تکلیف نحوست اس کے لئے مقدر تھی۔ اس نے اس کو اختیار کیا اور اسی میں مبتلا ہو گیا۔

اس پیشگوئی پر امرتسری منکر کے روحانی باپ بٹالوی نے بھی اعتراض کیا تھا اس کا جو جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنوری ۱۸۹۳ء کو دیا اس کا ایک حصہ میں یہاں نقل کرتا ہوں میری غرض یہ ہے کہ شائد کسی **طالب حق** کو فائدہ پہنچے اور میں اسی نیت سے اس رسالہ کو لکھ رہا ہوں ورنہ امرتسری منکر اور اس کے امثال تو ختم اللہ علیٰ قلوبہم کے مصداق نظر آتے ہیں۔ وہ اس رسالہ کو اگر پڑھیں گے تو نکتہ چینی اور اعتراض کے لئے۔

امرتسری منکر کے روحانی باپ بٹالوی کو جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد آپ کا رجسٹری شدہ خط مورخہ ۴ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا۔ اگرچہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بیجا افترا ؤں کا ایک مجموعہ ہے اس لائق نہیں تھا۔ کہ میں اس کا کچھ جواب آپ کو لکھتا فقط اعراض کافی تھا۔ لیکن چونکہ آپ نے اپنے خط کے صفحہ دو اور تین میں اس عاجز کی تین پیشگوئیوں کا ذکر کر کے بالآخر اس تیسری پیشگوئی پر حصر کر دیا ہے۔ جو نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۸ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے۔ تو میں آپ کو ملہم مان لونگا اور یہ سمجھونگا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بد اخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کر کے آپ کو اس الہامی پیشگوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ وہ پیشگوئی جیسا کہ آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی سے نکاح کر دیوے تو روز نکاح سے تین برس کے اندر فوت ہو جائیگا اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ نخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا۔ اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیتا تھا اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا۔ اور نشان کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا۔ اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم اور صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں

اور ایسی پیشگوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو وابستہ کر دیا گیا۔ اور موت کی حد مقرر کر دی گئی۔ انسان کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ الہامی پیشگوئی صاف بیان کر رہی تھی کہ مرزا احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے وابستہ ہے اس لئے پانچ برس تک یعنے جب تک اُس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا۔ مرزا احمد بیگ زندہ رہا۔ اور پھر ۷ اپریل ۱۸۹۲ء میں احمد بیگ نے اُس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیشگوئی تین برس کے اندر یعنے نکاح سے چوتھے مہینہ میں جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء تھی فوت ہو گیا اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگرچہ روز نکاح سے موت کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے۔ مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گذریگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف چار مہینہ بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہا یعنی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء میں نکاح ہوا اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اب ذرا خدا تعالیٰ سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی یا نہیں اور اگر آپ کے دل کو یہ دھوکا ہو کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیشگوئی ہے کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم و رمل و جفر وغیرہ سے ہو۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیشگوئی نہیں ہوا کرتی۔ جس میں اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے تو زندہ رہیگا۔ ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائیگا اگر دنیا میں کسی منجم یا رمال کی اس قسم کی پیشگوئی ظہور میں آئی ہے تو وہ اس کے ثبوت کے ساتھ پیش کریں۔ علاوہ اس کے اس پیشگوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعویٰ پیش کیا گیا ہے یعنی یہ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کا نشان یہ پیشگوئی ہے۔ اب آپ اگر کچھ بھی اللہ جل شانہٗ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی پیشگوئی جو منجانب اللہ ہونے کے لئے بطور ثبوت کے پیش کی گئی ہے اسی حالت میں سچی ہو سکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز منجانب اللہ ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایک مفتری کی پیشگوئی کو جو ایک جھوٹے دعویٰ کے لئے بطور شاہد صدق بیان کی گئی۔ ہرگز سچی نہیں کر سکتا۔

وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکا لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دیکر فرماتا ہے وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم اور فرماتا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ رسول کا لفظ عام ہے۔ جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔ پس اس پیشگوئی کے الہامی ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہے جو منجانب اللہ ہونے کے دعویٰ کے ساتھ یہ پیشگوئی بیان کی گئی اور خدا تعالیٰ نے اس کو سچی کر کے دکھلا دیا اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل مفتری ہو اور سراسر دروغگوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں۔ اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دیگا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دیگا تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بہت قریب فوت ہو جائیگا۔ اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کر دو۔ ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے۔ کہ ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب سوچکر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں جو شخص اپنے دعویٰ میں کاذب ہو اس کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ شیخ صاحب اب وقت ہے سمجھ جاؤ۔ اور اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی شیخی پیش نہ جائیگی اور اگر کوئی نجومی یا رمّال یا جفری اس عاجز کی طرح دعویٰ کر کے کوئی پیشگوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو۔ اور چند اخباروں میں درج کرا دو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے۔ اور ایسا نجومی ہلاک ہو گا۔ خدا تعالیٰ تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بناتا تو اس کی رگ جان قطع کی جاتی۔ پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگ جان قطع کی جانے کے اللہ جل شانہٗ نے اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر مفتری دجال۔ کذاب ہے۔ دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دی کہ تائید دعویٰ میں یہ پیشگوئی پوری کرے۔ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت

میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے بلکہ اس کی پیشگوئی کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کرے اور آپ کی کوشش کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ آپ کی تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی اور لوگوں کے روکنے کے ۳۲۷ احباب اور مخلص جلسہ اشاعت حق پر دوڑے آویں۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کر دوں گا اور مجھے اس بات کی ضرورت نہیں۔ کہ اس الہامی پیشگوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ مناسب ہے کہ آپ بھی اپنے اشاعت السنہ میں میرے اس خط کو شائع کر دیں۔ اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں۔ کہ اب آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے خود منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے"

الغرض یہ پیشگوئی تو جو اتمام حجت بر اہل برادری کی غرض سے کی گئی تھی۔ پوری ہوئی پھر اس پیشگوئی کے ضمن میں بعض اور تصریحات ہوئیں۔ جن پر ہمارے مخالف اعتراض کرتے ہیں ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے مرزا احمد بیگ یا دوسرے رشتہ داروں کو بعض خطوط کیوں لکھے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ یہ خطوط اور یہ پیشگوئی نعوذ باللہ نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لئے تھی۔ جیسا کہ امرتسری منکر اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۵ میں ان خطوط کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

"ان خطوط سے ظاہر ہے کہ مرزا جی اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بھی عموماً بقول حافظ شیرازی ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے ہیں الاخرہ"

امرتسری مُنکر نے عیسائیوں کے نقش قدم پر قدم مارا ہے

یہاں دو امر تنقیح طلب ہیں اول۔ کیا مامور

مرسلین پیشگوئیوں کے پورا کرنیکی کوشش کرتے ہیں یا نہیں اور ایسی کوشش خلاف نصوص تو نہیں۔

دوم۔ کیا کسی نکاح کی پیشگوئی کرنا یا کسی عورت کے متعلق کہنا کہ وہ میرے نکاح میں آجاویگی۔ وہ اغراض نفسانی کی ذیل میں ہوتی ہے۔

ان ہر دو امور پر بحث کرنے سے حقیقت کھل جائیگی۔ لیکن قبل اس کے کہ ان ہر دو امور تنقیح طلب پر بحث کی جاوے۔ یہ کہدینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امرتسری منکر نے اس اعتراض کے کرنے میں **عیسائیوں** کے ہی نقش قدم پر قدم مارا ہے۔ چنانچہ میں دکھاتا ہوں کہ انہوں نے بھی ٹھیک اسی قسم کے اعتراض کئے ہیں۔ اور ایک غور کُن انسان کی نظر میں امرتسری منکر اور ایک پادری کے خیالات میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے افسوس اور سخت دُکھ ہے کہ امرتسری منکر کے اس اعتراض کی وجہ سے وہ خبیث کلمات مجھ کو نقل کرنا پڑے۔ پادری راجرس اپنی کتاب تفتیش الاسلام ۱۸۷۰ء کے صفحہ ۶۰ میں لکھتا ہے "محمدؐ ایک شہوت پرست آدمی تھا (نعوذ باللہ من ذالک) جو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے مصنوعی آئت پیش کرکے اس کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے"۔ صفحہ ۶۵ پر یہی پادری لکھتا ہے۔ کہ "وہ ایک نفس پرست اور کینہ پرور اور خود غرض آدمی تھا اور نفس آمارہ کا از حد مطیع تھا اور اسی سبب سے قرآن اس کی جھوٹی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ جو اس کی نفس پرستی اور شہوت کو پشتی دیتی اور پالتی تھی"۔ ریواڑی کے پادری ولیم لے مشن ریواڑی میں ۱۸۹۵ء کو ایک کتاب محمدؐ کی تاریخ کا اجمال شائع کی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے "اتفاق سے جو اس کی (زینب) خوبصورتی پر محمدؐ کی نظر پڑی۔ دل میں عشق بد پیدا ہوا۔ اسی بدخواہش کو پورا کرنے کے لئے فوراً آسمان سے اجازت منگوالی"۔ اس قسم کے ایک دو نہیں بیسیوں اقتباس پادریوں کی ان کتابوں میں ملتے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں شائع کی ہیں۔ اب کوئی دانشمند ہمیں بتائے کہ ثناء اللہ نے ان ظالم طبع پادریوں کے تتبع میں کون سی کمی کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قاسم دہلوی نے اس چودھویں صدی کے یہودی کی حقیقت کو طشت از بام کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہوئے وہ کسی **عیسائی** یا آریہ سے پیچھے نہیں رہا۔

اس بیان کے بعد اب ہم کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ کیا مامور مرسلین کسی پیشگوئی کے پورا کرنے میں اسباب اور مساعی سے کام لیتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو گویا مسلمات اسلام میں سے ہے وہ شخص بڑا ہی کودن اور نادان ہوگا۔ جو اس کا انکار کرے۔ ہر ایک کام کے لئے جد وجہد اور تہیہ اسباب انسانی فرائض اور تعظیم لامر اللہ میں داخل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو قرآن مجید میں ایاک نعبد نہ ہوتا۔ ایاک نعبد سے یہی تعلیم دینی مقصود تھی۔ کہ پہلے انسان اپنی تمام مساعی اور جد وجہد کو کام میں لاوے تا خداداد قوتوں کا اصل جوہر ظاہر ہو۔ اور پھر توحید خالص یہ ہے کہ باوجود جمع اسباب اور جد وجہد کے ان پر بھروسہ نہ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے استعانت چاہے اور اس پر تکیہ کرے۔ جیسے **ترک اسباب** ایک گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح **تکیہ بر اسباب** شعبہ شرک ہے۔ نادانوں نے اس حقیقت کو سمجھا نہیں۔ اس لئے وہ یا تو محض ترک اسباب کر بیٹھے اور خدا تعالیٰ کی تمام دی ہوئی قوتوں کو بیکار چھوڑ کر عملی رنگ میں اللہ کی سخت **ہتک** کرتے ہیں اور گویا بتاتے ہیں کہ یہ تمام قوتیں اللہ تعالیٰ نے بیکار پیدا کی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں پڑھتے ہیں **ربنا ما خلقت ھذا باطلا**۔

اور یا **اسباب** پر ایسے گرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر تکیہ اور توکل قطعاً چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن مخلص کا یہ کام نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ پہلے اسباب کو مہیا کرتا اور پھر **ایاک نستعین** کہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو آزماتا نہیں۔ ان لوگوں کے متعلق جو خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے فیض یاب ہوں۔ اور اس کے مامور و مرسل ہوں ایسا وہم کرنا کہ وہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں سخت **حماقت** ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیشگوئی فرمائی **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** یعنے ہم ہی نے الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اب کوئی امرتسری منکر سے پوچھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **قرآن مجید** کا حفظ کرانا چھوڑ دیا تھا؟ اور کیا اس کا لکھا جانا موقوف کرا دیا تھا؟ کیونکہ اس کا حافظ تو خدا تعالیٰ تھا۔ اور اگر محض اسی خیال پر قرآن مجید کی تلاوت اس کا حفظ۔ اس کی کتابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بند کر دیتے تو بتاؤ نتیجہ کیا ہوتا؟ اسباب کو بارور کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہوتا ہے۔ اسباب اصل چیز نہیں ہوتے پھر بھی ان کا ترک گناہ اور گستاخی میں داخل ہے۔

پھر اسی قرآن مجید میں ایک اور پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم پاتے

ہیں۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے ان منصوبوں سے محفوظ رکھیگا جو وہ تیرے قتل وغیرہ کے متعلق کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے ترک حفاظت کر دی تھی اور وہ ان اسباب سے کام نہ لیتے تھے جو آپ کی حفاظت کر سکیں۔

پھر اسی قرآن مجید میں ہم پاتے ہیں کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنی خدا تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے۔ کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ اب خدا کے لئے غور کرو۔ کہ کیا خدا تعالیٰ کے کامل اور مقدس رسولوں نے محض اسی وعدہ کی بنا پر ترک اسباب کر دیا ہو۔ اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں سامان حرب وضرب سے کام نہ لیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جبکہ خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔ پھر آپ کو امرتسری منکر کے اعتقاد کے موافق دعاؤں سے کام لینا اور ضرورت وقت کے موافق محاربات میں شریک ہونا نامناسب تھا۔ یہ کیسی بیہودگی اور سنت اللہ سے ناواقفی ہے۔ خدا تعالیٰ کے جو وعدے ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان کے پورا کرنے کے لئے حریص ہوتے ہیں اور اس کی تہ میں یہ مقصد ہوتا ہے تاکہ لوگوں کا ایمان خدا تعالیٰ پر بڑھے۔ پس اسی سنت کے موافق اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطوط لکھے یا کوشش کی تو یہ امر خلاف **سنت انبیا** اور خلاف **منشاء الٰہی** نہ تھا۔ جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ نہایت **احمق** اور دہریہ ہے۔ نہ اس کو خدا پر ایمان ہے۔ جیسا کہ چاہئے اور نہ وہ سنن انبیاء سے واقف ہے جو واقفیت کا حق ہے۔ کل نبیوں اور ولیوں کے حالات زندگی میں یہ امر پایا جاتا ہے۔

میں اس پر کسی لمبی بحث کی حاجت نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ یہ ایسا امر ہے۔ جو معمولی دیندار انسان بھی جانتا ہے۔ **چودہویں صدی کا یہودی** اگر تسلیم نہ کرے تو پھر اس کا کمال ہی کیا ہے؟

دوسرا امر جس پر غور کرنا ضروری ہے۔ یہ ہے کہ کیا نکاح کی پیشگوئی کرنا نفسانی اغراض میں داخل ہے؟ اگرچہ اس سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار میں بھی بحث کی گئی ہے۔ جو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ جس کو نور افشاں کے جواب میں آپ نے شائع کیا تھا۔ تاہم مزید توضیح کے لئے میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایسا اعتراض کرنے والا **چودہویں صدی کا یہودی**

ان احمقوں کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مسئلہ **ازدواج** میں اعتراض کئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل۔ اکمل اور مطہر۔ مزکی انسان ہاں خاتم الانبیاء والرسل پر اعتراض کرنے والوں نے اسی قسم کی نکتہ چینیاں کی ہیں۔ مگر جیسے وہ ان معترضین کی نادانی اور شرارت کا اظہار کرتی ہیں۔ اسی طرح پر اسی قسم کے اعتراضات حضرت مسیح موعودؑ پر کرنے والوں کی بیہودگی کے مؤید ہیں۔ قرآن مجید کو پڑھو اور غور سے پڑھو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے کس زور اور تکرار کے ساتھ جنت میں عورتوں کے وعدے دیئے اور پھر ان عورتوں کے حسن کی تعریف کی فطرت انسانی کے تقاضاؤں سے ناواقف لوگوں نے جنت کی ان نعمتوں پر جو اعتراض کئے ہیں۔ وہ مخفی نہیں۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ سبوح اور قدوس خدا نے عورت اور مرد کا ایک خاص رشتہ اور تعلق رکھا ہے اور یہ **پاک تعلق** ہے۔ ہمیشہ قدر اور عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اس لئے اگر ایک نبی۔ ایک رسول۔ ایک مجدد۔ ایک ولی کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ اسی دنیا میں کسی عورت کے دینے کا وعدہ کرے یا وہ عورت اسے دکھاوے۔ تو یہ کیوں اس پر **حرام سمجھا جاوے**؟ **سوال تو یہ** ہے کہ کیا نفس **نکاح کوئی** حرام چیز ہے (نعوذ باللہ) اور یہ ایسی ناپاک بات ہے کہ اس سے انسان کی معرفت الٰہیہ کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں؟ اگر امرتسری منکر اور اس کے ہم خیالوں کا یہی مذہب ہے تو یقیناً وہ اپنے باپ کی بیہودگی کو جو اس نے نکاح کر لیا نہایت ہی خفگی کی نظر سے دیکھتے ہونگے اور کچھ تعجب نہیں کہ آپ بھی اسی حماقت کا ارتکاب کیا۔

جو شخص اس پاک رشتہ اور آسمانی قانون ازدواج کی حرمت اور عزت نہیں کرتا ہیں تو اسے نہایت ناپاک اور بدفطرت کہونگا۔ پس **نکاح کرنا** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قرآن کریم کے نیچے اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرۃ کے تقاضے کی تعمیل ہے۔ ابو البشر کی رفیق فی الجنۃ عورت تھی اور بالآخر جنت کے عظیم الشان وعدوں میں **ازواج مطہرۃ** کو رکھا ہے۔ جس سے اس کی عظمت کا پتہ ملتا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی جو شخص اس امر پر اعتراض کرے کہ کیوں ایک شخص نے خدا کے مکالمہ سے فیض یاب ہو کر کسی عورت کے نکاح میں آنے کی پیشگوئی کی۔ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا منکر ہے اور نہایت شریر اور ناپاک وجود ہے۔

ان امور کے بیان کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اس **پیشگوئی** اور اس کے متعلق خطوط لکھنے پر کوئی شخص بجز **یہودی** کے اعتراض کرے اگر کرے تو ان اعتراضوں کی وہی حقیقت ہے۔ جو آریہ عیسائی اور ملحد لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا یا نکاح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر کرتے ہیں۔ غرض یہ پیشگوئی تو روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔ **مرزا احمد بیگ فوت ہوگیا اور ان کے خاندان پر قسم قسم کی تکالیف اور مصائب آگئے**۔ جیسا کہ پیشگوئی میں اُن کا ذکر ہے۔ ہاں اس پیشگوئی کا ایک اور بھی پہلو ہے جس پر ہم بحث کرتے ہیں۔ وہ ہے اس لڑکی کے شوہر کا تاریخ نکاح سے اڑھائی سال کے اندر فوت ہونا اور اس کا واپس حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح میں آنا۔ یہ ایک پہلو ہے جس پر معترض نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کا خوف دل میں ہو اور **منہاج نبوۃ** پیش نظر ہو۔ تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تاہم ایسے معترضین کو جو پہلے کہتے تھے یا اب کہتے ہیں کہ **احمد بیگ کا داماد کیوں میعاد کے اندر فوت نہ ہوگیا**۔ یہ سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں پیش آیا اور آپ نے اس کا جو جواب دیا۔ وہی اب بھی صحیح اور درست ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی۔ اس کی حقیقت

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیشگوئی کے پورا ہونیکا نام و نشان نہیں۔ اس لئے اُن کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصہ تھے۔ پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے تھی اور دوسرا حصہ اُس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصے ایک ہی پیشگوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے۔ چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور جیسا کہ پیشگوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات

اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کی حرج اور تکالیف مالی اور کئی ناکامیاں دیکھ کر آخر مقام ہوشیارپور میں میعاد کے اندر وفات کی۔ اور اس حصہ پیشگوئی کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنے اشاعت السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی۔ مگر یہ الہام سے نہیں۔ بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیشگوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہوگیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ* جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے۔ یہ اگر میعاد مقررہ کے اندر پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوا تو اس پر وہی لوگ اعتراض کریں گے۔ جن کو خدا تعالیٰ کی اُن سنتوں اور قانون سے بے خبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں۔ جو تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جسقدر ہوتی ہیں۔ جن کی ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں۔ تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کر لیں۔ یہی سنت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سنت مستمرہ اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہٗ کی ہے۔ جس کا ذکر اس کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے اس لئے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سنت اللہ کا الہام میں ذکر بھی کیا جاوے۔ کیونکہ کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا۔ جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں دائمی طور پر پائی جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ ہر یک الہام کے لئے کتاب الٰہی بطور امام اور مہیمن کے ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ الہام اپنے امام کی سنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے۔ ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہو سکتا۔

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہئے کہ یہ پیشگوئی بھی بطور انذار و تخویف

* نوٹ:۔ اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ کہ عذاب کی پیشگوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہیں۔ جیسا کہ یونس نبی کا قصہ

کے تھی اور موت کا وعدہ بھی بطور عذاب کے وعدہ کے تھا۔ کیونکہ اس کی بنیاد یہ تھی۔ کہ جو دختر احمد بیگ مسمی سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ اُس کا والد اور اس کے اقارب اور عزیز بہت بے دین تھے اور تکذیب حق میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک اُن میں سے سخت دہریہ تھا۔ جو اسلام سے مرتد ہو کر اسلام سے مخالف اشتہار چھپاتا اور خدا تعالیٰ کے پاک دین کی بے ادبیاں کرتا تھا اور دوسرے سب اس کے موافق اور محب تھے۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مرتبہ اس نے اشتہار چھپایا اور اسلام کی بہت توہین کی اور اس عاجز سے اسلام کی صداقت کے لئے نشان چاہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ٹھٹھا کیا اور دوسرے اس سے الگ نہیں ہوئے۔ بلکہ اُس کے ساتھ رہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اُن کو وہ نشان دکھلاوے جس سے وہ ذلیل ہوں۔ پس اُس نے اُس تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ **کذبوا بآیاتنا وکانوا بها یستهزؤن فسیکفیکهم اللّٰه۔ ویردّها الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰه۔ انّ ربک فعّال لما یرید** یعنے ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا۔ سو خدا اُن کی شر دور کرنے کے لئے تیرے لئے کافی ہوگا اور اُنہیں یہ نشان دکھلائیگا کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائیگی۔ اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائیگا یعنے آخر وہ تیرے نکاح میں آئیگی۔ اور خدا سب روکیں درمیان سے اُٹھا

حاشیہ: یہی اس پیشگوئی ہے۔ جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی۔ لیکن حضرت آدم سے لیکر ہمارے نبی صلعم تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں ملیگی اور نہ کسی ربانی کتاب میں اس کا پتہ ملیگا کہ کسی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی طرف رجوع کیا ہو۔ اور پھر بھی اُن پر پتھر برسے ہوں یا اور کسی عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں اور اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہو تو پیش کرے۔ اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربانی کتاب سے پیش نہیں کر سکیگا۔ پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں۔ منہ

دیگا۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اُس قوم کے لئے نشان تھا۔ جو بیباکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اور اس الہام کی تفصیل یعنے فقرہ **فسیکفیکهم اللّٰه** کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ معلوم ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دیگا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر روز نکاح سے وفات دیگا۔ اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ احمد بیگ میعاد کے اندر یعنے روز نکاح سے چھ ماہ بعد وفات پا گیا اور اس نے ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اُس کو سُنایا گیا تھا۔ ویسا ہی اُس کے بیدین اقارب کو اُس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا۔ لیکن اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا۔ تو اس کی یہی وجہ تھی۔ جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی۔ ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا اور اور نہ صرف اُس کے دل پر بلکہ اس کے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کی گئی ہو۔ اور ایک اُن میں سے میعاد کے اندر مر جائے۔ تو وہ جو دوسرا باقی ہے اس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ایک ہی موت کے دونوں نیچے تھے۔ پس جو زندہ رہگیا ہے۔ وہ جب ایسی موت کو دیکھتا ہے ایک ایسا جانکاہ غم اس کو پکڑ لیتا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یعنے وہ بھی قریب قریب میت ہی کے ہو جاتا ہے۔ سو ایک دانا سوچ سکتا ہے۔ کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیشگوئی کی ایک جزو تھی۔ دوسری جزو والے کا کیا حال ہوا ہوگا۔ گویا وہ جیتا ہی مر گیا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔ جن میں اُنہوں نے اپنے توبہ اور استغفار کا حال دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا۔ کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں۔ ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں اور سلطان محمد اور اس کے اقارب اس لئے مجرم ٹھہر گئے۔ کہ اُنہوں نے یہ گناہ کیا کہ اُن کو ہم نے بار بار بوساطت بعض مخلصوں اور نیز خطوط کے ذریعہ سے بہت کھول کر سنا دیا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک قوم سرکش کے لئے خدا تعالیٰ

کی طرف سے ہے۔ تم اُن کے ساتھ ظلم کر کے ویسے ہی مستوجب عذاب مت بنو۔ مگر چونکہ وہ بہت سخت دل اور دنیا پرست تھے اس لئے انہوں نے نہ مانا اور اسی طرح ٹھٹھا اور ہنسی کی اور اپنی بیباکی سے اُس رشتہ سے دستکش نہ ہوئے۔ مگر احمد بیگ کی وفات کے بعد اُن کے دلوں پر سخت رعب طاری ہوا اور انہوں نے ربانی پیشگوئی کے خوف و غم کو کسی قدر اپنے دلوں پر غالب کر لیا اور اگرچہ سخت دل بہت تھے لیکن احمد بیگ کے مرنے نے ان کی کمر توڑ دی اور اسی وجہ سے اُن کی طرف سے عذر اور پشیمانی کے خط بھی پہنچے اور جبکہ وہ اپنے دلوں میں بہت ڈرے اور سخت ہراساں ہوئے۔ پس ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے موافق تاریخ عذاب کو کسی اور موقعہ پر ڈال دے یعنے اُن دنوں پر جبکہ وہ لوگ اپنی حالت بیباکی اور تکبر اور غفلت کی طرف کامل طور سے رجوع کر لیں کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے۔ جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔"

"یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیشگوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ لیکن قرآن بتلا رہا ہے۔ کہ ایسی پیشگوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم میں سے ہوتی ہیں۔ لہذا اُن کے تبدل اور تغیر کی وجوہ پیدا ہونے کے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پس ہر ایک پیشگوئی جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ اسی سنت کے موافق ہو۔ جو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں قرار پا چکی ہے۔ اور اس تاخیر میں اس سے یہ فائدہ بھی متصور ہے کہ جو علوم ربانی دنیا سے اُٹھ گئے تھے۔ پھر لوگوں کی اُن پر نظر پڑے۔ اور معارف قرآنی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو۔ بلکہ ساتھ اس کے معارف بھی تازہ ہو جائیں۔ اور اس پیشگوئی کے متعلق جو دقیقہ معرفت ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اسی قوم کے ڈرانے کے لئے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی۔ اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا

اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے۔ کہ فاسقوں اور کافروں کی رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقع ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں۔ تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور جب کتاب الٰہی میں ایک صریح سنت اللہ موجود ہو جس کی رعایت بہر حالت ضروری ہے۔ تو الہام میں یہ ضروری نہیں ہوگا۔ کہ شرط کے طور پر اُس سنت کا ذکر کیا جائے۔ کیونکہ الہام ہمیشہ کتاب الٰہی کا تابع ہے اور اس کی شرائط کا پابند ہے۔ اور ممکن نہیں کہ صحیح اور حق الہام اس کے برخلاف ہو۔ پس اگر الہام میں ایک بات کا شرط کے طور پر صریح ذکر موجود ہو یا نہ ہو لیکن اگر اس بات کا کلام الٰہی میں صریح ذکر موجود ہے۔ تو بموجب آیۂ کریمہ **ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا** وہ سنت اللہ اگر اس کا موقعہ الہامی پیشگوئی میں پیدا ہو جائے۔ تو ضرور پوری ہوگی اور ممکن نہ ہوگا کہ اس کے برخلاف الہام ظاہر ہو سکے۔✤ مثلاً اگر کسی الہام میں عذاب کے طور پر کسی سرکش انسان کے لئے وعدہ ہے کہ وہ فلاں تاریخ تک مریگا۔ اور اس کا مرنا عذاب کے طور پر ہوگا اور الہام میں اور کوئی شرط بصراحت موجود نہیں یعنے یہ نہیں بیان کیا گیا۔ کہ اگر وہ سرکشی کے طریق کو چھوڑ دیگا تو عذاب ملتوی ہو جائیگا۔ سو اگر ایسے الہام کی میعاد میں وہ شخص جس کی نسبت الہام ہے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے دل پر اس الہام الٰہی کی عظمت کو ڈال لے تو سنت اللہ اسی طرح پر ہے۔ کہ وہ عذاب کا وقت ٹل جاتا ہے اور دوسرے وقت پر عذاب جا پڑتا ہے یعنی جب پھر سرکشی کی طرف رجوع کرے۔ تو عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ اور یہ تاخیر عذاب ایک مہلت دہی کے طور پر ہوتی ہے۔ پس اگر وہ شخص اس تاخیر عذاب کی وجہ سے بکلی اپنے سر پر سے اُٹھا لیوے

✤ نوٹ۔ یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے۔ کہ سنت اللہ کی مخالف یعنی اس عادت اللہ کی مخالف جو ربانی کتابوں میں قرار پا چکی ہے کوئی الہام ظاہر نہیں ہو سکتا۔ چاہئے کہ رائے لگانے سے پہلے اس بات پر خوب زور سے بحث کر لو۔ پھر رائے لگاؤ۔ ورنہ وہ رائے سراسر ملحدانہ ہوگی۔

مثلاً اگر کافر ہے تو سچا مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار ہو جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے ظل امان میں آجاتا ہے۔ پھر اگر کبھی مرنا بھی ہے تو عذاب سے نہیں بلکہ موت مقدر کی ضرورت کے باعث سے مرتا ہے لیکن اگر سرکشی کو اور ان تمام امور کو جو اُس کی سرکشی پر شاہد اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مخالف ہوں چھوڑنا نہ چاہے اور نیکی اطاعت سے دور رہے تو پھر اُس عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ جو اس کے لئے مقدر ہے۔ یہ تعلیم قرآن اور خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کی ہے اور اسی کے نیچے وہ تمام الہامات ہیں۔ جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں۔ اور کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ بظاہر مخالف ہو۔ تو اسی کے صحیح معنے وہی ہونگے جو اس سنت اللہ کے موافق ہوں۔ پس یہی ربانی الہامات کی اصل حقیقت اور سچی فلاسفی ہے جس کے جاننے کے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا۔ لیکن دنیا میں بہتیرے ایسے بیہودہ گو اور احمق ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ اگر کسی الہام میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میعاد مقرر ہو۔ تو ضرور وہ میعاد اپنے وقت مقررہ پر پوری ہونی چاہیئے۔ مگر ایسے لوگ اپنی بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے نہایت ہی قابل رحم ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں کا خدا تعالیٰ کی کامل صفات اور ربانی کتاب کے موافق ظاہر ہونا ضروری ہے۔ بلکہ وہ نہایت ہی رحیم کریم و حلیم ہے اور ڈرنے والے کو ایسے طور سے نہیں پکڑتا جیسا کہ سخت دل اور بیباک کو پکڑتا ہے اور سچی توبہ اور صدقہ و خیرات سے عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اُس کے وعدے اور وعید کی پیشگوئیاں اسی کی صفات کے مخالف نہ ہوں اور یہ بات تو عام لوگوں کے لئے ہے جو خدا تعالیٰ کی کتاب کو غور سے نہیں دیکھتے لیکن جو خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم میں تدبر کر سکتے ہیں۔ اور ان الٰہی سنتوں سے واقف ہیں۔ جو اس مقدس کتاب میں درج ہیں۔ وہ ہمارے اس بیان کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی سخت بے ایمانی ہوگی **اگر وہ اس کا انکار کریں**۔ لیکن چونکہ وہ اس طوفان حسد اور تعصب کے وقت میں کسی قسم کی بے ایمانی سے نہیں ڈرتے۔ اس لئے ان کی پردہ دری کے لئے ایک اور انتظام کی

ضرورت ہے✝۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم اُن میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ تینوں یا اُن میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو اور اُس کا یہ دعویٰ ہو۔ کہ کوئی ایسی الہامی پیشگوئی جس میں عذاب موت کے لئے کوئی تاریخ مقرر کی گئی ہو۔ اس تاریخ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت اور سنت قدیمہ نہیں ہے۔ کہ وہ ایسے شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے دوسرے وقت پر جا پڑے۔ تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے سنیں۔ اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں۔ تا ہم کتاب اور سنت اور پہلی سماوی کتابوں کے دلائل شافیہ اپنے تائید دعوے میں ان کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر اگر وہ قبول کر لیں۔ تو چاہیئے کہ حیا اور شرم کر کے آئندہ ایسی پیشگوئیوں کی تکذیب نہ کریں۔ بلکہ خود موید اور مصدق ہو کر دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ کا طریق اختیار کریں۔ اور اگر ان نصوص اور دلائل سے منکر ہوں اور اُن کا یہ خیال ہو کہ یہ دعوے بہ نصوص صریحہ سے ثابت نہیں ہو سکا۔ اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ وہ باطل ہیں۔ تو ہم اُن کے لئے دو سو روپیہ نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں۔ کہ وہ اسی جلسہ عام میں تین مرتبہ بدیں الفاظ قسم کھائیں۔

کہ اے خدا قادر ذوالجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچوں کی حمایت کرتا ہے۔ میں تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ

✝ نوٹ۔ اس انتظام کی اس لئے ضرورت ہے کہ بعض ملحد جن کے سیہ دل ہیں ضرور یہ کہینگے کہ اب اپنے بچاؤ کے لئے یہ باتیں بنائی ہیں لہذا واجب ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کریم اور آثار نبویہ کی رو سے کیا جائے اور مومن کو چاہیئے کہ ہر ایک مقدمہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رد کرے اور ہر ایک امر میں خدا کی کتاب کو معیار بناوے اور جو شخص قرآن اور رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور کوئی اور راہ ڈھونڈے تو وہ وہی ہے جو بے ایمان اور حیا سے دور ہے

جو کچھ دلایل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خایف اور ہراسان ہونے سے تاخیر کردے بلکہ ایسی پیشگوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں اور اے قادر خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے۔ اور حق کے برخلاف کہا ہے۔ تو مجھے ذلت اور دُکھ کے عذاب سے ہلاک کر۔ اور جس کی میں نے تکذیب کی ہے اُس کو میری ذلت اور میری تباہی اور میری موت دکھاوے۔ اور اس دعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے اور تین مرتبہ دعا ہوگی اور تین مرتبہ ہی آمین۔ اور بعد اس کے بلا توقف اُس قسم کھانے والے کو دو سو روپیہ نقد دیا جائیگا اور ہم واپسی کی شرط نہیں کرتے۔ ہمارے علامتیں یہ کافی ہے۔ کہ ان لوگوں میں سے کوئی سخت موذی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو۔ اور لوگ عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آویں اور شیاطین کے پنجہ سے مخلصی پاویں۔ لیکن اگر کوئی اب بھی بازنہ آوے اور بیجا تکذیب سے زبان بند نہ کرے تو وہ صریح ظالم اور خدا تعالےٰ کی کتاب سے مُنہ پھیرنے والا ہے۔ پس حق کے طالبوں کو چاہیئے کہ ایسے دروغ گو اور مفسد کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ اُس نے سچائی کی طرف رُخ نہیں کیا اور دانستہ جھوٹ کی پیروی کی۔ اس سے زیادہ ہم کیا لکھیں اور کیا کہیں اور کس طور سے ایسے دلوں کو سمجھاویں۔ جو دانستہ حق سے مُنہ پھیر رہے ہیں اگر ہمارے مخالف سچے ہیں۔ تو اس طریق سے فیصلہ کو قبول کریں۔ ورنہ جو لوگ صاف اور سچے فیصلہ سے انکار کریں اور تکذیب سے باز نہ آویں۔ تو اُن پر نہ انسان بلکہ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ راقم غلام احمدؐ از قادیان

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء - تعداد اشاعت ۵۰۰۰

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

اے دانشمندو! اور ملک و قوم کے رشید لوگو! اور سعید فطرتو! خدا کیلئے غور کرو جبکہ یہ پیشگوئی منہاج نبوۃ پر واقع ہوئی ہے اور اس کتاب کے مقدمہ میں اس پر کافی بحث ہو چکی ہے کہ عذاب وانذار کی پیشگوئیاں رجوع الی الحق اور توجہ الی اللہ سے ٹل جاتی ہیں۔ تو پھر اگر

مرزا احمد بیگ کا داماد بچ گیا تو ان منکران صداقت کو کیوں بُرا لگتا ہے۔

تعجب تو تب ہوتا۔ اگر انذاری پیشگوئی رجوع اور خوف سے ٹل نہ جاتی ان ساری باتوں کو چھوڑ کر میں اس امر اہم کی طرف اپنے ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس اشتہار میں جس کا اقتباس ابھی آپ نے پڑھا ہے **حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحدی کے** طور پر مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی عبد الجبار۔ مولوی رشید احمدؐ گنگوہی کو اس فیصلہ کیلئے بلایا۔ مگر آجتک کہ اس پر ۱۸ سال گذر گئے کسی کو جرائت اور حوصلہ نہ ہوا۔ کہ جس فیصلہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بلایا تھا۔ میدان میں آتا **اور قسم کھا کر انعام حاصل کرتا اور** اسی طرح پر اپنی سچائی **پر مہر کر دیتا**۔ مگر ان کی خاموشی نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ابدی مہر کردی

اور اب کسی کا مدعی ہمکے بعد مُنہ کھولنا نری بے حیائی ہے۔ اس طرح پر پیشگوئی کے اس حصّہ کا بھی قطعی فیصلہ ہو گیا اس کے بعد صرف ایک ہی امر رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہو چکی مگر وہ لڑکی نکاح میں نہ آئی۔ گو یہ سوال امرتسری مُنکر نے نہیں کیا مگر بعض لوگ ممکن ہیں کریں اس واسطے میں چاہتا ہوں کہ اس کا جواب بھی یہاں ہی درج کردوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی کے تتمہ کے صفحہ ۱۳۳ پر بحث بڑی وضاحت سے کی ہے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے رسالہ صادقوں کی روشنی کے صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے۔ مگر میں حقیقۃ الوحی سے یہاں درج کر دیتا ہوں۔

"اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔ جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا۔ تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ **یمحوا اللہ** ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔ شیطانی وساوس سے الگ ہو کر اس کو سوچنا چاہیئے۔ کیا یونس علیہ السلام کی پیشگوئی

نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں بتلایا گیا تھا۔ کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر عذاب نازل نہ ہوا۔ حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے اپنا ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ڈال دے۔

افسوس بے حیا لوگ ان اعتراضوں کے وقت نہیں سوچتے۔ کہ ایسے اعتراض سب نبیوں پر پڑتے ہیں۔ نمازیں بھی پہلے پچاس نمازیں مقرر ہو کر پھر پانچ رہ گئیں۔ اور توریت پڑھ کر دیکھو۔ صدہا مرتبہ خدا کے قرار دادہ عذاب حضرت موسیٰ کی شفاعت سے منسوخ کئے گئے۔ ایسا ہی یونس ؑ کی قوم پر آسمان پر جو ہلاکت کا حکم لکھا گیا تھا۔ وہ حکم ان کی توبہ سے منسوخ کر دیا گیا اور تمام قوم کو عذاب سے بچا لیا گیا۔ اور بجائے اس کے حضرت یونس ؑ خود سخت مصیبت میں پڑ گئے کیونکہ ان کو یہ خیال دامنگیر ہوا۔ کہ پیشگوئی قطعی تھی اور خدا کا ارادہ عذاب نازل کرنے کا مصمم تھا۔ افسوس کہ یہ لوگ یونس ؑ کے قصہ سے بھی کچھ سبق حاصل نہیں کرتے۔ اس نے نبی ہو کر محض اس خیال سے سخت مصیبتیں اٹھائیں کہ خدا کا قطعی ارادہ جو آسمان پر قائم ہو چکا تھا کیونکر فسخ ہو گیا ہے اور خدا نے توبہ پر ایک لاکھ آدمی کی جان کو بچا لیا اور یونس ؑ کے منشا کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔

کیسے نادان وہ لوگ ہیں۔ جن کا یہ مذہب ہے۔ کہ خدا اپنے ارادوں کو بدلا نہیں سکتا۔ اور وعید یعنے عذاب کی پیشگوئی کو ٹال نہیں سکتا۔ مگر ہمارا یہ مذہب ہے کہ وہ ٹال سکتا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہتا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہیگا۔ اور ہم ایسے خدا پر ایمان ہی نہیں لاتے کہ جو بلا کو توبہ اور استغفار سے رد نہ کر سکے۔ اور تضرع کرنے والوں کے لئے اپنے ارادوں کو بدل نہ سکے۔ وہ ہمیشہ بدلتا رہیگا۔ یہاں تک کہ پہلی آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کی صرف پندرہ دن کی عمر رہ گئی تھی۔ خدا نے اس کی تضرع اور گریہ زاری سے بجائے پندرہ دن کے پندرہ سال کر دیئے یہی ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ ایک خوفناک پیشگوئی ہوتی ہے اور دعا سے ٹل جاتی ہے۔ بس اگر ان لوگوں کا فرضی خدا ان باتوں پر قادر نہیں۔ تو ہم اس کو نہیں مانتے۔ ہم اس خدا کو

مانتے ہیں۔ جس کی صفت قرآن شریف میں یہ لکھی ہے کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وعید یعنے عذاب کی پیشگوئی ٹلنے کے بارہ میں تمام نبی متفق ہیں۔ رہی وعدہ کی پیشگوئی جس کی نسبت یہ حکم ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اس کی نسبت بھی ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ خدا اس وعدہ کا تخلف نہیں کرتا جو اس کے علم کے موافق ہے لیکن اگر انسان اپنی غلطی سے ایک بات کو خدا کا وعدہ سمجھ لے جیسا حضرت نوح نے سمجھ لیا تھا۔ ایسا تخلف وعدہ جائز ہے۔ کیونکہ دراصل وہ خدا کا وعدہ نہیں بلکہ انسانی غلطی نے خواہ نخواہ اس کو وعدہ قرار دیدیا ہے۔ اسی کے متعلق سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں قد یوعد و لا یوفی یعنے کبھی خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے اور اس کو پورا نہیں کرتا۔ اس قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ اس وعدہ کے ساتھ مخفی طور پر کئی شرائط ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر واجب نہیں کہ تمام شرائط ظاہر کرے* بس اس جگہ ایک کچا آدمی ٹھوکر کھا کر منکر ہو جاتا ہے اور کامل انسان اپنے جہل کا اقرار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی لڑائی کے وقت باوجودیکہ فتح کا وعدہ تھا۔ بہت رو رو کر دعا کرتے رہے اور جناب الٰہی میں عاجزانہ مناجات کی کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ اَهْلَكْتَ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا* کیونکہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ کہ شائد اس وعدہ کے اندر کوئی مخفی شرائط ہوں

*یہ عادت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ کہ اس کی پیشگوئیوں میں کوئی حصہ متشابہات کا ہوتا ہے اور کوئی بینات کا اور کبھی بعض پیشگوئیاں صرف متشابہات کے رنگ میں ہوتی ہیں اور ایک جاہل آدمی صرف متشابہات پر نظر رکھکر پیشگوئی کی تکذیب کرتا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی پیشگوئی جو متشابہات میں سے ہے ملہم کے خیال کے مطابق ظہور میں نہ آوے تو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ جھوٹی نکلی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ملہم کے اپنے خیال میں غلطی ہوئی جیسا کہ حدیث ذھب وھلی اس پر شاہد حال ہے ہاں برگزیدوں کی پیشگوئیوں میں متشابہات کم ہوتے ہیں اور بینات زیادہ۔ مگر ہوتے ضرور ہیں تا خدا اس سے صالح اور فاسق کا امتحان کرے اور خود برگزیدہ کثرت بینات سے پہچانے جاتے ہیں یہ نہیں کہ ان کی پیشگوئیاں متشابہات سے بالکل پاک ہوتی ہیں۔ منہ

*یعنے اے میرے خدا اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا۔ تو پھر زمین پر کوئی تیری پرستش نہیں کریگا۔

جو پوری نہ ہوسکیں۔ ہر کہ عارف تر است ترساں تر"

ان تمام بیانات سے واضح ہوگیا۔ کہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔ اور وہ لوگ بڑے ہی ظالم طبع ہیں۔ جو اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اب کوئی حصہ اس کا باقی رہ گیا ہو۔ توبی توبی کا الہام تو ایسا پورا ہوا ہے۔ کہ مرزا احمد بیگ کی بیوی ہمارے اس سلسلہ کو نہایت عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتی اور اِن کی دو بیٹیاں اس سلسلہ میں خدا کے فضل سے داخل ہیں۔ اور لڑکا بھی حسن ظن رکھتا ہے۔ ایسا ہی مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین جو سب سے پہلے کسی نشان کے طالب تھے۔ گو وہ فوت ہوگئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے مرزا امام الدین کی حقیقی لڑکی کو جو خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے گھر میں ہے۔ اس سلسلہ حقہ کی شناخت عطا کی اور وہ توبہ کرکے مریدین میں داخل ہو چکی ہے۔ اس سے بڑھکر اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت کیا ہوگا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ !

چوتھی پیشگوئی

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی و جعفر زٹلی اور تبتی کے متعلق

اس پیشگوئی پر جو اعتراض چودھویں صدی کے یہودی امرتسری منکر نے کئے ہیں۔ وہ اور اُن کا جواب انشاء اللہ العزیز بعد میں لکھا جاویگا۔ پہلے ضرورت ہے کہ اصل اشتہار درج کر دیا جاوے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء درج کیا جاوے۔ سلسلہ مضمون کو قائم رکھنے کے واسطے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط اور اشتہار درج کیا جاوے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض خدام نے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو بطور دعوت حق لکھا اور شائع کیا۔ اس کا جو جواب تبتی اور جعفر زٹلی کی طرف سے بٹالوی نے شائع کرایا۔ وہ اس کے بعد ہم درج کرتے ہیں۔ تاکہ اُن لوگوں کی دیانت و تقوی کے ساتھ ان کی شرافت اور حقگوئی کا بھی پتہ لگ جاوے اور تیسرے نمبر پر اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس پر اب امرتسری منکر اعتراض کرتا ہے۔

میاں محمد حسین بٹالوی کے نام ایک خط

ذیل میں میں مولوی عبدالقادر صاحب لودھانوی کا ایک خط شائع کرتا ہوں۔ جو انہوں نے شیخ صاحب کو بہ سبیل ڈاک ارسال کیا ہے۔ اس خط کے پڑھنے سے پبلک کو معلوم ہو جاویگا کہ تصفیہ اور فیصلہ کی کیسی آسان صورت ہے۔ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر چھوڑا جاتا ہے۔ میں اس وقت تک کسی قسم کے ریمارک کا کرنا ملتوی کرتا ہوں۔ جب تک میاں محمد حسین جواب دیں۔ ایڈیٹر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مولوی محمد حسین صاحب!

۱۔ میرا یہ عریضہ (جو ایک دردمند دل اور نیک

جوش کا نتیجہ ہے) بظاہر آپ کے لئے ایک اجنبی ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں۔ کہ غالباً آپ کو بھی یاد ہوگا۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ زمان طالب علمی میں ہم مکتب ہونے کا فخر حاصل ہے اور زیادہ تر کچھ تو اُن حقوق کو زیر نظر رکھ کر اور کچھ اس لحاظ سے کہ آپ بعض مسلمانوں کے نزدیک ایک جید اور مقتدر عالم ہیں۔ اور اسلام اور اہل اسلام کی دینی اور دنیوی خیر خواہی کے خیال سے یا نام سے آپ نے بہت کچھ قدم مارا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس خط کے ذریعہ جناب کی خدمت میں اپنا درد دل بیان کروں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اسلام کو منجانب اللہ جلنے والا مومن اور خدائے اسلام کو مؤید اسلام اور ناصر المومنین ماننے والا سچا مسلم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو جہاں ایک طرف مقدم قرار دیتا ہے۔ وہاں دوسری طرف خلق اللہ کی سچی ہمدردی اور غمخواری اپنا شعار بنا لیتا ہے اور پھر دینی بھلائی کی خاطر تو اگر اُسے اپنی بے حقیقت اور آخر فنا ہونے والی جان بھی دینی پڑے تو پرواہ نہیں کرتا۔ غرض وہ سچی عزت۔ سچی دولت اور حقیقی زندگی احیاء اسلام ہی سمجھتا ہے۔ میرا آپ پر چونکہ بباعث اُن کارروائیوں کے جو آپ بذریعہ اشاعت السنہ کرنے کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ حسن ظن رہا ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری اس عرضداشت پر اگر آپ توجہ نہ کریں گے تو اور کس سے امید ہوگی؟

۲۔ یہ امر آپ سے مخفی نہیں رہا۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مسیح موعود و مہدی مسعود کا اعلان کر کے اکثر عالموں و معزز اشخاص کو اپنے ساتھ کر لیا ہے اور ان کے اس دعوے سے ہندوستان کی سرزمین میں خصوصاً ایک شور مچ گیا ہے۔ جس پر سب سے پہلے آپ نے بڑے زور شور سے اس کو فتنہ سمجھ کر باوجودیکہ پہلے آپ نے تائید بھی کی تھی اس کی علم مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔ جس سے میں نے سمجھ لیا کہ اگر یہ کام اخلاص اور نیک نیتی سے کیا گیا ہے تو واقعی ایک حد تک آپ کو اسلام کی غیرت ہے۔ دلوں کے حالات اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ آپ کے مخالف کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ ضد کرتے ہیں۔ اور آپ کے ہم خیال کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں۔ بہرحال اس امر کا اعتراف فریقین کو کرنا پڑیگا۔ کہ سب سے زیادہ حصہ علمائے ہند و پنجاب میں سے آپ نے ہی اس پہلو میں لیا ہے۔

مگر باایں ہمہ یہ شخص اپنے دعاوی کی اشاعت پر زور دے رہا ہے اور ہر طرح سے حجت پوری کرتا جاتا ہے۔ آپ کے رسائل اور مرزا صاحب کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دلائل اور براہین علمیہ اور عقلیہ سے اب کام چلتا دکھائی نہیں دیتا اور نہ اُس کا کچھ اثر عام لوگوں پر پڑ سکتا ہے۔ جو علمی مباحث اور منطقی دلائل کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ نوجوان آزادی پسند تو اپنی رائے سے فیصلہ کر کے مرزا کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں اور عوام میں سے بعض جو پیچے امام مسجد یا اپنے گاؤں کے کسی معزز کے زیر اثر ہیں۔ اس لئے اُن کو اس معاملہ میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اُن پر عام احسان کرنے کے لئے کوئی ایسی آسان اور عام فہم صورت ہونی چاہئے۔ جو حق اور باطل میں ایسا بین امتیاز پیدا کر دے کہ عام لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

مرزا صاحب گو مقابلہ کے لئے یہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ کہ عربی تصنیف میں مقابلہ کر لو۔ اگر علمی مقابلہ منظور ہو۔ اور جس انسان کو چاہو۔ اپنا مشیر اور معاون بنا لو۔ ایمانی طاقت کا مقابلہ کرتے ہو۔ تو آؤ اجابت دعاء میں مقابلہ کرو۔ معارف و اسرار قرآن کا دعوےٰ ہے۔ تو تفسیر لکھ لو۔ اگر یہ خیال ہو۔ کہ ہم مقرب الٰہی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ غیب کی باتیں ہمیں بتلاتا ہے۔ تو پیشگوئیاں کر لو۔ غرض ان نشانات اربعہ کے ذریعہ اُنہوں نے متعدد مرتبہ اور کثیر انعامات کے وعدہ پر اشتہار شائع کئے۔ مگر اتمام حجت کے سوا نتیجہ نہ نکلا۔ اور کوئی مرد میدان ایسا نظر نہ آیا۔ جو خلق اللہ پر رحم کر کے اُن کے ایسے دعاوی کی اصلیت کھول دیتا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ مگر میں جہاں تک غور کرتا ہوں۔ یہ امور کسی ایک یا دوسرے فریق کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ سب سے بہتر اور آسان طریق فیصلہ یہ معلوم دیتا ہے کہ آپ اہل اسلام کی طرف سے اور مرزا صاحب بذات خود اپنی دعاوی کے منجانب اللہ ہونے کے اطمینان پر بٹالہ ہی کے کسی میدان میں مباہلہ کر کے عام خلق اللہ پر احسان کریں اور ہدایت کی راہ کھول دیں۔ کیونکہ کاذب تو مغضوب الٰہی ہو کر سال کے اندر ہی فوق العادت عذاب میں مبتلا ہو کر دوسرے کی صداقت پر مہر کر دیگا۔ اور خود خلقت بول اُٹھیگی کہ سچا کون ہے اور کون مورد عذاب الٰہی ہوا ہے۔ چونکہ آپ اپنے دعاوی پر زور دیتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے بر سر ناحق ہونے کا عام اعلان بہ اطمینان

قلب کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے دعوٰی پر تکذیب و تکفیر پر اطمینان کلی ظاہر کرتے ہیں۔ اور حسب منشاء قرآن کریم کاذب اور کافر مومن کے مقابلہ میں کبھی تائید الٰہی نہیں پاتے۔ پس آپ کو کسی قسم کی شرط پیش کرنے کی بھی حاجت اور ضرورت نہ ہوگی۔ ایسا ہی آپ کہہ سکیں گے۔ کہ پھر مرزا کو بھی شرائط کی ضرورت نہیں۔ آپ کا ایسا ارشاد اگر ہو۔ تو بیجا نہیں۔ مگر دروغ گو را تا بہ خانہ اش بائید رسانید پر عمل کرنا اور حق کا یقین آپ پر زیادہ واجب ہے۔ ہاں مرزا صاحب بھی کسی قسم کی شرط پیش نہ کریں گے۔ البتہ یہ ہونا چاہئے۔ جو مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ مباہلہ کے بعد ایک سال کے اندر فریق کاذب پر فوق العادت عذاب نازل ہوگا۔ یہ مان لینا چاہئے اور یہ بحث چھیڑنی فضول ہے۔ کہ یہ میعاد مسنون ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں پھر ایک اور بحث پیش آجاتی ہے۔ خدا تعالےٰ سچے ہی کا حامی اور مددگار ہوگا۔ غرض یہ ہے کہ آپ بذات خاص بٹالہ ہی میں بیٹھ کر خود ہی بلا کسی قسم کی شرط کے مرزا صاحب سے مباہلہ کر لیں۔ اور آپ کے مباہلہ کا بوجہ آپ کی مسلم عزت کے ہزاروں پر اثر پڑیگا۔ **میں آپ کی غیرت** اسلام سے امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اس عریضہ پر پوری توجہ کر کے جسقدر جلدی ممکن ہو۔ اس عرضداشت کو منظور فرماوینگے اگر آپ اس عریضہ پر توجہ کرنا یا مباہلہ کرنا وغیرہ ایک تضیع اوقات سمجھیں۔ تو میں جو ایک غریب اور مفلس آدمی ہوں۔ آپ کو دو صد روپیہ نقد پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور یہ روپیہ آپ اپنے اطمینان کے موافق جہاں چاہیں جمع کرا لیں۔ یہ روپیہ اس صورت میں آپ کا حق ہوگا۔ اگر ایک سال کے اندر آپ کسی فوق العادت عذاب کے اندر مبتلا نہ ہوں۔ یا آپکا فریق مخالف یعنی مرزا صاحب کی ذات پر کسی قسم کا فوق العادت عذاب آجاوے یا آپ بھی اور مرزا صاحب دونوں ہی کسی قسم کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ پھر بھی آپ اس روپیہ کے مستحق ہونگے۔ اور یا اگر کسی پر عذاب نہ آوے پھر بھی وہ روپیہ آپ کا ہی حق ہوگا۔ میں یہ قلیل رقم اس لئے نہیں پیش کرتا۔ کہ میں آپ کو لالچ دے کر یہ کام کرانا چاہتا ہوں۔ مجھے تو امید کامل اور یقین واثق ہے۔ کہ آپ کا اسلامی جوش اور ہی خواہی خلق بلا کسی معاوضہ کے بھی بلکہ اپنے پاس سے بھی روپیہ خرچ کر کے اظہار حق کے لئے تحریک

دیگا۔ مگر تاہم میں اپنی استطاعت کے موافق سچے ہمدرد اسلام اور خدا تعالےٰ کے فیصلہ پر راست باز ثابت ہونے والے کو اشاعت حق کے لئے دینا چاہتا ہوں۔ بالآخر میں اس امر کو بھی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس مباہلہ کے فیصلہ پر اگر آپ کی خدا تعالیٰ نصرت فرماوے تو میں اور میرے ہمراہ ایک کثیر تعداد میرے احباب اور دوستوں کی آپ کے ساتھ ہو کر اعلائے کلمۃ الحق میں آپکے شریک ہوں گے۔ بلکہ حق جو۔ حق پرست ممکن نہیں۔ آپ کی طرف رجوع نہ کریں۔

میں اس امر کو بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ گو میری عقل اور تحقیقات نے مجھے مرزا صاحب کے دعاوی کی صداقت کا یقین دلا دیا ہے۔ تاہم میں عام خلق اللہ کے فائدہ کے لئے عموماً اور اپنے مزید اطمینان کے لئے خصوصاً چاہتا ہوں کہ اس صورت فیصلہ کے لئے پیش کیا جاوے اور مباہلہ کی صورت میں آسمانی فیصلہ کا انتظار کیا جاوے میں نے مرزا صاحب سے بھی درخواست کی ہے اور وہ منظور کرتے ہیں۔ میں اب اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے جواب بھیج کر مشکور فرماویں گے

اب میں مزید تاکید کے لئے آپ اور مرزا صاحب دونوں فریق کو مخاطب کر کے یہ دو عربی فقرہ بھی تیمناً و تبرکاً لکھ دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔ لعنۃ اللّٰہ علیٰ من اعرض عن ھٰذا و ابیٰ و رحمۃ اللّٰہ علیٰ من قبل و ابیٰ۔

اس خط کے بعد اشتہار انعامی ۸۲۵ روپیہ شائع کیا جو یہ ہے۔

ضمیمہ اخبار الحکم قادیان

مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

سچائی کا فیصلہ

مولوی محمد حسین بٹالوی کو دعوت اور آٹھ سو پچیس روپیہ انعام

ہم نے الحکم مورخہ ۲۰ و ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء میں مولوی عبدالقادر صاحب لودہانوی کا ایک خط شائع کیا تھا۔ جس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو دعوت کی گئی تھی۔ کہ اگر وہ حضرت

اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ادام اللہ فیوضہم کی تکفیر و تکذیب میں بیے ہیں۔ تو وہ جناب مرزا صاحب سے بٹالہ ہی کے میدان میں بلاکسی قسم کی شرط کے مباہلہ کرلیں اور ایک سال تک انتظار کریں۔ اگر اُن پر کوئی ایسا عذاب نازل ہؤا۔ جو الٰہی ہیبت اور خارق عادت رعب اپنے اندر رکھتا ہو۔ تو جناب مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائیگی اور عام لوگ فتنہ سے بچ جائیں گے۔ اور اگر محمد حسین صاحب عذاب سے بچ رہے اور برخلاف اس کے فریق مخالف پر عذاب آیا یا دونوں پر آیا یا کسی پر بھی نہ آیا۔ تو مولوی صاحب کے قلم سے اسلام کی فتح ہوگی۔ اور مرزا صاحب کو چھوڑ کر مولوی صاحب کے ساتھ ہو جائیں گے اور دو صد روپیہ نقد بطور خیرانہ مولوی صاحب کو دیں گے۔ مولوی محمد حسین نے آجتک کوئی جواب نہیں دیا۔ جناب مرزا صاحب کے مریدوں کی جماعت لاہور نے اُس پر دو صد روپیہ کی اور ایزادی کی۔ اور ان ہی شرائط پر دو صد روپیہ مولوی صاحب کی نذر کرنیکا اعلان دیا۔ آج پٹیالہ سے منشی کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کیپر بذریعہ خط کے اطلاع دیتے ہیں (یہ وہی منشی کرم الٰہی صاحب ہیں جنہوں نے مولوی محمد حسین کے فتوٰے کفر کی حقیقت کھولی تھی۔ جو الحکم مورخہ جولائی میں چھپ چکی ہے۔ جس میں مولوی عبد العزیز صاحب کا گرامی نامہ درج ہے۔ جن کی مہر محض بد دیانتی سے لگائی گئی ہے) کہ وہ بھی دو صد روپیہ میاں محمد حسین کو انہیں شرائط پر پیش کش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کو اگر خدا پر پورا بھروسہ اور توکل ہے اور والعاقبۃ للمتقین پر ایمان ہے تو مباہلہ کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں شملہ سے منشی خدا بخش صاحب کمپازیٹر نے اطلاع دی ہے۔ کہ وہاں کی جماعت متبعین حضرت مرزا صاحب بھی دو صد روپیہ انہی شرائط پر دینے کو تیار ہیں۔ اور الحکم کا ہمیرز ایڈیٹر بھی معصے نقد اس کل روپیہ پر اپنی طرف سے پیش کش کرتا ہے۔ مولوی صاحب! خدا کیواسطے اب لوگوں کو فتنہ میں نہ ڈالیں۔ فیصلہ خدا پر چھوڑا جاتا ہے۔ آؤ! اور فیصلہ کر لو!۔

کیا کوئی بھی اہل حق اور بنی نوع انسان کا بہی خواہ نہیں جو مولوی صاحب کو مباہلہ پر آمادہ کرے اور ایک سال کے اندر ہمیشہ کے فتنے کا فیصلہ کردے۔

ضروری یادداشت

اس سے پیشتر مولوی محمد حسین کو ان چار نشانوں میں مقابلہ کرنے کے لئے بلایا گیا۔ اب تک مقابلہ کر نہیں سکے۔

(۱) قبولیت دعا میں مقابلہ کریں۔ کیونکہ جو سچے اور مومن ہیں زیادہ دعائیں انہی کی ہی قبول ہونگی۔

(۲) قرآن کریم کی تفسیر لکھیں۔ جو مطہر القلب ہوگا۔ اُسی پر خدا کے معارف کھلیں گے لا یمسّہ الا المطہرون وارد ہے۔

(۳) پیشگوئیاں کریں۔ کیونکہ مومنوں ہی کے لئے بشارتیں ہیں لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا خدا کا وعدہ ہے۔

(۴) عربی دانی میں مقابلہ کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو کسی میدان میں ذلیل نہیں کرتا۔ عربی نظم لکھیں۔ نثر لکھیں۔

اور جب ان نشانوں میں مقابلہ نہیں کیا تو اب آخری حجت مباہلہ ہے جو بلا شرط کرنے کو مرزا صاحب طیار ہیں۔

نوٹ۔ یہ کل روپیہ مولوی صاحب کی منظوری پر اُن کے اطمینان کے موافق جمع کر دیا جاوے گا۔

یہ کل کارروائی الحکم مورخہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں مفصل چھاپی جاویگی۔

احقر العباد یعقوب علی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان۔ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ان کے جواب میں جعفر زٹلی اور تیتنی سے محمد حسین نے گالیوں سے بھرا ہوا ذیل کا اشتہار دلایا۔ اس اشتہار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ اشتہار جس میں تیرہ مہینے کے اندر فریق ثانی پر ذلت و رسوائی کی پیشگوئی ہے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں

اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعت السنہ دیکھے ہوں گے۔ وہ اگر چاہیں تو محض للّٰہ گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک وہ زمانہ تھا۔ جبان کا پرچہ اشاعت السنہ کفّ لسان اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے طریق کا مؤید تھا اور کفر کے ننانوے وجوہ کو ایک ایمان کی وجہ پائے جانے سے کالعدم قرار دیتا تھا۔ اور آج وہی پرچہ ہے جو ایسے شخص کو کافر اور دجال قرار دے رہا ہے جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتا اور تمام ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور ان کلمات کو سُن کر شیخ صاحب اور اُن کے دوستوں نے ہمارے سینوں کو چاک کر کے دیکھ لیا ہے۔ کہ ہمارے اندر کفر بھرا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے بندے کی تائید میں اپنے نشان بھی دکھلائے۔ مگر وہ نشان بھی حقارت اور بے عزتی کی نظر سے دیکھے گئے اور کچھ بھی اُن نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اُس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی۔ کہ مسلمانوں میں آپکے فتویٰ کفر کی وجہ سے روز بروز تفرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اب اس بات سے نومیدی کلی ہے۔ کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کو مان سکتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں۔ کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے۔ جس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لئے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور شرط الہام کی بنا پر ہے لیکن تاہم آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مباہلہ کا اثر تین دن یا ایک دم ہی رہنے دیں۔

کیونکہ مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بددعا کا نام ہے۔ آپ اپنی بددعا کے اثر کی مدت قرار دینے میں اختیار رکھتے ہیں۔ ہماری بددعا کے اثر کا وقت ٹھہرانا آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم وقت ٹھہراویں۔ اس لئے آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ اشاعت السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ شخص ملہم کو جہاں تک شریعت کی سخت مخالفت پیدا نہ ہو اپنے الہام کی متابعت ضروری ہے۔ لہٰذا ایک سال کی شرط جو الہام کی بنا پر ہے اس وجہ سے ردّ نہیں کی جا سکتی۔ کہ حدیث میں ایک سال کی شرط بصراحت موجود نہیں کیونکہ اول تو حدیث مباہلہ میں ایک سال کا لفظ موجود ہے اور اُس سے انکار دیانت کے برخلاف ہے پھر اگر فرض کے طور پر حدیث میں سال کا لفظ موجود بھی نہ ہوتا۔ تو چونکہ حدیث میں ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو سال کی شرط کو حرام اور ممنوع ٹھہراتا ہو۔ اس لئے آپ ہی حرام اور ناجائز قرار دیدینا امانت سے بعید ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی عادت فوری عذاب تھا۔ تو قرآن شریف میں یا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی تصریح ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن تصریح تو کیا بلکہ اس کے برخلاف عملدرآمد پایا گیا ہے۔ دیکھو مکہ والوں کے عذاب کے لئے ایک برس کا وعدہ دیا گیا تھا اور یونسؑ کی قوم کے عذاب کے لئے چالیس دن مقرر ہوئے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بعض عذابوں کی پیشگوئی صدہا برس کے وعدوں پر کی گئی ہے۔ پھر خواہ نخواہ کچے اور بیہودہ بہانہ کر کے اور سراسر بددیانتی کو شیوہ ٹھہرا کر طریق فیصلہ سے گریز اُن علماء کا کام نہیں ہو سکتا۔ جو دیانت اور امانت اور پرہیزگاری کا دم مارتے ہوں۔ اگر ایک شخص درحقیقت مفتری اور جھوٹا ہے۔ تو خواہ مباہلہ ایک سال کی شرط پر ہو۔ خواہ دس سال کی شرط پر افترا کرنے والا کبھی فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو ۔۔ نیک نیتی سے کی گئی تھی۔ شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں۔ زیادہ نہیں عجیب بات ہے کہ ایک طرف مباہلہ سے انکار اور پھر گالیاں دینے میں اصرار ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں سال کا لفظ تو ہے۔ مگر تین دن کا نام و نشان نہیں۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی کہیں تحدید نہیں۔ ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں تاہم ایک شخص جو الہام کا

دعوی کرکے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء اُمت کا حق ہے کہ اُس پر حجت پوری کرنے کیلئے ایک سال ہی منظور کرلیں۔ اس میں تو حمایت شریعت ہے۔ تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ "خدا لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے نبی اور میرے پر ایمان لانے والے غالب رہینگے"۔

سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا۔ اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا۔ یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پُر اشتہار لکھکر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذو الجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی **ذلیل** اور **جھوٹا** اور **مفتری** ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰۔ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے۔ میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولیٰ اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں۔ تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولیٰ۔ میرے منعم۔ میری اُن نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے۔ شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے۔ **ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر**۔ غرض یہ لوگ اگر تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں۔ تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے۔ تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں

کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیھم الذلة کا مصداق کر۔ آمین۔ ثم آمین۔

یہ دعا تھی۔ جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ **میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا۔ اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا**۔* اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

ان الذین یصدون عن سبیل اللہ سینا لھم غضب من ربھم۔ ضرب اللہ اشد من ضرب الناس۔ انما امرنا اذا اردنا شیئا ان نقول لہ کن فیکون۔ أتعجب لامری۔ انی مع العشاق۔ انی انا الرحمن ذو المجد والعلی۔ ویعض الظالم علی یدیہ۔ ویطرح بین یدی۔ جزاء سیئة بمثلھا۔ وترھقھم ذلة ما لھم من اللہ من عاصم۔ فاصبر حتی یاتی اللہ بامرہ۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنے یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابو الحسن تبتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے۔ وہ ذلیل ہوگا یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے۔ اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ اُن پر کھولے گا۔ ☩

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں۔ جو جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے

* ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا۔ وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہونگے اور افسوس کریگا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ منہ

☩ اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں۔ تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔ جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کریگا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آگیا۔ خدا تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔ آمین!

نقل مطابق اصل

"سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب"

"دجّال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب"

دجّال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے دبایا۔* اور اس سے عہد لے لیا۔ کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں بتفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعے لوگوں کی دل آزاری سے زبان کو بند کرنا پڑا۔ اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضرور ہوا اور پھر الہامی دل آزاری کے سہارے کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دوکانداری میں نقص واقع ہوا تو یہ کام اس نے اپنے نائبین (۔۔۔۔۔) کے ذریعہ شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دل آزاری میں معروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۰ وغیرہ میں ہوا ہے ازانجملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔ اور اس کے چند نائبین ۔۔۔۔۔۔ لاہور و لدھیانہ و پٹیالہ و شملہ نے مولانا مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کئے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرائت و حیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ و ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۲۶ و ۲۸۰ و ۱۴۳ اور نمبر ۱ کے صفحہ ۴۹ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز و انکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے

* اس کے جواب میں بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا کہیں۔ کپتان ڈگلس صاحب نے شیخ محمد حسین کو دبایا تھا اور کرسی کی درخواست پر جھڑکیاں دی تھیں۔ مگر مجھے کرسی دی اور عزت کی۔ من المشتہر

پھر یہ لوگ کس موتھہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں۔ اور شرم و حیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اس وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف گزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب نہیں بنانا چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد دجال اکبر اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لئے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے۔ کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں۔ وہ اس کی رضامندی اور ترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اٹھا کر یہ چاہتے ہیں۔ کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں× (جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ و قسم کے لئے اس نے تسلیم کئے تھے) اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہو گا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل و حوالہ حدیث و تفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۰۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۹۶ میں یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت※ ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی و فریب بازی کی بڑی گنجائش ہے۔ اور در صورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے خود تجویز کی تھی کہ اس کا مونہہ کالا✤ کیا جاوے۔ اس کو ذلیل کیا جاوے (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا اخیر)۔ پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔ لیکن اس✻ سیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے۔ اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے ۔۔۔ حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو انہیں چاروں مواضع کے ۔۔۔۔۔۔۔ آپ کی

※ اس کے جواب میں بجز اس کے ہم کیا کہیں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ من المشتہر ۱۲

✤ تعجب کہ یہ لوگ کس قدر چالاکی سے کام لیتے ہیں۔ اگر مباہلہ کا اثر فوراً ضروری ہے۔ تو کیوں اپنی بددعا کی نسبت یہ دعوٰی نہیں کرتے۔ کہ فی الفور ہماری بددعا کا اثر ہو جائیگا۔ من المشتہر

✻ اصل عبارت پرچہ مذکور یہ ہے "میں اس وقت اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو

نظر کریں۔ اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ یہ مصرعہ پڑھتے جاویں ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ اور یہ شعر صائب کا ؎

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را　　عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اور یہ رباعی

مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی　　باز میگوئی کہ و حالت نخوانند اے حمار

کفشہائے بہر خوسی از افترائے ناسزا　　روسیاہ گشتی میان مردم قرب و جوار

اور یہ بیت اردو

اڑاتا خاک سر پہ جھومتا مستانہ آتا ہے　　یہ کھاتا جوتیاں سر پہ میرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ۔ سنجولی۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

"ضروری نوٹ (یادداشتیں)"

(۱)۔۔۔۔۔ نابینن دجال اکبر قادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی مولوی صاحب موصوف کا ہم مکتب ہے۔ یہ محض دروغ ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندل (جبکہ ہم مولوی نور الحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھتا تھا اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی شکایت اس شعر میں ہے ؎

کس نیا موخت علم تیر از من　　کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

(۲) یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے۔ کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

بقیہ حاشیہ خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھکو پھانسی دیا جاوے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔"

✻ ذرہ صبر کرو خدا تعالیٰ جو دیکھ رہا ہے۔ یہ سب ذلت جھوٹے کی کریگا من المشتہر۔

ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو یکطرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ الحکم جس میں اس کا یہ خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لیکر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا۔ اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب وہوا سے بتقاضا وصول کیا اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب وہ چھاپتے ہیں۔ اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

(۳) عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نابینن دجال نے مولوی صاحب موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس میں بھی ان گمناموں نے دجال اکبر کی نسبت پھر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعدا سمجھکر ان دعاوی باطلہ و اغالیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لاکر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی۔ تو وہ اشاعت السنہ کے اُن مقامات کو پڑھکر ڈوب کر مر جاتے اور پھر عربی نویسی کا دعوی زبان پر نہ لاتے مگر یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں بیاید۔

(۴) کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اُن شیخ چلی کے شاگردوں نے دعوی کر کے اس میں مولوی صاحب سے مقابلہ چاہا ہے۔ اس کا جواب مولوی صاحب اشاعت السنہ نمبر ۱ جلد ۱۴ میں بابت ۱۸۹۱ء اور نمبر ۱ جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر اُن ہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

(۵) مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتی نے جو ۱۲۵ کا انعام کے بدلنے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اس پر حضور اس جانب کا ساتھ ہے ایک ۔۔ ابھی اس سے

اسقدر رعائت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) کا دیانی اسقدر جوتوں کے بذات شریف نفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص پٹیالہ والوں کو اور لودہیانہ والے شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لودہیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آئت لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔*

الراقم احقر العباد ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور۔ ۱۰۔ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری۔ منیجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہند پریس لاہور

اب ناظرین سوچیں اور غور کریں کہ کس طرح پر احقاق حق کے لئے مولوی محمد حسین صاحب کو بلایا اور اُس نے کیا جواب دیا۔ بالآخر اتمام حجت کے لئے وہی صورت ہو سکتی تھی جو حضرت مسیح موعودؑ نے اختیار فرمائی۔ ان اشتہارات اور خط و کتابت سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ ہمارے مخالف کس تہذیب اور شرافت سے کام لیتے ہیں

مگر امرتسری منکر کی شرارت ملاحظہ ہو۔ کہ وہ اس پیشگوئی کا نتیجہ کیا بتاتا ہے۔

قولہ یہ عبارت جس زور شور سے لکھی گئی ہے اس کا اندازہ کرلینے کے لئے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں عبارت مذکورہ اپنا مطلب صاف بیان کر رہی ہے ۔۔۔۔۔۔ کہ ان تیرہ مہینوں کے بعد مرزا جی سے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائیگا۔ ایسا کہ کسی دوست دشمن کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہیگی“۔

اقول۔ اے بالغ خرد ناظرین خدا کے لئے بتاؤ۔ کہ کیا یہ سنت اللہ ہے اور کیا کوئی ایسا زمانہ کسی نبی پر آیا کہ بلا استثنائے احدے دوست دشمن نے ان کی آیات کو تسلیم کر لیا ہو۔ اگر یہ بات ہوتی۔ تو کیا حضرت نوح نے کوئی نشان نہ دکھایا تھا۔ کیا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے صدور معجزات نہیں ہوا۔ پھر ان کھلی کھلی آیات اور نشانات کو دیکھ کر کتنے یہودیوں اور فرعونیوں نے تصدیق کی

* بدذاتوں کی بدذاتی اور بدکاری کو خدا تعالیٰ دیکھتا ہے سو جو شخص اس کی نظر میں بدکار اور کذاب ہے۔ وہ اس کو بے سزا نہیں چھوڑیگا۔ المشتہر

اگر یہ کلیہ امرتسری فاضل کا درست ہو۔ تو پھر اس کے اعتقاد میں یا تو انبیاء سابقین کے ہاتھ سے **کوئی کھلا کھلا نشان ظاہر نہیں ہوا**۔ اور یا امرتسری منکر کا یہ اصول غلط ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامورین ہمیشہ **آیات بینات** کے ساتھ آتے ہیں مگر فریسی طبع یہودی **فطرت** لوگ ان میں کوئی نہ کوئی **ابہام اور شک** نکال لیتے ہیں۔ جیسا کہ اس وقت کے فریسی سیرت ملانے کر رہے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں یہ ایسے اندھے اور بہرے ہو رہے ہیں کہ انہیں کچھ بھی تو سُجھائی نہیں دیتا۔ ایک آدمی **امرتسری منکر** کے ان الفاظ کو پڑھ کر سخت حیران ہو گا اور سمجھے گا کہ واقعی یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی کیونکہ یہ تو ایسا کُھلا کُھلا فیصلہ ہونا تھا کہ دوست دشمن **سب مان لیتے**۔ مگر ان اندھوں کو اتنی خبر نہیں۔ کہ اگر یہ اصول قائم کیا جاوے

تو پھر کسی نبی کی کوئی پیشگوئی اور اعجاز رہتا ہی نہیں

کیونکہ ہر دوست دشمن نے اس کو نہیں مانا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **نشانات صداقت** اور **خوارق** کو دیکھنے والوں نے بلا استثنائے احدے تسلیم کر لیا کیا مسیحؑ کے دشمنوں نے جو بڑے بڑے **جبہ اور عمامہ پوش** تھے۔ اُن کی آیات بینات کو دیکھ کر مان لیا ہے کیا موسیٰ علیہ السلام کے کُھلے کُھلے نشان فرعونیوں کے لئے موجب تسکین ہوئے ہا اگر نہیں تو پھر مسیح موعودؑ کی ایک **پیشگوئی** کے لئے کیوں یہ شرط اپنی طرف سے تجویز کی جاتی ہے۔ یہ **امرتسری منکر** کی صریح **بے ایمانی** ہے۔ اگر وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور خوارق کے سفن سے واقف ہوتا اور ان پر ایمان رکھتا۔ تو کبھی ایسی بات منہ سے نہ نکالتا۔ بہرحال اس پیشگوئی کا یہ مفہوم نہ کبھی تھا اور نہ کبھی کسی **نشان** سے یہ مقصد ہوتا ہے ہمیشہ **سلیم الفطرت** اور رشید لوگ ہی فائدہ اٹھایا کرتے ہیں اور ایسا ہی یہاں بھی ہوا۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے۔

قولہ۔ ”آج جنوری ۱۹۱۰ء (ستمبر ۱۹۰۴ء) کو گذرے ہوئے پانچ سال ہونے کو ہیں۔ مگر مولوی محمد حسین اور اُن کے ہر دو رفیق پیشگوئی زدہ برابر **زندہ سلامت بلا کلفت مرزا جی کے سامنے موجود ہیں**۔

اقول۔ مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی۔ یہاں تو امرتسری منکر نے اپنی تلبیس کا کامل نمونہ دکھایا ہے۔ غور کر کے کوئی ایک لفظ ہی دکھادو۔ جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہو۔ کہ محمد حسین اور اُس کے

رفیق تیرہ مہینے کے اندر مر جائیں گے ؟ جب تک یہ نہ دکھایا جاوے مولوی محمد حسین اور اس کے رفقا کی زندگی کو اس پیشگوئی کے ابطال کی دلیل قرار دینا نہ صرف **جہالت** ہے۔ بلکہ **شرارت** بھی ہے۔ اگر اس پیشگوئی پر جو دراصل پیشگوئی نہیں بلکہ ایک دعا ہے۔ ہاں ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ دعا قبول ہوگئی۔ اور پھر یہ **قبولیت دعا ایک نشان** ٹھیر گئی) غور کی جاوے تو مطلب صاف ہے کہ **موت** کبھی مراد ہی نہ تھی۔ بلکہ حضرت اقدسؑ نے فریق مخالف کے لئے جو دعا کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

"لیکن اگر اے میرے آقا۔ میرے مولیٰ۔ میرے منعم۔ میری ان نعمتوں کو دینے والے جو تُو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں۔ تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے۔ تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں (۱۳) میں جو ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جاویں گے۔ شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے۔ **ذلت کی مار سے دُنیا میں رسوا کر۔**"

اب یہ معاملہ بالکل صاف ہے۔ یہاں یہ لفظ ہیں۔ **ذلت کی مار سے دُنیا میں رُسوا کر۔** اب **دُنیا** کے لفظ پر غور کرو۔ کہ کیا یہاں **موت** مراد ہو سکتی ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر **افترا** ہے کہ آپ نے گویا محمد حسین اور اس کے رفقا کی **موت** کی **پیشگوئی** کی تھی۔ پس جب یہ ثابت ہوا۔ کہ پیشگوئی **موت** کی تھی ہی نہیں۔ تو ان کی زندگی کو اس کے **ابطال** کی دلیل قرار دینا **بیہودگی** ہی نہیں بلکہ **شیطانی فعل** ہے۔ جو دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اسی ایک بات سے **ثنائی اعتراضات** کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ کہاں تک **دیانت** اور **تقویٰ** سے کام لیا گیا ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ پیشگوئی سے **موت** مراد تھی ہی نہیں بلکہ **ذلت فی الدنیا** تھی وہ ہوئی یا نہیں۔ اس کے لئے واقعات کی شہادت موجود ہے اور شہادت بھی خود **امرتسری منکر** کی اور **اقبالی ڈگری** محمد حسین بٹالوی کی مگر اس سے پیشتر کہ اس شہادت اور **اقبالی ڈگری** کا ذکر کیا جاوے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس صورت سے پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس کو پیش کر دیا جاوے۔

یاد رہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے بڑی محنت اور کوشش سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے لئے فتویٰ کفر حاصل کر کے عام مسلمانوں میں **تذلیل** کرنی چاہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس پیشگوئی میں **جزا بالمثل** کا وعدہ دیا کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ مولوی محمد حسین

خود اس فتویٰ کے نیچے آگیا۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک استفتا لکھا گیا اور علماء کی خدمت میں پیش کر کے جواب چاہا گیا۔ چنانچہ وہ استفتا اور جواب حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعودؑ کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئیگا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کو چھوڑنے والا اور ملحد و دجال ہے۔ بیّنوا و توجروا۔ المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵ شعبان المبارک ۱۳۱۶ ہجری۔

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ و اید

الجواب

(۱) جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلمہ اہل سنت وجماعت سے خلاف کرے تو وہ صریح اور بیشک اس آیہ کریمہ کے وعید کا مستحق ہے قال عز من قائل۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابو داؤد۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار رواہ ترمذی۔ اور جمیع اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ مہدی علیہ السلام اخیر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور بنی فاطمہ سے ہوگا اور اس کے ہاتھ سے دین غالب ہوگا اور

ظاہری باطنی خلافت کریگا۔ ومن خالف عن ذالک فقد ضل واضل ومن یضلل اللہ فمالہ من سبیل

حررہ عبدالحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبداللہ غزنوی

(۳) ارباب مہدی معہود ونزول عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وخروج دجال اکبر احادیث متواترہ وارد اند وبرین است اجماع اہل سنت وجماعت منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہل سنت وجماعت مبتدع وضال ومضل است فقط عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے مبتدع اور دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ کما حررہ المجیب وانا عبداللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

(۴) جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے۔ میرا اس سے اتفاق ہے ایسے آدمی کے ملنے والوں سے پرہیز چاہیئے ونشست وبرخاست ترک کرنی چاہیئے۔ وانا ابو عبد احمد اللہ عدس امرتسری ✠ (مہر)

(۵) علماء عظام کا جواب صحیح ہے۔ بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہل سنت سے خارج ہے۔

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

(٦) امام مہدی علیہ وعلی آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہل سنت والجماعت سے انحراف کرتا ہے عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذہب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی رواہ الترمذی وابوداود وفی روایۃ لہ قال لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اہل بیتی یواطی اسمہ

✠ یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرتسر کی ہے جس کے ممبر تین سو کے قریب علماء ورئیس وغیرہ ہیں۔۔ منہ

اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا مشکوۃ شریف قال العلامۃ التفتازانی فی المقاصد قد وردت الاحادیث الصحیحۃ فی ظہور امام من ولد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یملأ الدنیا قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما " ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

(۷) یہ شخص مذکور سوال مفتری کذاب ضال ومضل وخارج اہل سنت سے ہے۔

الراقم سید محمد نذیر حسین بقلم خود

(۸) الجواب صحیح وصواب — صح الجواب — حمزہ النقوی الدہلوی عفرہ اللہ القوی — [مہر: محمد یعقوب] [مہر: سید محمد عبدالسلام] [مہر: سید محمد نذیر حسین] [مہر: ابوالحسن]

(۹) جو عقیدہ خلاف اہل سنت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کس طرح معتبر ہو سکتا ہے

فقیر حشمت العلی عفی اللہ عنہ (مہر)

[مہر] [مہر: محمد عبدالغفار ابو یار] [مہر: ابوالحسن محمد اسمعیل] [مہر: خلیل الرحمن ... عفر]

(۱۱) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبی صلعم کا منکر ہے فقط

العبد النحیف محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب [مہر: محمد وصیت علی]

(۱۲) اصاب من اجاب۔ محمد شاہ عفا عنہ [مہر: محمد شاہ]

(۱۳) جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے۔ اس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا آخیر زمانہ میں ثابت ہے۔ اور یہ شخص کذاب اور دجال ہے۔ فقط محمد یونس مدرس مدرسہ مولوی عبدالواحد صاحب [مہر: محمد یونس]

(۱۴) الجواب صحیح۔ فتح محمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی [مہر: فتح محمد]

(۱۵) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے عبدالغفور مدرس مدرسہ حسین بخش [مہر: عبدالغفور]

(۱۶) جو شخص مہدی علیہ السلام کے وجود بالوجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ ... الرائے یا وہ گو عبدالدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں۔ ایسا شخص منکر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا مقام نار ہے۔

محمد عبدالغنی

(۱۷) واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے ایسے شخص کا مکان بلاشک نار ہے۔ کیونکہ یہ فعل اہل بدعت کا ہے۔ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

(۱۸) جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے۔ وہ گمراہ ہے اور احادیث صحاح کا منکر ہے مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ عبداللہ خان بھیرا ئیوانی بقلم خود [مہر]

(۱۹) الجواب الصحیح واقعی حدیث نبوی صلعم کا منکر ہے اور ایسے عقیدہ کا شخص کذاب لوگوں میں سے ہے۔ مولوی محمد عبدالرزاق خلف حاجی خدا بخش المتخلص ناچیز ساکن قصبہ جھجر ضلع جالندھر شہر

(۲۰) الجواب۔ اقول باللہ التوفیق معلوم ہو کہ انکار ظہور مہدی سے جیسے احادیث میں ہے۔ اور سلفاً و خلفاً اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ صرف ضلالت اور گمراہی ہے اور یہ انکار کسی دجال کا کام ہے۔ فقط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

دستخط الراقم عبدالعزیز عفی عنہ لودیانوی

اس استفتاء کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار ذیل شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

[اس میں یہ بیان ہے کہ پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جزاء سیئۃ بمثلہا و ترھقھم ذلۃ آج پوری ہو گئی۔ اس پیشگوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلت فریق ظالم کو پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی۔ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ سو وہ ذلت فریق ظالم کو پہنچ گئی۔]

آج میں اس خدائے قدوس کے ہزار ہزار شکر کے بعد جو مظلوموں کی فریاد کو پہونچتا اور سچائی کی حمایت کرتا اور اپنے پاک کلمات کو پورے کرتا ہے عام مسلمانوں اور دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ جو میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کی مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور

اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی۔ ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱۔ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ عربی الہام تھا کہ جزاء سیئۃ بمثلہا و ترھقھم ذلۃ۔ یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہے اسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی۔ سو آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا۔ اور یہی فتویٰ کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دیدیا یعنے یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہل سنت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے اور اس فتویٰ کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ اُن کی طرح اُس مہدی موعود کا منتظر ہے۔ جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہو گا اور کافروں سے لڑیگا اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا۔ اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا۔ کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا۔ کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر میں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئیگا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا اور اُس کی تائید کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُترینگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔" یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا اور جبکہ اُس نے میرے کافر ٹھیرانے کے لئے ایک فتویٰ لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔" لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اُس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا ہے۔ کہ میں اُس

مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اُس کے آنے کی خبر ہے اور اُس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سُناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔

تب مَیں نے اُس کے بارے میں ایک استفتاء لکھا اور فتوٰی لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے اُستاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اُسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا اور اُسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا سو اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہیگا۔ اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا مَیں قائل ہوں۔ جو ناحق اس خونریزی میں شریک ہوگا اور مَیں نے دلائل قویہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن اور حدیث سے سراسر مخالف ہے۔ اب ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلت ہوگئی ہے اور مولویوں کی طرف سے وہ بُرے خطاب بھی اُس کو مل گئے ہیں۔ جو سراسر ظلم سے اُس نے مجھے دیئے تھے یعنی ہر ایک نے اُس کو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے*

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ عالیہ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے۔ سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سوچ سکتی ہے۔ کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے

* یہ شخص یعنی محمد حسین اپنے تئیں اہل حدیث علماء کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ ظاہر کرتا ہے اس صورت میں ضروری ہے کہ جو گروہ کا اعتقاد ہو۔ وہی سرگروہ کا ہو۔ چنانچہ وہ خود بھی رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ میں مہدی خونی کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ منہ

یہ جھوٹ بولا کہ مَیں یہ کارروائی کر رہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹا دوں اور مولویوں کو یہ لکھ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئیگا اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے اور کونسا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے۔

پھر دوسری خیانت جو اس کی ذلت کا موجب ہے۔ یہ ہے کہ اُس نے گورنمنٹ پر ظاہر کیا ہے کہ مَیں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور پھر اپنی اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۴ تتمہ ۲ میری مخالفت کے لئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں۔ ان سے استغناء موجب کفر ہے۔ اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا اور انگریزی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی اطاعت پولیٹیکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور مصلحت وقت کے لحاظ سے کرنی چاہئے مگر مذہبی نظر سے یعنے دلی اخلاص سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔“

اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں۔ ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض روکے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجا لانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے اس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی تھے جو ہمارے چھوڑانے کے لئے عقاب کی طرح دور سے آئے اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فائدہ ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا۔ بلاشبہ پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے۔ ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے۔ ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے۔ سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے۔ صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے۔ اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عملداری کا جھنڈا

ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے۔ ہزارہا دینی کتابیں شائع ہو گئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اُس کی تلاش کرنا عبث ہے اب کسقدر ناشکری بلکہ بدذاتی ہوگی۔ کہ ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کی رو سے ہمیں کرنا لازم ہے کیا یہ سچ ہے۔ کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں امن اور آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔ پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کسقدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے وہ لکھتا ہے کہ "ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹیکل نظر سے کرتے ہیں۔ ورنہ دینی حمایت اُن کی طرف سے کچھ بھی نہیں یہ سب سلطان کی طرف سے ہے"۔ یہ دونوں فقرے اُسکے ایسے بُرے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے مُنہ سے بھی نکلتے تو میں ضرور اپنے اوپر فتویٰ دیتا۔ کہ مَیں نے سرکار انگریزی کے بیشمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکر گذاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ ان لوگوں نے اسی بنا پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جبکہ مَیں نے سلطان روم کے مقابل پر گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی۔ جس کی نسبت **سید احمد خان صاحب** کے سی ایس آئی نے اپنے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ معہ تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذاب اور مفتری کا فتویٰ سُنا سو بلاشبہ وہ الہامی پیشگوئی اُس پر پوری ہو گئی۔ جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھے گا جو اس نے فریق مظلوم کی کی۔ اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتویٰ جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا استاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو غور سے پڑھکر خود گواہی دیں کہ خدا تعالیٰ نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مُنہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنی اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئة بمثلها۔ نقل فتویٰ شامل ہذا ہے۔

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۳ جنوری ۱۸۹۹ء

جب یہ اشتہار شائع کیا گیا۔ تو بعض مولویوں نے کہا کہ استفتا دیانت داری سے نہیں لیا گیا۔ اس پر پھر ایک اعلان دیا گیا۔ جو یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پنجاب اور ہندوستان کے اُن مولویوں کی ایمانداری کا نمونہ جنہوں نے میری نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی استاد شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے تقویٰ اور دیانت داری کی حقیقت اور ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنّہ کا گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو صریح جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دینا اور اس کی اور اس کے گروہ کی اس قابل شرم کارروائی سے اس میری پیشگوئی کا پورا ہونا جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی۔

یعنی یہ پیشگوئی کہ جزاء سیئة بمثلها وترهقهم ذلة ما لهم من الله من عاصم یعنی فریق ظالم کو اسی قسم کی ذلت پہنچیگی۔ جو اُس نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔

مبادا دِل آں فرومایہ شاد ۔۔۔ کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

اس بات سے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو جس نے مہدی خونی کے آنے کی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا۔ بوجہ اس کے اس عقیدہ کے اس کو کذاب اور مفتری اور دجّال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا۔ اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیشگوئی پوری کی۔ جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی اور نیز اُن احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا۔ جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں۔ اور اپنے طریق عمل سے اُن کی صحت پر گواہی دیدی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا۔ کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمانداری پر مبنی

نہیں۔ بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی اغراض اور تعصبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہی کارروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتاء مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں۔ جو اُس مہدی کے آنے کا منکر ہو۔ جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا۔ اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کریگا۔ تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے۔ محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی۔ کہ آؤ اب بھی اس فتوے کی رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں۔ تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے اور اگر اُن کو پہلے سے خبر ہوتی۔ کہ یہ استفتاء شیخ محمدؐ حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتویٰ نہ دیتے اب اس حقیقت کو سُن کر کہ وہ شخص جس کی نسبت فتویٰ طلب کیا گیا تھا ان کا دلی دوست محمد حسین ہے۔ جس قدر ان کو ندامت ہوگی۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہی علماء دین اور حامیان شرع متین ہیں۔ جن کی دیانت پر لوگ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔ اور جن کی نسبت عوام خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ دین کے پیشوا اور دیندار بلکہ شیخ الکل ہیں۔ اب خدائے غیور کی غیرت نے ان سب کے پردے پھاڑ دیئے۔ خدا کے الہام میں ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ کہ **شاھت الوجوہ** سو پورا ہوگیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ محمدؐ حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آگئی ہیں۔ جن میں وہ گورنمنٹ کے سامنے زمین لینے کی طمع سے یہ بیان کرتا ہے۔ کہ جس مہدی قریشی کی لوگوں کو انتظار ہے۔ جو اُن کے زعم میں خلیفہ ظاہر و باطن ہوگا۔ اس مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں۔ وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں۔ یعنے میں اُن کو نہیں مانتا۔ **دیکھو محمدؐ حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔** جس کو ابھی محمدؐ حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ جتلانا چاہا ہے۔ کہ میں اس مہدی کے

آنے سے منکر ہوں۔ سو محمدؐ حسین کا یہ وہ عقیدہ ہے۔ جس کے لئے ان مولویوں سے فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور اُنھوں نے اس عقیدہ والے کو کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کیا۔ محمدؐ حسین نے نہایت پوشیدہ طور پر یہ اپنا عقیدہ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا۔ مگر خدا نے اس کا پردہ پھاڑا۔ یہ شخص یعنے محمدؐ حسین دوسرے مولویوں کو یہی کہتا رہا ہے۔ کہ میں تمہارا ہم عقیدہ ہوں۔ اور گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرتا رہا۔ کہ میں ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔ اور ظاہر ہے کہ دو مختلف اور متناقض عقیدے ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ لہذا یقیناً یہی سچ ہے۔ کہ جو عقیدہ اس نے اب انگریزی رسالہ میں گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ یہی اس کا عقیدہ ہے۔ سو اس کے رو سے کفر کا فتویٰ اس پر لگ گیا۔ کیونکہ جبکہ محمدؐ حسین کے نزدیک وہ تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے متعلق ہیں۔ موضوع اور غلط اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ وہ بطور احسان نمائی کے گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر کرتا ہے تو بلا شبہ اس منافق کا یہی مذہب ہے کہ ایسا مہدی ہرگز نہیں آئیگا۔ تو اس صورت میں ان مولویوں کا یہ فتویٰ اس پر بلاشُبہ وارد ہوگیا۔ کہ وہ کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن ایک قلمی تحریر جو **مولوی احمدؐ اللہ** امرتسری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس **فہرست انگریزی سے پہلے مولوی** محمدؐ حسین نے مولوی احمدؐ اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا۔ جس سے یہی معنی نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے ❖ یہ تحریر جو مولوی احمد اللہ صاحب سے ملی ہے۔ ثابت کرتی ہے کہ یہ شخص بہت ہی

❖۔ اس جگہ ہم رقعہ دستخطی مولوی احمدؐ اللہ صاحب امرتسری کو اطلاع ناظرین کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں جس میں مولوی احمدؐ اللہ صاحب نے محمدؐ حسین کے اعتقاد مہدی کی نسبت بدظن ہو کر اُس سے دریافت کیا تھا۔ وہ رقعہ یہ ہے "۹ ذیقعد ۱۳۱۲ھ کو مطابق ۵ مئی میرے سامنے مولوی محمد حسین صاحب نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں) مانتا ہوں۔ جو وہ سوا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے" منہ

نہیں۔بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی اغراض اور تعصبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں۔چنانچہ ان لوگوں کی یہی کارروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتاء مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ان سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں۔جو اُس مہدی کے آنے کا منکر ہو۔جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا۔اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کریگا۔تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کرکے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے۔محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی۔کہ آؤ اب بھی اس فتوے کی رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں۔تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے اور اگر اُن کو پہلے سے خبر ہوتی۔کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتویٰ نہ دیتے اب اس حقیقت کو سُن کر کہ وہ شخص جس کی نسبت فتویٰ طلب کیا گیا تھا ان کا دلی دوست محمد حسین ہے۔جس قدر ان کو ندامت ہوگی۔اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔یہی علماء دین اور حامیان شرع متین ہیں۔جن کی دیانت پر لوگ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔اور جن کی نسبت عوام خیال کرتے ہیں۔کہ وہ دین کے پیشوا اور دیندار بلکہ شیخ الکل ہیں۔اب خدائے غیور کی غیرت نے ان سب کے پردے پھاڑ دیئے۔خدا کے الہام میں ایک فقرہ یہ بھی تھا۔کہ شاھت الوجوہ سو پورا ہوگیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آگئی ہیں۔جن میں وہ گورنمنٹ کے سامنے زمین لینے کی طمع سے یہ بیان کرتا ہے۔کہ جس مہدی قریشی کی لوگوں کو انتظار ہے۔جو اُن کے زعم میں خلیفہ ظاہر و باطن ہوگا۔اس مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں۔وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں۔یعنے میں اُن کو نہیں مانتا۔**دیکھو محمد حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۴ء**۔جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے۔اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ جتلانا چاہا ہے۔کہ میں اس مہدی کے

آنے سے منکر ہوں۔سو محمد حسین کا یہ وہ عقیدہ ہے۔جس کے لئے ان مولویوں سے فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور اُنھوں نے اس عقیدہ والے کو کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری قرار دیا۔اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کیا۔محمد حسین نے نہایت پوشیدہ طور پر یہ اپنا عقیدہ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا۔مگر خدا نے اس کا پردہ پھاڑا۔یہ شخص یعنے محمد حسین دوسرے مولویوں کو یہی کہتا رہا ہے۔کہ میں تمہارا ہی ہم عقیدہ ہوں۔اور گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرتا رہا۔کہ میں ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔اور ظاہر ہے کہ دو مختلف اور متناقض عقیدے ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔لہذا یقیناً یہی سچ ہے۔کہ جو عقیدہ اس نے اب انگریزی رسالہ میں گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کیا ہے۔یہی اس کا عقیدہ ہے۔سو اس کے رو سے کفر کا فتویٰ اس پر لگ گیا۔کیونکہ جبکہ محمد حسین کے نزدیک وہ تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے متعلق ہیں۔موضوع اور غلط اور جھوٹی ہیں۔جیسا کہ وہ بطور احسان نمائی کے گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر کرتا ہے تو بلاشبہ اس منافق کا یہی مذہب ہے کہ ایسا مہدی ہرگز نہیں آئیگا۔تو اس صورت میں ان مولویوں کا یہ فتویٰ اس پر بلاشُبہ وارد ہوگیا۔کہ وہ کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔لیکن ایک قلمی تحریر جو **مولوی احمد اللہ** امرتسری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فہرست انگریزی سے پہلے مولوی محمد حسین نے مولوی احمد اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا۔جس سے یہی معنی نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے ✤ یہ تحریر جو مولوی احمد اللہ صاحب سے ملی ہے۔ثابت کرتی ہے کہ یہ شخص بہت ہی

✤۔اس جگہ ہم رقعہ دستخطی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو اطلاع ناظرین کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں جس میں مولوی احمد اللہ صاحب نے محمد حسین کے اعتقاد مہدی کی نسبت بدظن ہو کر اُس سے دریافت کیا تھا۔وہ رقعہ یہ ہے " ۹ ذیقعد ۱۳۱۲ھ کے مطابق ۱۸ مئی میرے سامنے مولوی محمد حسین صاحب نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں) مانتا ہوں جو وہ سوا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے " منہ

فریبی اور دھوکہ دہ آدمی ہے۔ کیونکہ اس رجوع کے بعد پھر اس نے وہی انکار مہدی گورنمنٹ پر ظاہر کیا اور ثابت ہوا کہ یہ تمام تحریریں گورنمنٹ انگریزی کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے شائع کی ہیں۔ اس خیال سے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو خطرناک سمجھتی ہے۔ جو ایسے مہدی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس بلاشبہ اس نے یہ سخت فریب کی کارروائی کی ہے اور یہ ان شریف اور نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے جن کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشُبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی۔ اور جسقدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ اُن میں سے کوئی حدیث بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمانداری اور راست گوئی سے خالی ہیں۔ ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذّاب اور مفتری ہونے کا فتوٰی دیں جیساکہ نذیر حسین اور عبدالجبار اور رشید احمدؐ اور عبدالحق وغیرہ نے فتوی دیا تو یہ فتوٰی محض بد دیانتی کی راہ سے ہے۔ لیکن محمد حسین نے جس پیمانہ سے ہمیں ناپ کر دیا تھا۔ خدا نے وہی پیمانہ اس کی ذلت کے لئے اس کے آگے رکھا۔ تا الہام جزاء سیئۃ بمثلھا کامل طور پر پورا ہو جائے۔ غرض محمد حسین کو صرف یہی سزا نہیں ملی۔ کہ اس کے دوستوں نے ہی اس کا نام کافر اور دجال رکھا۔ بلکہ جس تعدی اور زیادتی کے ساتھ میری نسبت اُس نے فتوے دلائے تھے اسی طرح فتوٰی دینے والوں نے اس کے ساتھ بھی اپنے فتووں میں تعدی اور زیادتی کی تا دونوں پہلو سے مثل کی شرط پوری ہو جائے۔ جو الہام جزاء سیئۃ بمثلھا میں پائی جاتی تھی۔

اب ان مولویوں کے لئے جنھوں نے یہ فتوٰی دیا۔ کہ مہدی معہود کا انکار کرنے والا کافر اور دجال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایک جلسہ کر کے اس جلسہ میں محمد حسین کو طلب کریں۔ پھر اگر وہ صاف طور پر اقرار کرے۔ کہ وہ بھی اس خونی مہدی کے آنے کا منتظر ہے۔ جو اسلام کو تلوار کے

ذریعہ سے پھیلائے گا۔ تو اس کی دستخطی تحریر لیکر چھپوادیں۔ اور یاد رکھیں کہ وہ ہرگز ایسی تحریر نہیں دیگا۔ اگرچہ یہ لوگ اس کو ذبح کر دیں۔ کیونکہ یہ اس کی دنیوی مقاصد کے برخلاف ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو پھر گورنمنٹ کو کیا مُنہ دکھلاوے۔ ابھی تو وہ لکھ چُکا ہے کہ وہ تمام احادیثیں جھوٹی ہیں۔ تو پھر اب اُن کو صحیح کیونکر بناوے۔ لہذا ممکن نہیں کہ وہ ایسا کرے۔ پس اگر یہ علما جو اس کو کافر اور دجّال اور مفتری اور جہنمی ٹھہرا چکے ہیں۔ بغیر ایسی تحریر شائع کرانے کے اس سے اختلاط رکھیں۔ اور حسب منشار اپنے فتووں کے اس کو کافر اور دجال اور کذاب اور مفتری نہ سمجھیں۔ اور اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں۔ تو پھر یہ خود دجال اور مفتری ہیں۔ لیکن ہم نہائت نیک نیتی سے گورنمنٹ عالیہ کو اس بات کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ کہ وہ محمد حسین کے چال چلن سے خبردار رہے اور اس وقت تک اس کی حالت کو قابل اعتماد نہ سمجھے۔ جبتک وہ ان مولویوں سے جو ایسے خطرناک مہدی کے منتظر ہیں۔ بکلی علیحدگی اختیار نہ کرے۔ گورنمنٹ عالیہ سمجھ سکتی ہے کہ کیسا ان لوگوں کا خطرناک عقیدہ ہے کہ ایسے خونی مہدی کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں اور کذاب اور دجال اور مفتری نام رکھتے ہیں۔ اور میں گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد حسین مذکور کا یہ کہنا کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا قائل نہیں اور میں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا۔ بالکل منافقانہ پیرایہ میں ہے۔ اور وہ انکار مہدی میں سراسر منافقانہ طریق اختیار کرتا اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ دیکھ لیگی کہ یہ فتوٰی جو **منکر مہدی** کی نسبت مولویوں نے لکھا ہے یہ محمد حسین کی نسبت ہرگز جاری نہیں کیا جاویگا۔ کیونکہ وہ در پردہ فی الفور ان کو کہدیگا۔ کہ میں اس خونی مہدی کے آنے کا قائل ہوں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس قدر اختلاف کے ساتھ کہ وہ مہدی آنے سے انکاری ہو۔ اور وہ لوگ اس کو کافر اور دجال کہیں۔ اور مفتری اور کذاب اور جہنمی اس کا نام رکھیں اور پھر اُن کا باہمی .. ... میل ملاقات جاری رہے بجز اس صورت کے کہ در پردہ ایک ہی اعتقاد پر متفق ہوں۔ وہ تو فتوٰی میں یہ بھی

لکھ چکے ہیں۔ کہ ایسے آدمی کے ساتھ کہ اُس خونی مہدی کے آنے کا منتظر نہیں میل ملاقات ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ غرض اگر اس کے بعد مولوی محمد حسین کے تعلقات ان مولویوں کے ساتھ قائم نہ رہے اور میل ملاقات سب ترک ہو گیا اور ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔ تب تو اس بات کو مان لیا جائیگا کہ محمد حسین کا گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یہ ظاہر کرنا کہ میں اس مہدی کا آنا نہیں مانتا۔ جو بزعم اہل حدیث خلیفہ اور بادشاہ ہو کر آئیگا اور سخت لڑائیاں کریگا درست اور صحیح ہے لیکن اگر محمد حسین مذکور کا میل ملاقات ان فتویٰ دینے والوں سے موقوف نہ ہوا۔ اور بدستور باہم شیر و شکر رہے۔ تو پھر گورنمنٹ عالیہ کو قطعی اور یقینی طور پر سمجھنا چاہئے۔ کہ ان کے باہمی تعلقات قائم ہیں۔ اور یہ سب اس خونی مہدی کے منتظر ہیں۔

اور عام مسلمانوں کو چاہئیے کہ خدا تعالےٰ سے خوف کر کے ان مولویوں کے ایسے چال چلن پر غور کریں۔ کہ یہ ان کے کشتی بان کہلاتے ہیں اور سوچیں۔ کہ کیا ایسے لوگوں کی پیروی کر کے کسی نیکی کی امید ہو سکتی ہے۔ اب ذرا فتویٰ ہاتھ میں لیکر نذیر حسین کو پوچھیں کہ کیا ہم محمد حسین کو کذاب دجال مفتری کہیں؟ پھر عبد الجبار غزنوی کے پاس جائیں۔ اور اس سے دریافت کریں کہ کیا آپ کے فتویٰ کے مطابق محمد حسین کو ہم کافر قرار دیں؟ اور پھر عبد الحق غزنوی کو بھی اسی جگہ بل لیں۔ اور اس سے پوچھیں کہ کیا تمہارے فتویٰ کے رو سے ہم محمد حسین کو جہنمی اور ناری کہا کریں اور پھر ذرہ تکلیف اُٹھا کر اسی جگہ امرتسر میں مولوی احمد اللہ صاحب کے پاس جائیں۔ اور اُن سے دریافت کریں کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کا فتویٰ عبد الحق کے فتویٰ کے مطابق ہے؟ کیا ہم آئندہ محمد حسین کو جہنمی کہا کریں اور کیا ہم آئندہ اس کی ملاقات چھوڑ دیں؟ اے مسلمانو! یقیناً سمجھو کہ یہی مولوی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ تم ان کو اسی نمونہ سے شناخت کر لوگے۔ کہ بعد اس کے جو اُنہوں نے شیخ محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو کافر اور دجال اور مفتری اور جہنمی قرار دیا۔ پھر کیا حقیقت میں اُس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یا وہ

حرف دکھانے کے دانت تھے

اب میں وہ استفتار جس پر ایسے شخص کے کافر اور دجال ہونے کی نسبت مولویوں نے فتوے لکھے ہیں۔ گورنمنٹ عالیہ کے گوشگذار کرنے کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں۔ تا گورنمنٹ کو یاد رہے کہ یہ لوگ ان خیالات کے آدمی ہیں فقط

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۷ جنوری ۱۸۹۹ء

پھر ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء کو ایک اور اعلان دیا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار ضروری متعلق فتویٰ کفر شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ مولوی عبد الحق غزنوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی سید نذیر حسین دہلوی وغیرہ نے ایک استفتار اپنے دستخط اور مہروں سے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص مہدی معہود سے منکر ہو کہ جو قریش میں سے ظاہر ہو گا اور ظاہری اور باطنی خلافت سے سرفراز ہو گا۔ وہ جہنمی اور کافر اور کذاب اور مفتری اور اہل سنت سے خارج اور ضال اور مضل ہے اور یہ فتویٰ مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت تھا کیونکہ اس نے حال میں انگریزی میں ایک رسالہ حکام کے دکھلانے کے لئے شائع کیا ہے اور بمقام لاہور وکٹوریہ پریس میں وہ رسالہ چھپا ہے اور ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پوشیدہ طور پر شائع ہوا ہے اس رسالہ میں محمد حسین صاف طور پر لکھتا ہے کہ "مہدی معہود کے آنے کی حدیثیں سب کی سب نادرست اور موضوع اور غلط ہیں۔ اور اس طرح پر گورنمنٹ کو یہ جتلایا ہے کہ میں مہدی موعود کا منکر ہوں۔

اب مولوی عبد الحق غزنوی نے ایک اشتہار نکال کر اپنی قدیم گندی عادت کے موافق حضرت مرزا صاحب کو بہت گالیاں دی ہیں۔ کہ استفتار میں محمد حسین کا نام

ہم پر ظاہر نہیں کیا۔ اور اس سے مطلب اُن کا یہ ہے کہ اگر معلوم ہوتا کہ محمد حسین کے لئے یہ فتویٰ طلب کیا گیا ہے۔ تو اس کو دجال کذاب نہ کہتے۔ اس اشتہار سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہی کہ محمد حسین منافقانہ طور پر اُن کو یہی کہتا رہا ہے کہ میں تمہارا ہم عقیدہ ہوں اور محض گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے نفسانی اغراض کی وجہ سے حکام پر انکار مہدی ظاہر کرتا رہا۔ ورنہ کیا وجہ کہ محمد حسین کی نسبت مولوی عبدالحق نے کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا کہ وہ محمد حسین سے بھی اس عقیدہ کی وجہ سے خوش نہیں ہے بلکہ برعکس اس کے اپنے اشتہار میں سوال کرنے والے کو دجال اور بے ایمان قرار دیتا ہے حالانکہ سائل نے صورت سوال کے بیان کرنے میں کوئی خیانت نہیں کی۔ اگر محمد حسین کے اس عقیدہ میں شک ہو۔ تو اس کے انگریزی رسالے کو جو وکٹوریا پریس میں چھپا ہے کسی سے لیکر یا لاہور جاکر دیکھ لینا چاہیئے۔ عبدالحق کا یہ اشتہار اس بات پر کافی دلیل ہے کہ وہ تقویٰ اور حق پسندی سے کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ سائل کو اُس نے دجال اور بے ایمان قرار دیا۔ مگر منصف سوچ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے فتووں کا یہ حال ہے۔ کہ اگر دشمن ہو۔ تو فی الفور اُس پر کفر کا فتویٰ لگادیں اور اگر دوست ہو تو باوجود اُسی اعتقاد کے اُس کو ایماندار کہتے رہیں۔ وہی لوگ ایسے القاب کے لائق ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حدیث تحت ادیم السماء کے نیچے آتے ہیں جسکو حضرت علی سے بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سائل کا کیا گناہ ہے۔ جس نے صورت مسئلہ صحیح طور پر بلا کم وبیش پیش کی ہے۔ ایسے سائل کو کیوں دجال اور بے ایمان کہا جائے۔ بلکہ بے ایمان اور دجال تو ایسے مولوی ہیں جن کا فتویٰ ایک ہی صورت سوال میں اپنے دوستوں کی نسبت کچھ اور ہے۔ اور دشمنوں کی نسبت کچھ اور۔ خدا ایسے مولویوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ بالآخر ہم عبدالحق اور اس کے محرک عبدالجبار سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا آپ لوگوں کی [illegible] کہ باوجودیکہ محمد حسین کے انگریزی رسالہ کا پتہ دیا اور دوسرے اشتہار میں [illegible] بھی لکھدیں۔ پھر بھی آپ نے درندگی کے دانت سائل کو دکھلائے۔ اور اس [illegible] دریافت نہ کیا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ مہدی کے بارے میں ہم کو تو کچھ کہتے ہو۔ ور

گورنمنٹ پر کچھ اور ظاہر کرتے ہو۔ جبکہ محمد حسین کی تحریر کا صاف صاف ثبوت دیا گیا تھا تو اُلٹے سائل پر زباندرازی اور گالیاں دینا کن لوگوں کا کام ہے؟ انصاف پسند لوگ خود سوچ لیں۔ فتویٰ پوچھنے کے وقت سائل زید ہو یا بکر ہو۔ اس سے دیانت دار مفتی کو کیا کام ہے۔ ان باتوں پر تو ان لوگوں کی نظر ہوتی ہے۔ جو فتویٰ فروش ہوتے ہیں نہ فتویٰ نویس۔ ان لوگوں کی دیانت کا یہی نمونہ کافی ہے۔ مولوی عبدالحق اور مولوی عبدالجبار غزنوی خوب یاد رکھیں۔ کہ اس طریق تزویر سے اُن کی کبھی مخلصی نہیں ہوگی اور ایسے اشتہاروں سے جو سراسر دجل اور خیانت سے بھرے ہوئے ہوں۔ انصاف پسند لوگ کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ بلکہ سب پر کُھل جائیگا کہ یہ اس زمانہ کے مولوی اس ملاں کی طرح ہیں۔ جس نے محض شرارت سے چند بیگناہ لوگوں کی نسبت ایک سخت فتویٰ دیا تھا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا بھی اُن لوگوں کا شریک ہے۔ تب فتویٰ کو بہت نرم کردیا اور آسان صورت پر بدل دیا۔ یہ کیسا نابکار عذر ہے۔ کہ کیوں یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ یہ فتویٰ محمد حسین کی نسبت طلب کیا گیا ہے۔ کیا اس تقریر سے کچھ اور بھی سمجھا جاتا ہے کہ تمام غصہ اور سیاپا اس وجہ سے ہے کہ اگر خبر ہوتی کہ محمد حسین کی نسبت فتویٰ ہے تو اس کو دجال اور کافر ہرگز نہ کہتے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق دیانت دار مولویوں کا نہیں ہے۔ ایسا دُنیا میں کون بیوقوف ہے کہ اس قسم کے عذرات سے یہ سمجھ لیگا کہ یہ مولوی معذور ہیں۔ کیا صورت سوال پر فتویٰ ہوتا ہے یا یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ فتویٰ کس کی نسبت طلب کیا گیا ہے۔ مفتی کے لئے نہ سائل کے نام کی ضرورت ہے۔ نہ اُس شخص کے نام کی ضرورت جس کے بارے میں استفتاء ہے۔ مفتی تو صورت مسئلہ پر غور کریگا۔ اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے موافق فتویٰ لکھے گا۔ پس ایک قسم بددیانتی کی یہ ہے کہ اس پر غصہ کیا جاتا ہے۔ کہ محمد حسین کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ چپ رہتے۔ اب بجز اس کے اور کوئی طریق صفائی نہیں۔ کہ محمد حسین کو ایک عام جلسہ میں بلاویں۔ اور وہ رسالہ ایک انگریزی خوان سے اس کے روبرو پڑھایا جاوے۔ اور اگر انکار کرے تو مالک مطبع سے حلفاً پوچھیں کہ کس نے

یہ چھپوایا ہے اور کس نے شایع کیا ہے بغرض ایمان اور دیانت سے کام لیکر پوری
تحقیقات کریں پھر اگر اسکی صفائی ثابت ہو تو یہ اشتہار چھاپ دیں کہ وہ انگریزی رسالہ ایک
مجمع میں پڑھا گیا اس میں محمد حسین کی طرف سے یہ تحریر پائی نہیں گئی کہ مہدی موعود کے
آنے کی تمام حدیثیں غلط اور نادرست اور موضوع ہیں اور وہ عبارتیں صحیح ترجمہ کیساتھ
مشتہر کردیں اور اگر اس رسالہ سے ثابت ہو کہ محمد حسین نے کسی نفسانی طمع کی غرض سے
مہدی معہود کے آنیسے درحقیقت انکار کیا ہے اور اس کے متعلق کی حدیثوں کو موضوع قرار دیا
ہے تو اس سے توبہ نامہ لکھاویں اور وہ توبہ نامہ چھاپ کر شایع کردیں - اور اگر یہ بھی نہ کرسکیں
تو بالآخر یہ شایع کردیں کہ ہم اپنے فتوی پر قائم ہیں اور ایسے عقیدہ کے شخص کو کافر اور دجال کہتے ہیں
غرض اب بیہودہ باتوں سے نجات نہیں ممکن پنجاب اور ہندوستان میں شہرت پاچکی ہے کہ
محمد حسین کا رسالہ انگریزی ہی شہرت پاچکا ہے - جب تک دیانت سے محمد حسین سے دریافت کر کے اوس کی
تحریر لے کر اشتہار نہیں دیا جائیگا - تب تک ایسی تحریریں خواہ عبدالحق کی طرف سے نکلیں اور خواہ عبدالجبار کی
طرف سے انکو اور بھی رسوا کرتی ہیں اور ان کی دیانت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور ان قابل شرم
تحریروں سے صاف طور پر ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ یہ آخری زمانہ کے مولوی کس قماش کے آدمی ہیں مگر
کیا عبدالحق یا اس کے دوسرے ہمجنسوں پر امید ہوسکتی ہے کہ وہ انصاف اور دیانت کو مدنظر رکھکر
پوری تحقیق کے بعد نیک بندوں کی طرح محمد حسین کی کوئی کھلی تحریر لیکر اشتہار شایع کرینگے ہم
دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ امید ہرگز نہیں - لہذا پبلک کو اسوقت یہ بات سمجھنے کا موقعہ ہے کہ ان
مولویوں کے تمام فتوے اسی قسم کے ہوتے ہیں دوستوں کیلئے اور دشمنوں کیلئے اور سو ان سے
ہوشیار رہنا چاہیئے - والسلام علی من اتبع الہدی

المشتہر خاکسار محمد اسمٰعیل ۱۶ جنوری ۱۸۹۹ء - مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

باوجود اسکے پھر بھی یہ حق پوش اور کفر فروش لوگ اس بات پر اڑے رہے کہ نہیں استفتا
ضرور چھپنا چاہیئے تھا اور اس میں لکھنا چاہیئے کہ محمد حسین کا یہ عقیدہ ہے ان کی اس قسم کی کاروائیوں کو ظاہر
کرنیکیلئے تا کہ حق اور باطل کا التباس نہ ہو اس کو صاف کرنے کیلئے پھر ایک فتوی پوچھا گیا اور اسے چھپوا کر ایک اشتہار کے
ساتھ جلد شایع کر دیا گیا تا کہ عوام کو معلوم ہو جاوے کہ یہ کاروائی درست ہے اور جو فتوے اس کے متعلق چھپکر شایع ہوئے

وہ پیشگوئی کی عظمت بڑھانیوالے تھے کیونکہ ان سے ثابت ہوتا گیا کہ یہ لوگ حق کے مقابلہ میں کیا کیا
کارروائیاں کرتے ہیں وہ اعلان جو ۱۶ جنوری ۱۸۹۹ء کو شایع ہوا حسب ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے استفتاء کی نسبت ایک منصفانہ گواہی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمیں اس بات پر اطلاع پاکر کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت
السنہ نے مہدی کے آنیکے بارہ میں اپنے ہمجنس مولویوں کو تو یہ کہا کہ ضرور وہ مہدی معہود
آئیگا جو قریش میں سے ہوگا اور خلافت ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوگا اور لڑائیاں اور سخت خونریزیاں
کر کے تمام روئے زمین پر دین اسلام کو غالب کر دیگا اور اُسکے آنیکا منکر سنی اور کافر اور دجال اور
ضال اور مضل ہے اور پھر پوشیدہ طور پر گورنمنٹ عالیہ انگریزی پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ مسلمانوں کا
یہ خیال بالکل بیہودہ ہے کہ ایسا مہدی آئیگا اور اس کے خونریزی کے کاموں کی تائید
کے لئے مسیح موعود آسمان سے اتریگا اور وہ دونوں ملکر جبر اور اکراہ سے لوگوں کو مسلمان
کرینگے یہ حالت محمد حسین کی عام مسلمانوں سے پوشیدہ تھی اگر ان دنوں میں ایک طمع کی
وجہ سے محمد حسین نے ایک فہرست انگریزی رسالہ کے طور پر شایع کی اور اس میں صاف
طور پر اُس نے لکھدیا کہ جس خونی مہدی کے آنے کے تمام مسلمان منتظر ہیں اس کے متعلق کی
جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں اور اس تحریر سے گورنمنٹ
پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ ایسے مہدی کے آنے سے منکر ہے یہ رسالہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو وکٹوریہ
پریس میں چھپا ہے غرض چونکہ خدا تعالی نے چاہا تھا کہ ہمارے اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء
کی الہامی پیشگوئی کے مطابق محمد حسین کو کسی ذلت پہونچا دے جیسا کہ الہام جزاء سیئة
بمثلها و ترهقهم ذلة کا منشا رہا اس لئے محمد حسین نے پوشیدہ طور پر یہ انگریزی
رسالہ شایع کر دیا اور مولویوں کو اس رسالہ کے مضمون سے بالکل خبر نہ دی مگر تاہم خدا تعالی
کے انصاف اور غیرت نے وہ رسالہ ظاہر کر دیا تب ہم نے فی الفور سمجھ لیا کہ ہماری
پیشگوئی پورا کرنے کے لئے یہ سامان غیب سے ظہور میں آرہا ہے تب اسی بنا

پر استفتاء لکھا گیا اور مولوی نذیر حسین دہلوی سے لیکر تمام مشہور علماء نے اس پر مہریں اور دستخط کر دیئے اور ایسے منکر کی نسبت کسی نے کافر اور کسی نے دجال اور کسی نے کذاب اور مفتری کے لفظ استعمال کئے اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی نے جو دشمنانہ جوش کی وجہ سے صدق اور دیانت سے کچھ بھی غرض نہیں رکھتے نہ صرف نرم الفاظ میں فتویٰ دیا بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ایسا شخص جو مہدی سے منکر ہو کافر اور جہنمی ہے۔ اور جب ان پر یہ بات کھلی کہ فتویٰ تو ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی نسبت پوچھا گیا تھا۔ تب مارے غم اور غصہ کے دیوانہ ہو گئے اور اشتہار کے ذریعہ سے یہ شور مچایا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا اور محمد حسین کا نام ظاہر نہ کیا۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے ڈاکٹر محمد اسمعیل خان صاحب نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا تھا کہ یہ شور اور جزع فزع سراسر بددیانتی سے ہے۔ فتویٰ صورت مسئلہ اور کیفیت سوال پر دیا جاتا ہے اس میں یہ ضرور نہیں کہ سائل کا نام لکھا جائے۔ یا اس شخص کا نام جس کی نسبت فتویٰ ہے۔ ہم منتظر تھے کہ ایسے صاف امر میں کوئی صاحب دیانت کی پابندی سے عبدالحق اور عبدالجبار غزنوی کے خائنانہ طریق سے مخالفت کر کے ہمارے اس بیان کی تصدیق کریں ...... سو ہمیں اس استفتاء کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے جو آج ہمیں ملا ہے اس میں مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور عبدالحق اور عبدالجبار کے برخلاف اپنے پہلے فتوے پر قائم رہ کر ہمارے بیان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جو استفتاء پیش ہوا تھا۔ اس میں کوئی شخص دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا۔ فتویٰ دینے والے کو اس بات سے کام نہیں کہ فتویٰ زید کی نسبت پوچھا گیا ہے یا بکر کی نسبت۔ اور ظاہر کیا کہ ہم اپنے فتویٰ پر قائم ہیں۔ سو اس وقت محض عبدالحق اور عبدالجبار غزنوی کی پردہ کارروائی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے اس اشتہار کے ساتھ اس استفتاء کی نقل مع ان دونوں بزرگوں کے فتویٰ کے شامل کی جاتی ہے۔ فقط

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۔ ۲۱ جنوری ۱۸۹۹ء

نقل فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم

۱۵ ماہ شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بوساطت اپنے مرید ڈاکٹر اسمعیل صاحب ملازم شہر جانگ افریقہ کے ایک استفتاء عام موافق سنت علماء خلف وسلف جس میں کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ آپ صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے پیش کیا۔ اب اعادہ الفاظ استفتاء کی کچھ ضرورت نہیں صرف اگر کوئی شخص انکار امام مہدی موعود کرے اور عقیدہ اپنا تحریری ایک مقام بطور دستاویز دیگر اطمینان دلا دے کہ جو جو اسلام میں بحق مہدی علیہ السلام لکھی گئی ہیں۔ وہ سراسر جھوٹ اور لغو ہیں تو اس پر علماء کیا فتویٰ فرماتے ہیں۔ سو علماء نامدار پنجاب و ہندوستان نے اپنی اپنی فہم سے اپنے عقیدے والے کو جس کا ذکر استفتاء میں موجود ہے۔ کافر۔ ضال۔ خارج از اسلام وغیرہ اپنی اپنی مہر اور دستخط سے قرار دیا تھا چنانچہ وہ استفتاء چھپکر عام طور پر شائع ہو چکا۔ یہاں تک کہ گورنمنٹ عالیہ تک بھی بھیجا گیا۔

اب ایک مولوی عبدالحق نام نے جس کی مہر اور دستخط اس کفر نامہ پر ثبت ہیں۔ اپنے ہاتھوں کی تحریر پر سخت افسوس کھا کر بڑے حسرت اور غضب سے ایک اشتہار نکال کر مشتہر کیا ہے کہ فتویٰ دینے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ فتویٰ زید کے بارے میں ہم نے دیا ہے نہ عمرو کے حق میں اور نیز یہ تیار ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے فتویٰ پیش کرنے والے اور کرنے والے پر بیجا الزام دغا اور فریب بددیانتی بے ایمانی وغیرہ وغیرہ کا لگایا ہے۔ وہ اس واسطے کہ بالواسطہ فتویٰ کیوں لیا گیا اور جس پر فتویٰ دینا ہے اس کا نام کیوں نہیں لیا گیا۔ لہذا

آپ صاحبان کی خدمت شریفہ میں انصاف ... بعد اپنے غور ... ہو کر اتباع ... کیا آپ بھی اس مولوی صاحب موصوف کی طرح دھوکہ سے مہر یا دستخط کفر نامہ پر لگائے

ہین یا تام طور پر خواہ زید ہو خواہ عمر جو شخص ایسا عقیدہ برخلاف اہل سنت و الجماعت کے رکھتا ہی اس پر کفر
کی مہرین لگای ہین جیسا کہ مفہوم آیات قرآن مجید ہے اور ایسا عالم
فتوی دینے کے لئے لائق نہ تھا ہے۔

راقم خیر خواہ مومنین

الجواب وھو الموفق للصواب

(۱) وہ استفتا جس کا اس سوال مین ذکر کیا گیا ہے اور جواب چھپ کر مشہور ہو چکا ہے میرے سامنے بھی پیش ہوا تھا۔ اس کا جواب مین نے مندرجہ ذیل لفظون مین دیا تھا "امام مہدی علیہ وعلی آبائہ الصلوۃ والسلام کا قرب قیامت مین ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ اور جمہور امت نے اسے تسلیم کیا ہے اس امام موصوف کے تشریف لانیکا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہل سنت و الجماعت سے انحراف کرنا ہے" مین نے اس جواب دینے مین کسی قسم کا دہوکہ اور فریب نہین کہایا ہی اور میری نزدیک اسوقت بھی استفتائے مذکور کا یہی جواب ہے اور مین اس شخص کو جسکا استفتا مذکور مین ذکر ہے اسوقت بھی مسلک اہل سنت و الجماعت سے منحرف جانتا ہون خواہ وہ زید ہو یا بکر۔ فقط مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ (ٹونکی) پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور و پریزیڈنٹ انجمن حمایت الاسلام لاہور و سکرٹری انجمن مستشار العلماء

۲ جو استفتار مطبوعہ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۱۳ھ معرفت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان مثبت بمواہیر اور دستخط علماء امرتسر تھا میرے روبرو پیش ہوا اس کے اخیر مین سے یہ عبارت لکھی ہے "الغرض علماء کا جواب صحیح ہے بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہل سنت سے خارج ہے پس یہ جواب البتہ مصدق سوال صحیح ہے مصدق علیہ اسکا خواہ زید ہو یا عمرو کسی خاص آدمی پر فتوی نہین ہے تام طور پر عقیدہ اہل سنت کا لکھا گیا ہے۔ اور اس مین کسی شخص کا کسی قسم کا دہوکہ نہین ہے۔ ۱۲

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور ۱۲ مرقومہ ۲۱ جنوری ۱۸۹۶ء

اب اس ساری روئیداد کو یکجائی نظر سے پڑہنے پر معلوم ہوتا ہے کہ کیا محمد حسین بٹالوی کی کچھ بھی عزت علمی اور علمی حیثیت سے باقی رہ گئی تھی اور اس کی رسوائی میں کچھ کمی تھی؟ جب یہ پیشگوئی پوری ہو گئی تو امرتسری منکر اور اس کے ہم خیالوں نے جو دراصل مولوی محمد حسین کے دشمن اور بدخواہ ہیں۔ اس کے متعلق اعتراضات کئے۔ جس پر ایک مفصل اعلان کے ذریعہ اس کی پھر توضیح کی گئی۔ اس پیشگوئی کے دوران میں جیسا کہ خود امرتسری منکر نے اقرار کیا ہے۔ مولوی محمد حسین نے ایک درخواست دیدی جس پر حفظ امن کا مقدمہ چلا۔ اس مقدمہ میں ان تمام لوگوں نے جو ہمارے سلسلے کے مخالف تھے محمد حسین کی ہر طرح مدد کی یہاں تک کہ پولیس کو بھی ساتھ ملا لیا گیا اور لوگوں سے اس کے لئے چندہ بھی لیا گیا۔ جیسا کہ امرتسری منکر نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر اقرار کیا ہے۔ باوجود ان ساری کوششوں کے یہ فریق اپنی امیدوں اور منصوبوں میں محض نامراد اور ناکام رہا۔ یہ اور ایک ذلت اور رسوائی تھی۔ جو انہیں حاصل ہوئی اس مقدمہ کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا ذکر اپنے موقعہ پر کیا جاویگا۔ یہاں اسقدر ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ اس اعلان میں جو درج ذیل ہوتا ہے۔ اس مقدمہ کا ذکر ہے۔ وہ اشتہار یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا

اور نیز

ان لوگوں کا جواب جنہوں نے نا فہمی سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے انکار کیا ہے

اس بات کی زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں کہ میں نے ایک پیشگوئی مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت اپنے اشتہار مجریہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی جس کا خلاصہ یہی تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اپنے قلم سے انواع و اقسام کے بہتانوں

سے میری ذلت کی ہے اور نیز اسی قسم کی ذلت بیجا تحریروں سے جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی اپنے دوستوں سے کرائی ہے۔ یہ کارروائی اس کی جناب الٰہی میں مورد اعتراض ہو کر مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ جس قسم کی اس نے میری ذلت کی اور مذکورہ بالا دو اپنے دوستوں سے کرائی۔ اُسی قسم کی ذلت اس کی بھی ہو جائیگی۔ یہ الہام ہزاروں انسانوں میں شائع ہوا۔ یہاں تک کہ اسی کی بنا پر ایک مقدمہ میرے پر ہو کر اس بہانہ سے عدالت تک بھی اس الہام کی شہرت ہو گئی۔ مگر افسوس کہ اب تک بعض کوتہ اندیش اور نادان دوست محمد حسین کے محض خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ گویا وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیشگوئی میں ذلت کا وعدہ تھا۔ وہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب ثناء اللہ نام امرتسری نے پرچہ اخبار عام نومبر ۱۸۹۹ء میں اعتراض پیش کیا ہے اور چونکہ ان مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک خلاف واقعہ بات پر جم کر پھر ہزاروں انسانوں کو وہی سبق دیتے ہیں اور اس طرح پر ایک شخص کی غلط فہمی ہزاروں انسانوں کو غلطی میں ڈالتی ہے۔ لہذا میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ وہ پیشگوئی معہ اس کے تمام لوازم کے تحریر کر کے پبلک کے سامنے رکھوں تا لوگ خود انصاف کر لیں۔ کہ آیا وہ پیشگوئی پوری ہو گئی یا کچھ کسر باقی ہے اس لئے ہم ذیل میں مبسوط طور پر اول سے آخر تک اس کو لکھتے ہیں:۔

سو واضح ہو کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ نے میرے ذلیل کرنے کی غرض سے تمام لوگوں میں مشہور کیا تھا کہ یہ شخص مہدی معہود اور مسیح موعود ہونے سے منکر ہے اس لئے بے دین اور کافر اور دجال ہے۔ بلکہ اسی غرض سے ایک استفتاء لکھا تھا اور علماء ہندوستان اور پنجاب کی اس پر مہریں ثبت کرائیں تھیں تا عوام مسلمان مجھ کو کافر سمجھ لیں۔ اور پھر اسی پر بس نہ کیا۔ بلکہ گورنمنٹ تک خلاف واقعہ یہ شکائتیں پہنچائیں۔ کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیالات رکھتا ہے۔ اور عوام کے بیزار کرنے کے لئے یہ بھی جا بجا مشہور کیا کہ یہ شخص جاہل اور علم عربی سے بے بہرہ ہے اور ان تینوں قسم کے جھوٹ کے استعمال سے اس کی غرض یہ تھی

کہ تا عوام مسلمان مجھ پر بدظن ہو کر مجھے کافر خیال کریں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کر لیں کہ یہ شخص درحقیقت علم عربی سے بے بہرہ ہے۔ اور نیز گورنمنٹ بدظن ہو کر مجھے باغی قرار دے یا اپنا بدخواہ تصور کرے۔ جب محمد حسین کی بداندیشی اس حد تک پہنچی کہ اپنی زبان سے بھی میری ذلت کی اور لوگوں کو بھی خلاف واقعہ تکفیر سے جوش دلایا۔ اور گورنمنٹ کو بھی جھوٹی مخبریوں سے دھوکا دینا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ وجوہ مذکورہ بالا کو عوام اور گورنمنٹ کے دل میں جما کر میری ذلت کراوے تب میں نے اُس کی نسبت اور اُس کے دو دوستوں کی نسبت جو محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی ہیں وہ بددعا کی۔ جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے اور جیسا کہ اشتہار مذکور میں نے لکھا ہے یہ الہام مجھ کو ہوا۔ ان الذین یصدون من سبیل اللہ سینالھم غضب من ربھم۔ ضرب اللہ اشدّ من ضرب الناس۔ انما امرنا اذا اردنا شیئا ان نقول لہ کن فیکون۔ اتعجب لامری۔ انی مع العشاق۔ انی انا الرحمٰن ذو المجد والعلی۔ ویعض الظالم علی یدیہ۔ ویُطرح بین یدیّ جزاء سیئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ۔ مالھم من اللہ عاصم فاصبر حتی یاتی اللہ بامرہ۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں عنقریب خدا تعالیٰ کا غضب ان پر وارد ہوگا۔ خدا کی مار انسانوں کی مار سے سخت تر ہے۔ ہمارا حکم تو اتنے میں ہی نافذ ہو جاتا ہے۔ کہ جب ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو ہم اس چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا۔ تو وہ چیز ہو جاتی ہے کیا تو میرے حکم سے تعجب کرتا ہے۔ میں عاشقوں کے ساتھ ہوں۔ میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی رکھتا ہے۔ اور ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا اور میرے آگے ڈال دیا جائیگا۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ اور ان کو ذلت پہنچیگی۔ یعنی اُسی قسم کی ذلت اور اسی مقدار کی ذلت جس کے پہنچانے کا انہوں نے ارادہ کیا اُن کو پہنچ جائیگی۔ خلاصہ منشاء الہام یہ ہے۔ کہ وہ ذلت مثلی ہو گی۔ کیونکہ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی ان کو بچانے

والا نہیں۔ پس صبر کر۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہے
جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہے۔ جو نیکی کرنے والے ہیں۔

یہ پیشگوئی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت کی تھی اور اس میں ظاہر کیا تھا کہ اسی ذلت کے موافق اُن کو ذلت پہنچائی جائیگی جو انہوں نے پہنچائی۔ سو یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست* اُن کارستانیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے مقاصد کی تائید ہے۔ اور اس فہرست میں یہ جتلانا چاہا۔ کہ منجملہ میری خدمات کے ایک یہ بھی خدمت ہے۔ کہ میں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں۔ اور اس فہرست کو اس نے بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ قوم کے روبرو اس فہرست کے برخلاف اس نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اور اس دورنگی کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا تھا کہ اپنی قوم مسلمانوں کے روبرو تو اس نے یہ ظاہر کیا۔ کہ وہ ایسے مہدی کو بدل وجان مانتا ہے۔ کہ جو دنیا میں آکر لڑائیاں کریگا۔ اور ہر ایک قوم کے مقابل پر یہاں تک کہ عیسائیوں کے مقابل پر بھی تلوار اٹھائے گا اور پھر اس فہرست انگریزی کے ذریعہ سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خونی مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح اور ناقابل اعتبار جانتا

* بعض نادان ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ دھوکہ دیکر مولوی محمد حسین پر فتویٰ کفر اور الحاد لکھوایا۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ اپنے قدیم تعصب اور بخل سے باز نہیں آتے۔ یاد رہے کہ اصل جڑھ ذلت کی وہ انگریزی فہرست تھی جو پوشیدہ طور پر محمد حسین نے چھاپ کر گورنمنٹ کی طرف بھیجی تھی۔ پس جب یہ ذلت کا مادہ ہمارے ہاتھ میں آیا۔ تو ہم نے استفتاء تیار کرکے اور اُس فہرست انگریزی کا مضمون پیش کرکے مولویوں سے اُس پر کفر کی مہریں لگوائیں۔ سو اس میں ہماری طرف سے کوئی اختراع نہ تھا۔ اصل مادہ جو ہم دکھلانا چاہتے تھے۔ وہ فہرست تھی۔ جو ہمارے ہاتھ آگئی۔ اگر ہم استفتاء کبھی تیار نہ کرتے۔ تاہم وہ فہرست محمد حسین کی ذلت کے لئے کافی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد حسین کا ایک مونہہ نہیں ہے بلکہ وہ دو مونہہ سے کام لیتا ہے۔ اپنی قوم کی روبرو جو وہابی ہیں۔ غازی مہدی پر ایمان ظاہر کرتا

ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ پوشیدہ کارروائی اُس کی پکڑی گئی۔ اور نہ صرف قوم کو اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ کہ اس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق گورنمنٹ اور رعایا کو دھوکا دیا ہے اور ہر ایک ادنیٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پردہ دری محمد حسین کی ذلت کا باعث تھی۔ اور وہی انکار مہدی جس کی وجہ سے اس ملک کے نادان مولوی مجھے دجال اور کافر کہتے تھے محمد حسین کے انگریزی رسالہ سے اُس کی نسبت بھی ثابت ہوگیا یعنی یہ کہ وہ بھی اپنے دل میں ایسی حدیثوں کو موضوع اور بیہودہ اور لغو جانتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسی ذلت تھی کہ یکدفعہ محمد حسین کو اپنی ہی تحریروں کی وجہ سے پیش آگئی اور ابھی ایسی ذلت کا کہاں خاتمہ ہے۔ بلکہ آئندہ بھی جیسے جیسے گورنمنٹ اور مسلمانوں پر کھلتا جائیگا۔ کہ کیسے اس شخص نے دورنگی کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ ویسے ویسے اس ذلت کا مزہ زیادہ سے زیادہ محسوس کرتا جائے گا۔ اور اس ذلت کے ساتھ ایک دوسری ذلت اس کو یہ پیش آئی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲ کے اخیر سطر میں جو یہ الہامی عبارت تھی کہ اتعجب لامری۔ اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے۔ اس لئے یہ خدا کا الہام نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں غلطی یہ ہے کہ فقرہ اتعجب لامری لکھا ہے۔ یہ من امری چاہئے تھا۔ کیونکہ عجب کا صلہ من آتا ہے نہ لام۔ اس اعتراض کا جواب میں نے اپنے اس اشتہار میں دیا ہے۔ جس کے عنوان پر موٹی قلم سے یہ عبارت ہے "**حاشیہ متعلقہ صفحہ اول اشتہار مورخہ ۳۰**۔

ہے۔ پھر گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے غازی مہدی کی حدیثوں کو مجروح اور ضعیف قرار دیتا ہے۔ اور یہ طریق اور یہ برتاؤ یکرنگ انسانوں کا ہرگز نہیں ہوتا۔ سو ذلت تو اس دورنگی میں تھی جو ہم نے ثابت کردی۔ استفتاء کا اس میں کچھ حقیقی دخل نہ تھا۔ افسوس یہ لوگ نہیں سوچتے کہ استفتاء میں ہماری طرف سے کونسی خیانت تھی کیا استفتاء میں کسی شخص کا نام ظاہر کرنا بھی شرط ہے۔ منہ

نومبر ۱۸۹۸ء اس جواب کا ماحصل یہ ہے - کہ معترض کی یہ نادانی اور ناواقفیت اور جہالت ہے کہ وہ ایسا خیال کرتا ہے کہ گو عجب کا صلہ لام نہیں آتا - اس اعتراض سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے - تو بس یہی کہ معترض فن عربی سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے اور نام کا مولوی ہے کیونکہ ایک بچہ بھی جس کو کچھ تھوڑی سی مہارت عربی میں ہو - سمجھ سکتا ہے کہ عربی میں عجب کا صلہ لام بھی بکثرت آتا ہے - اور یہ ایک شائع متعارف امر ہے - اور تمام اہل ادب اور اہل بلاغت کی کلام میں یہ صلہ پایا جاتا ہے - چنانچہ اس معروف و مشہور شعر میں لام ہی صلہ بیان کیا گیا ہے - اور وہ شعر یہ ہے -

عجبت لمولود ليس له اب — ومن ذي ولد ليس له ابوان

یعنے اس بچہ سے مجھے تعجب ہے جس کا باپ نہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور اس سے زیادہ تعجب اس بچوں والے سے ہے جس کے ماں باپ دونوں نہیں - اس شعر میں دونوں صلوں کا بیان ہے لام کے ساتھ بھی اور من کے ساتھ بھی - اور ایسا ہی دیوان حماسہ میں جو بلاغت فصاحت میں ایک مسلم اور مقبول دیوان ہے - اور سرکاری کالجوں میں داخل ہے - پانچ شعر میں عجب کا صلہ لام ہی لکھا ہے - چنانچہ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے - جو دیوان مذکور کے صفحہ ۹ میں درج ہے -

عجبت لمسراها وانّى تخلّصت — اليّ وباب السجن دوني مغلق

یعنے وہ معشوقہ جو عالم تصور میں میرے پاس چلی آئی - مجھے تعجب ہوا کہ وہ ایسے زندان میں جس کے دروازے بند تھے میرے پاس جو میں قید میں تھا کیونکر چلی آئی دیکھو - اس شعر میں بھی اس بلیغ و فصیح شاعر نے عجبت کا صلہ لام ہی بیان کیا ہے - جیسا کہ لفظ لمسراها سے ظاہر ہے اور ایسا ہی وہ تمام اشعار اس دیوان کے جو صفحہ ۳۹۰ و ۱۱۴ و صفحہ ۱۵ میں درج ہیں - ان سب میں عجب کا صلہ لام ہی لکھا ہے - جیسا کہ یہ شعر ہے -

عجبت لسعي الدهر بيني وبينها — فلما انقضى ما بيننا سكن الدهر

یعنے مجھے اس بات سے تعجب آیا کہ زمانہ نے ہم میں جدائی ڈالنے کے لئے کیا کیا

کوششیں کیں مگر جب وہ ہمارا وقت عشقبازی کا گذر گیا - تو زمانہ بھی چپ ہو گیا - اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام ہی آیا ہے اور ایسا ہی حماسہ کا یہ شعر ہے

عجبت لبرئي منك يا عزّ بعدما — عمرت زمانا منك غير صحيح

یعنے اے معشوقہ یہ عجیب بات ہے کہ تیرے سبب سے ہی میں اچھا ہوا یعنی تیرے وصال سے اور تیرے سبب سے ہی ایک مدت دراز تک میں بیمار رہا یعنی تیری جدائی کی وجہ سے علیل رہا - شاعر کا منشاء اس شعر سے یہ ہے کہ وہ اپنی معشوقہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے - کہ میری بیماری کا بھی تو ہی سبب تھی اور پھر میرے اچھا ہو جانے کا بھی تو ہی سبب ہوئی - اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام ہی آیا ہے - پھر ایک اور شعر حماسہ میں ہے - اور وہ یہ ہے -

عجبًا لاحمد والعجائب جمّة — انّى يلوم على الزمان تبذّلي

یعنے مجھ کو احمد کی اس حرکت سے تعجب ہے اور عجائب پر عجائب جمع ہو رہے ہیں کیونکہ وہ مجھے اس بات پر ملامت کرتا ہے - کہ میں نے زمانہ کی گردش سے بازی کو کیوں ہار دیا - وہ کب تک مجھے ایسی بے ہودہ ملامت کریگا کیا وہ نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ زمانہ موافق نہیں رہتا اور تقدیر بد کے آگے تدبیر پیش نہیں جاتی - پس میرا اس میں کیا قصور ہے کہ زمانہ کی گردش سے میں ناکام رہا - اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام آیا ہے اور اسی حماسہ میں اسی قسم کا ایک اور شعر ہے -

عجبت لعبدان هجوني سفاهة — ان اصطحبوا من شائهم وتقيّلوا

یعنے مجھے تعجب آیا کہ کنیزک زادوں نے سراسر حماقت سے میری ہجو کی - اور اس ہجو کا سبب ان کی صبح کی شراب اور دوپہر کی شراب تھی - اب دیکھو اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام آیا ہے - اور اگر یہ کہو کہ یہ تو اُن شاعروں کے شعر ہیں - جو جاہلیت کے زمانہ میں گذرے ہیں - وہ تو کافر ہیں - ہم ان کے کلام کو کب مانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ بباعث اپنے کفر کے جاہل تھے نہ بباعث اپنی زبان کے بلکہ زبان کی رو سے تو وہ امام مانے گئے ہیں - یہاں تک کہ قرآن شریف کے محاورات کی تائید میں ان کے شعر

تفاسیر میں بطور حجت پیش کئے جاتے ہیں اور اس سے انکار کرنا ایسی جہالت ہے کہ کوئی اہل علم اس کو قبول نہیں کریگا۔ ماسوا اس کے یہ محاورہ صرف گذشتہ زمانہ کے اشعار میں نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اس محاورہ کی تائید ہوتی ہے مثلاً ذرہ مشکوٰۃ کو کھولو اور کتاب الایمان کے صفحہ ۳ میں اس حدیث کو پڑھو۔ جو اسلام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کو متفق علیہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے **عجبنا له یسئله ویصدقه** یعنی ہم نے اس شخص کی حالت سے تعجب کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر مانتا بھی جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ اس حدیث شریف میں بھی عجبنا کا صلہ لام ہی لکھا ہے اور عجبنا منه نہیں لکھا بلکہ عجبنا له کہا ہے۔

اب کوئی مولوی صاحب انصافاً فرمائیں کہ ایک شخص جو اپنے تئیں مولوی کہلاتا ہے بلکہ دوسرے مولویوں کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ اپنے تئیں قرار دیتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ ذلت نہیں ہے کہ اب تک اس کو خبر ہی نہیں کہ عجب کا صلہ لام بھی آیا کرتا ہے کیا اسقدر جہالت کہ مشکوٰۃ کی کتاب الایمان کی حدیث کی بھی اسے خبر نہیں۔ کیا یہ عزت کا موجب ہے اور اس سے مولویت کے دامن کو کوئی ذلت کا دھبہ نہیں لگتا؟ پھر جبکہ یہ امر ملک پر عام طور پر کھل گیا اور ہزارہا اہل علم کو معلوم ہو گیا کہ محمد حسین نہ صرف علم صرف و نحو سے ناواقف ہے۔ بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں۔ ان سے بھی بے خبر ہے۔ تو کیا یہ شہرت اس کی عزت کا موجب ہوئی یا اس کی ذلت کا؟

پھر تیسرا پہلو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرالئے کہ وہ آئندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہیگا اور قادیان کو جھوٹے کاف سے نہیں لکھیگا اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہیگا اور نہ میرا نام دجال رکھیگا۔ اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے

مشہور کریگا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا۔ جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے تیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتویٰ کے دینے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں اور دجال بھی ہے اس لئے میں اس کا نام دجال رکھتا ہوں۔ اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے۔ اس لئے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں بالخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور آخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کر لیا اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ ان کو کافر نہیں کہونگا اور نہ ان کا نام دجال اور کاذب رکھوں گا پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی۔ تو ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کی انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ درمیں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے۔ کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ تیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار

کر سکتے ہیں۔ کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ اُن پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں اُن کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہکر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ کہ میں ان کو کافر نہیں کہونگا۔ تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہوکر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اُن سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن اُن کے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن چراغ سحری کی طرح گل ہو جاتا ہے۔ سو یہ میرا عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آکر مجھ کو کافر قرار دیا۔ اور میرے لئے فتویٰ تیار کیا کہ یہ شخص کافر۔ دجال۔ کذاب ہے اُس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعار اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لئے یہ قبول کرلیا۔ کہ میں آئندہ ان کو کافر اور دجال اور کذاب نہیں کہونگا۔ اور آپ ہی فتویٰ تیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی **جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں**۔ اور باایں ہمہ رسوائی محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے۔ لیکن سوچکر دیکھو کہ کیا محمد حسین کا یہی منشاء تھا کہ آئندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے اور ان باتوں سے توبہ کرکے اپنا منہ بند کرلے اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آجاوے؟ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو ۶ اشتہار ۱۸۹۶ء کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا ہے تو اور کیا ہے؟ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا۔ کہ میں اس شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجال کہتا رہونگا۔ جبتک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے۔ تو اس میں اس کی کیا عزت رہی۔ جو اس عہد کو

اس نے توڑ دیا۔ اور جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ اور **اب ابوالحسن تبتی کہاں ہے**۔ اس کی زبان کیوں بند ہوگئی کیا اس کے گندے ارادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا۔ پس یہی تو وہ ذلت ہے۔ جو پیشگوئی کا منشاء تھا کہ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔ اور در حقیقت اس الہام کی تشریح جو ۲۱۔ نومبر ۱۸۹۸ء کو ہوا۔ اس الہام نے دوبارہ کردی ہے۔ جو بتاریخ ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء رسالہ حقیقت المہدی میں شائع کیا گیا بلکہ عجیب تر بات یہ ہے کہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں جو الہام شائع ہوا تھا اس میں ایک یہ فقرہ تھا کہ **یعض الظالم علی یدیہ**۔ اور پھر یہی فقرہ ۲۱ فروری کے الہام میں بھی جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام کے لئے **بطور شرح** کے ہے آیا ہے جیسا کہ رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ سے ظاہر ہے۔ پس ان دونوں الہاموں کے مقابلہ سے ظاہر ہوگا کہ یہ دوسرا الہام جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام سے قریباً تین ماہ بعد ہوا ہے اس پہلے الہام کی تشریح کرتا ہے اور اس بات کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ کہ وہ ذلت جس کا وعدہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں تھا۔ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی اسی غرض سے یہ موخر الذکر الہام جو ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا پہلے الہام کے ایک فقرے کا اعادہ کرکے ایک اور فقرہ بطور تشریح اس کے ساتھ بیان کرتا ہے یعنے پہلا الہام جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ جو محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کی ذلت کی پیشگوئی کرتا ہے اس میں یہ فقرہ تھا کہ **یعض الظالم علی یدیہ** یعنے ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور دوسرے الہام میں جو ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء میں بذریعہ رسالہ حقیقت المہدی شائع ہوا۔ اس میں یہی فقرہ ایک زیادہ فقرہ کے ساتھ اس طرح پر لکھا گیا ہے **یعض الظالم علی یدیہ ویوثق**۔ اور اس فقرہ کے معنی اسی رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ کی اخیر سطر اور صفحہ ۱۳ کی پہلی سطر میں یہ بیان کئے گئے ہیں **ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائیگا**۔ اب دیکھو کہ اس تشریح میں صاف بتلایا گیا ہے کہ ذلت کس قسم کی ہوگی یعنی یہ ذلت ہوگی

کہ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی اپنی گندی اور بے حیائی کی تحریروں سے روکے جائیں گے۔ اور جو سلسلہ انہوں نے گالیاں دینے اور بے حیائی کے بیجا حملوں اور ہماری پرائیویٹ زندگی اور خاندانی تعلقات کی نسبت نہائت درجہ کی کمینہ پن کی شرارت اور بدزبانی اور افترا اور جھوٹ سے شائع کیا تھا۔ وہ جبراً بند کیا جائیگا۔ اب سوچو اکہ کیا وہ سلسلہ بند کیا گیا یا نہیں اور کیا وہ شیطانی کارروائیاں جو ناپاک زندگی کا خاصہ ہوتی ہیں۔ جن کی بیجا غلو سے پاکدامن بیویوں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گندہ زبانی کے حملے کرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ کیا یہ بیہودہ اور بیحیائی کے طریق جو محمد حسین اور اس کے دوست جعفر زٹلی نے اختیار کئے تھے حاکم مجاز کے حکم سے روکے گئے یا نہیں اور کیا یہ گندہ زبانی کی عادت جس کو کسی طرح یہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے چھوڑائی گئی یا نہیں۔ پس ایک عقلمند انسان کے لئے یہ ذلت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور بے حیائی اور سفلہ پن کے عادات کے کاغذات عدالت میں پیش کئے جائیں اور پڑھے جائیں اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزارہا لوگوں میں یہ شہرت پاوے۔ کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں اور گندے عادات۔ گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی؟ اور کیا ایسے نفرتی اور ناپاک شیوہ پر عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا یہ کچھ سرفرازی کا موجب ہے یا شان مولویت کو اس سے ذلت کا دھبہ لگتا ہے اگر ہمارے معترضوں میں حقائق شناسی کا کانشنس کچھ باقی رہتا تو ایسا صریح باطل اعتراض ہرگز پیش نہ کرتے سکہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی ذلت کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ یہ پیشگوئی تو ایسے زور شور سے پوری ہوگئی کہ عدالت کے کمرہ میں ہی لوگ بول اٹھے کہ آج خدا کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ صدہا لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی۔ کہ جب محمد حسین کو یہ فہمائش کی گئی کہ آئندہ ایسی گندی تحریر شائع نہ کرے اور کافر اور دجال اور کاذب بھی نہ کہے۔ تو مسٹر براؤن صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یاد رہے کہ موجودہ کاغذات سے۔ جو عدالت کے سامنے تھے۔ عدالت نے یہ معلوم کر لیا تھا

کہ محمد حسین نے مع جعفر زٹلی کے یہ زیادتی کی ہے کہ مجھے نہائت گندی گالیاں دی ہیں۔ اور میرے پرائیویٹ تعلقات میں سفلہ پن سے گندہ دہانی ظاہر کی۔ یہ یہاں تک کہ تصویریں چھاپی ہیں۔ لیکن عدالت نے احتیاطاً آئندہ کی روک کے لئے اس نوٹس میں فریقین کو شامل کر لیا۔ تا اس طریق سے بکلی سدباب کرے۔ مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب زندہ موجود ہیں جن کے سامنے یہ کاغذات پیش ہوئے تھے اور اب تک وہ مثل موجود ہے جس میں وہ تمام کاغذات نتھی کئے گئے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ عدالت میں محمد حسین کی طرف سے بھی کوئی ایسے کاغذات پیش ہوئے۔ جن میں میں نے کبھی سفلہ پن کی راہ سے گندی تحریریں شائع کی ہوں۔ عدالت نے اپنے نوٹس میں قبول کر لیا ہے کہ ان گندی تحریروں کے مقابل پر جو سراسر حیا اور تہذیب کے مخالف تھیں میری طرف سے صرف یہ کارروائی ہوئی۔ کہ میں نے جناب الٰہی میں اپیل کیا۔ اب ظاہر ہے کہ ایک شریف کے لئے یہ حالت موت سے بدتر ہے کہ اس کا یہ رویہ عدالت پر کھل جائے۔ کہ وہ ایسی گندہ زبانی کی عادت رکھتا ہے۔ بلکہ ایک شریف تو اس خجالت سے جیتا ہی مر جاتا ہے کہ حاکم مجاز عدالت کی کرسی پر اس کو یہ کہے کہ یہ کیا گندہ طریق ہے جو تو نے اختیار کیا اور ان کارروائیوں کا نتیجہ ذلت ہونا یہ تو ایک ادنیٰ امر ہے۔ خود پولیس کے افسر جنہوں نے مقدمہ اٹھایا تھا۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس کارروائی کے دوران میں جبکہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کی گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے۔ کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ ان کو ملا۔ جس کو انہوں نے عدالت میں پیش کیا اور چاہو تو محمد حسین کو حلفاً پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا جو واقعات عدالت میں تم پر گذرے۔ اور جبکہ تم سے سوالات کئے۔ کہ کیا یہ گندی تحریریں تمہاری تحریریں ہیں اور کیا جعفر زٹلی سے تمہارا کچھ تعلق ہے یا نہیں تو ان سوالات کے وقت تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ کیا اس وقت تمہارا دل حاکم کے ان سوالات کو اپنی عزت سمجھتا تھا یا ذلت سمجھ کر غرق ہوا جاتا تھا۔ اگر ان تمام واقعات کے جمع ہونے سے جو ہم لکھ چکے ہیں۔ پھر بھی ذلت نہیں ہوئی اور عزت میں کچھ فرق نہیں آیا تو ہمیں اقرار کرنا پڑیگا کہ آپ لوگوں کی عزت بڑی پکی ہے۔ پھر ما سوا اس کے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی میعاد کے اندر کئی اور ایسے امور

بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ جن سے بلاشبہ مولوی محمد حسین صاحب کی عالمانہ عزت میں اسقدر فرق آیا ہے کہ گویا وہ خاک میں مل گئی ہے ازآن جملہ ایک یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے پرچہ پیسہ اخبار اور اخبار عام میں کمال حق پوشی کی راہ سے یہ شائع کردیا تھا کہ وہ مقدمہ جو پولیس کی رپورٹ پر مجھ پر اور اُن پر دائر کیا گیا تھا جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں فیصلہ ہوا اس میں گویا یہ عاجز بری نہیں ہوا بلکہ ڈسچارج ہوا۔ اور بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ فیصلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب کی طرف سے ڈسچارج کا لفظ ہے اور ڈسچارج بری کو نہیں کہتے بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہوسکے اس کا نام ڈسچارج ہے اور اس اعتراض سے محمد حسین کی غرض یہ تھی کہ تا لوگوں پر ظاہر کرے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۸۱ میں تحریر کرچکے ہیں یہ اُس کی طرف سے محض افترا تھا اور دراصل ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور کچھ نہیں اور اُس نے عقلمندوں کے نزدیک بری کے انکار سے اپنی بڑی پردہ دری کرائی کہ اس بات سے انکار کیا کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری نہیں ہے۔ چنانچہ اسی صفحہ مذکورہ یعنی صفحہ ۱۸۱ میں بہ تفصیل میں نے لکھدیا ہے کہ انگریزی زبان میں کسی کو جرم سے بری سمجھنے یا بری کرنے کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں (۱) ایک ڈسچارج (۲) دوسرے ایکیٹ۔ ڈسچارج اس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو۔ اور تحقیقات کے تمام سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو اس کو ایسا مجرم ٹھہرا سکے اور فرد قرار داد جرم قائم کرنے کے لائق کرسکے۔ غرض اس کے دامن عصمت پر کوئی غبار نہ پڑسکے اور بوجہ اس کے کہ جرم کے ارتکاب کا کچھ بھی ثبوت نہیں ملزم کو چھوڑا جائے اور ایکیٹ اس جگہ بولا جاتا ہے۔ جہاں اول جرم ثابت ہوجائے اور فرد قرار داد جرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہی ہے کہ ڈسچارج وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں سرے سے جرم ثابت ہی نہ ہوسکے اور ایکیٹ وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں جرم تو ثابت ہوجائے اور فرد قرار داد بھی لگ جائے مگر آخر میں ملزم کی صفائی ثابت ہوجائے اور عربی میں بریت کا لفظ ایک تھوڑے سے تصرف کے ساتھ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے

ولادت علی

یعنی جب ایک ملزم ایسی حالت میں چھوڑا جائے کہ اس کے دامن عصمت پر کوئی دھبا جرم کا لگ نہیں سکا اور وہ ابتدا سے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں گیا کہ وہ مجرم ہے یہاں تک کہ جیسا کہ وہ داغ سے پاک عدالت کے کمرہ میں آیا ویسا ہی داغ سے پاک عدالت کے کمرہ سے نکل گیا۔ اسی قسم کے ملزم کو عربی میں بری کہتے ہیں اور جب ایک ملزم پر مجرم ہونے کا قوی شبہ گذر گیا اور مجرموں کی طرح اس سے کارروائی کی گئی اور اس تمام ذلت کے بعد اُس نے اپنی صفائی کی شہادتوں کے ساتھ اس شبہ کو اپنے سر پر سے دور کردیا تو ایسے ملزم کا نام عربی زبان میں مبرّء ہے۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈسچارج کا عربی میں ٹھیک ترجمہ بری ہے اور ایکیٹ کا ترجمہ مبرّء ہے۔ عرب کے یہ دو مقولے ہیں کہ انا بری من ذالک وانا مبرء من ذالک۔ پہلے قول کے یہ معنے ہیں۔ کہ میرے پر کوئی تہمت ثابت نہیں کی گئی اور دوسرے قول کے یہ معنی ہیں کہ میری صفائی ثابت کی گئی ہے اور قرآن شریف میں یہ دونوں محاورے موجود ہے۔ چنانچہ بری کا لفظ قرآن شریف میں بعینہٖ ڈسچارج کے معنوں پر بولا گیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے و من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئًا فقد احتمل بھتانًا و اثمًا مبینًا۔ الجزو نمبر ۵ سورہ نسا یعنی جو شخص کوئی خطا یا کوئی گناہ کرے اور پھر کسی ایسے شخص پر وہ گناہ لگاوے جس پر وہ گناہ ثابت نہیں۔ تو اُس نے ایک کھلے کھلے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیا اور مبرء کی مثال قرآن شریف میں یہ ہے:۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک مبرءون مما یقولون یہ اس مقام کی آیت ہے کہ جہاں بے لوث اور بے گناہ ہونا ایک کا ایک وقت تک مشتبہ رہا۔ پھر خدا نے اس کی طرف سے ڈیفنس پیش کرکے اس کی بریت کی۔ اب آیت یرم بہ بریئًا سے بداہت ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کا نام بری رکھا ہے جس پہ کوئی گناہ ثابت نہیں کیا گیا اور یہی وہ مفہوم ہے جس کو انگریزی میں ڈسچارج کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مکابرہ کی راہ سے یہ کہے۔ کہ اس جگہ بری کے لفظ سے وہ شخص مراد ہے جو مجرم ثابت ہونے کے بعد اپنی صفائی کے گواہوں کے ذریعے سے اپنی بریت ظاہر کرے۔ تو ایسا خیال

بدیہی طور پر باطل ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا بری کے لفظ سے یہی منشا ہے۔ تو اس سے یہ خرابی پیدا ہوگی۔ کہ اس آئت سے یہ فتویٰ ملیگا۔ کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص پر جس کا کچھ گناہ نہیں کسی گناہ کی تہمت لگانا کوئی جرم نہیں ہوگا۔ گو وہ مستور الحال شریفوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہو۔ اور صرف یہ کسر ہو کہ ابھی اس نے بے قصور ہونا عدالت میں حاضر ہو کر ثابت نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا سمجھنا صریح باطل ہے اور اس سے تمام تعلیم قرآن شریف کی زیروزبر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جائز ہوگا کہ جو لوگ مثلاً ایسی مستور الحال عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جنہوں نے عدالت میں حاضر ہو کر اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ ہر قسم کی بدکاری سے مدت العمر محفوظ رہی ہیں اور وہ کچھ گناہ نہیں کرتے اور ان کو روا ہے کہ مستور الحال عورتوں پر ایسی تہمتیں لگایا کریں حالانکہ ایسا خیال کرنا مندرجہ ذیل آئت کی رو سے صریح حرام اور معصیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة یعنی جو لوگ ایسی عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ جن کا زناکار ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ مستور الحال ہیں اگر وہ لوگ چار گواہ سے اپنے اس الزام کو ثابت نہ کریں۔ تو ان کو اسی درے مارنے چاہئیں۔ اب دیکھو کہ ان عورتوں کا نام خدا نے بری رکھا ہے۔ جن کا زانیہ ہونا ثابت نہیں۔ پس بری کے لفظ کی یہ تشریح بعینہٖ ڈسچارج کے مفہوم سے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر بری کا لفظ جو قرآن نے آئت یرم به بریئا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت پر بولا جاتا ہے کہ جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اس پر فرد قرارداد جرم لگائی جائے اور پھر وہ گواہوں کی شہادت سے اپنی صفائی ثابت کرے۔ اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہوگی۔ کہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگا دے جنہوں نے معتمد گواہوں کے ذریعے عدالت میں ثابت نہیں کر دیا کہ وہ زانیہ نہیں ہیں خواہ وہ رسولوں اور نبیوں کی عورتیں ہوں اور خواہ صحابہ کی اور خواہ اولیاء اللہ کی اور خواہ اہل بیت کی عورتیں ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ آئت یرم به بریئا میں بری کے

لفظ کے ایسے معنے کرنے صاف الحاد ہے جو ہرگز خدا تعالیٰ کا منشا نہیں ہے۔ بلکہ بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس آئت میں بری کے لفظ سے خدا تعالیٰ کا یہی منشا ہے۔ کہ جو مستور الحال لوگ ہیں خواہ مرد ہیں خواہ عورتیں ہیں۔ جن کا کوئی گناہ ثابت نہیں۔ وہ سب بری کے نام کے مستحق ہیں اور بغیر ثبوت کے ان پر کوئی تہمت لگانا فسق ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ اس آئت میں منع فرماتا ہے۔ اور اگر کسی کو نبیوں اور رسولوں کی کچھ پرواہ نہ ہو اور اپنی ضد سے باز نہ آوے تو پھر ذرہ شرم کر کے اپنی عورتوں کی نسبت ہی کچھ انصاف کرے کہ اگر ان پر کوئی شخص ان کی عفت کے مخالف کوئی ایسی ناپاک تہمت لگا دے جس کا کوئی ثبوت نہ ہو تو کیا وہ عورتیں آئت یرم به بریئا کی مصداق ٹھہر کر بری سمجھی جاسکتی ہیں اور ایسا تہمت لگانے والا سزا کے لائق ٹھہرتا ہے یا وہ محض اس حالت میں بری سمجھی جائینگی۔ جبکہ وہ اپنی صفائی اور پاکدامنی کے بارے میں عدالت میں گواہ گذرانیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں۔ تب تک جو شخص چاہے ان کی عفت پر حملہ کیا کرے اور ان کو غیر بری قرار دے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے آئت موصوفہ میں بار ثبوت تہمت لگانے والے پر رکھا ہے۔ اور جب تک تہمت لگانے والا کسی گناہ کو ثابت نہ کرے۔ تب تک تمام مردوں اور عورتوں کو بری کہلانے کے مستحق ٹھہرایا ہے۔ پس قرآن اور زبان عرب کے رو سے بری کے معنے ایسے وسیع ہیں کہ جب تک کسی پر کسی جرم کا ثبوت نہ ہو وہ بری کہلائے گا۔ کیونکہ انسان کے لئے بری ہونا طبعی حالت ہے اور گناہ ایک عارضہ ہے جو پیچھے سے لاحق ہوتا ہے۔ لہذا ہر ایک انسان جب تک اس کا کوئی جرم ثابت نہ ہو۔ بری کہلانے کا حقدار ہے کیونکہ طبعی حالت بغیر کسی عارضہ لاحقہ کے دور نہیں ہو سکتی۔

ایک اور امر عظیم الشان ہے۔ جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۶ء کی میعاد میں ظہور میں آیا جس سے اشتہار مذکورہ کی پیشگوئی کا پورا ہونا اور بھی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ پیشگوئی جو چوتھا لڑکا ہونے کے بارے میں ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں کی گئی تھی۔ جس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی جو امرتسر میں مولوی عبدالجبار

غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے۔ نہیں مریگا۔ جب تک یہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہولے وہ پیشگوئی اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۶ء کی میعاد کے اندر پوری ہوگئی۔ اور وہ لڑکا بفضلہ تعالیٰ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو مطابق ۴۔ صفر ۱۳۱۷ھ پیدا ہوگیا۔ جس کا نام **مبارک احمد** رکھا گیا اور جیسا کہ پیشگوئی میں شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی اس وقت تک زندہ ہوگا کہ چوتھا لڑکا پیدا ہو جائیگا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا اور اب اس وقت تک کہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے۔ ہر ایک شخص امرتسر میں جاکر تحقیق کرلے۔ کہ عبدالحق اب تک زندہ ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ صاف صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی محمد حسین اور اس کے گروہ کی عزت کا موجب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا نے ایسے انسان کی دعا قبول کرکے جو محمد حسین اور اس کے گروہ کی نظر میں کافر اور دجال ہے اس کی پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی کی زندگی میں اس کو پسر چہارم عطا فرمایا اور یہ ایک تائید الٰہی ہے جو بجز صادق انسان کے اور کسی کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس جبکہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو جانا اور عبدالحق کی زندگی میں ہی اس کا ظہور میں آنا میری عزت کا موجب ہوا۔ تو بلاشبہ محمد حسین اور اُس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہوا ہوگا یہ اور بات ہے کہ یہ لوگ ہر ایک بات میں اور ہر ایک موقعہ پر یہ کہتے رہیں کہ ہماری کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی۔ لیکن جو شخص منصف ہوکر ان تمام واقعات کو پڑھیگا اس کو تو بہرحال ماننا پڑیگا کہ بلاشبہ ذلت ہو چکی۔

اس جگہ ہمیں افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ پرچہ اخبار عام ۲۳۔ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایک شخص ثناء اللہ نام امرتسری نے یہ مضمون چھپوایا ہے۔ کہ ابتک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی۔ ہم حیران ہیں کہ اس صریح خلاف واقعہ امر کا کیا جواب لکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذلت کس کو کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ذلت کئی قسم کی ہوتی ہے اور انسانوں کے ہر ایک طبقہ کے مناسب حال ایک قسم کی ذلت ہے۔ مثلاً زمینداروں میں سے ایک وہ ہیں۔ جو فقط سرکاری دستک جاری ہونے سے اپنی ذلت خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے مقابل پر اس قسم کے زمیندار بھی دیکھے

جاتے ہیں کہ قسط مالگذاری بر وقت ادا نہ ہونے کی وجہ سے تحصیل کے چپڑاسی اُن کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور بوجہ نہ ادائیگی معاملہ سخت گوشمالی کرتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات دو چار جوتے اُن کو مار بھی دیتے ہیں اور وہ زمیندار ہنسی خوشی سے مار کھا لیتے ہیں۔ اور ذرہ خیال نہیں کرتے کہ کچھ بھی اُن کی بے عزتی ہوئی ہے اور ان سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور چماروں اور ساصنیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ جو جیلخانہ میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت میں کچھ بھی فرق آیا ہے۔ بلکہ جیل میں ہنستے رہتے اور گاتے رہتے ہیں۔ گویا ایک نشے میں ہیں۔ اب چونکہ عزتیں کئی قسم کی اور ذلتیں بھی کئی قسم کی ہیں۔ اس لئے یہ بات میاں ثناء اللہ سے پوچھنے کے لائق ہے کہ وہ کس امر کو شیخ محمد حسین کی ذلت قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اتنی قابل شرم باتوں میں سے جو بیچارے محمد حسین کو پیش آئیں۔ اب تک اس کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی تو ہمیں سمجھا دیں کہ وہ کونسی صورت تھی جس سے اس کی ذلت ہو سکتی اور یہ بیان فرماویں کہ جو مولوی محمد حسین جیسی شان اور عزت کا آدمی ہو۔ اس کی ذلت کس قسم کی بےعزتی میں متصور ہے۔ ابتک تو ہم یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ شریف اور معزز انسانوں کی عزت نہایت نازک ہوتی ہے اور تھوڑی سی کسر شان سے عزت میں فرق آجاتا ہے۔ مگر اب میاں ثناء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام قابل شرم امور سے مولوی صاحب موصوف کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ پس اس صورت میں ہم اس انکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے جبتک کہ میاں ثناء اللہ کھول کر ہمیں نہ بتلاویں۔ کہ کس قسم کی ذلت ہونی چاہئے تھی۔ جس سے موحدین کے اس ایڈوکیٹ کی عزت میں فرق آجاتا۔ اگر وہ معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں گے کہ شریفوں اور معززوں اور ایسے نامی علماء کی ذلت اس قسم کی ہونی ضروری ہے تو اس صورت میں اگر ہماری پیشگوئی کی رو سے وہ خاص ذلت نہیں پہنچی جو پہنچنی چاہئے تھی تو ہم اقرار کر دیں گے کہ ابھی پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی لیکن ابتک تو ہم مولوی محمد حسین کی عالمانہ حیثیت پر نظر کرکے یہی سمجھتے ہیں۔ کہ پیشگوئی

ان کی حیثیت کے مطابق اور نیز الہامی شرط✢ کے مطابق پورے طور پر ظہور میں آچکی مدت ہوئی کہ ہمیں ان تمام مولویوں سے ترک ملاقات ہے۔ ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ اپنی بے عزتی کس حد کی ذلت میں خیال کرتے ہیں اور کس حد کی ذلت کو ہضم کر جاتے ہیں میاں ثناء اللہ کو اعتراض کرنے کا بیشک حق ہے۔ مگر ہم جواب دینے سے معذور ہیں جبتک وہ کھول کر بیان نہ کریں کہ بے عزتی تب ہوتی تھی کہ جب ایسا ظہور میں آتا۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ انسانوں کے مختلف طبقوں کے لحاظ سے بے عزتی بھی مختلف طور پر ہے۔ اور ہر ایک کے لئے وجوہ ذلت کے جدا جدا ہیں۔ لیکن ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ لوگوں نے مولوی محمد حسین کو کس طبقہ کا انسان قرار دیا ہے اور اس کی ذلت کن امور میں تصور فرمائی ہے۔ ہماری دانست میں تو میاں ثناء اللہ کو مولوی محمد حسین صاحب سے کوئی پوشیدہ کینہ ہے کہ وہ ابتک ان کی اس درجہ کی ذلت پر راضی نہیں ہوئے۔ جو شریفوں اور معززوں اور اہل علم کے لئے کافی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ دُنیا میں ذلت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو جسمانی ذلت جیسے کہ اکثر جرائم پیشہ تختہ مشق ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی ذلت۔ یہ تب ہوتی ہے۔ جبکہ کسی کی اخلاقی حالت نہایت گندی ثابت ہو۔ اور اس پر اس کو سرزنش ہو۔ تیسری علمی پردہ دری کی ذلت جس سے عالمانہ حیثیت خاک میں ملتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اخلاقی ذلت ظہور میں آچکی ہے۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس مثل کو ملاحظہ کرے جو مسٹر جے ایم ڈوئی کی عدالت میں تیار ہوئی ہے۔ ایسا ہی عالمانہ حیثیت کی ذلت ظہور میں آچکی۔ اور عجبت کے صلہ پر جو اعتراض محمد حسین نے کیا ہے اور پھر جو ڈسچارج کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے۔ کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری نہیں ہے۔ ان دونوں

✢ الہامی شرط یہ تھی۔ کہ محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی ذلت صرف اسی قسم کی ہو گی۔ جس قسم کی ذلت اُنہوں نے پہنچائی تھی۔ جیسا کہ الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة۔ پس الہامی شرط کو نظر انداز کر کے اعتراض اٹھانا نادان متعصبوں کا کام ہے۔ نہ عقلمندوں اور منصفوں کا۔ منہ

اعتراضوں سے صاف طور پر کھل گیا۔ کہ علاوہ کمالات نحو دانی اور حدیث دانی کے آپ کی قانون انگریزی میں بھی بہت کچھ دخل ہے اور یاد رہے کہ دشمن کی ذلت ایک قسم کی یہ بھی ہوتی ہے کہ اُس کے مخالف کو جس کے ذلیل کرنے کے لئے ہر دم تدبیریں کرتا اور طرح طرح کے مکر استعمال میں لاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے چنانچہ اس قسم کی ذلت بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ ڈوئی صاحب کے مقدمہ کے بعد جو کچھ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے میری طرف ایک دنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو اس شخص کی اس میں صریح ذلت ہے۔ جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔ ہاں میاں ثناء اللہ کے تین اعتراض اور باقی ہے اور وہ یہ کہ وہ پرچہ اخبار عام میں یہ کہتا ہے کہ محمد حسین کو چار مربع زمین مل گئی ہے اور کسی ریاست میں اس کا کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا ہے اور مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب نے اس کے منشاء کے موافق مقدمہ کیا ہے۔" تیسرے اعتراض کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ دعویٰ تو سراسر ترک حیا ہے۔ کہ ایسا خیال کیا جائے کہ محمد حسین کی منشاء کے موافق مقدمہ ہوا ہے۔ خود محمد حسین کو قسم دیکر پوچھنا چاہئے کہ کیا اس کا منشاء تھا کہ آئندہ وہ کافر اور دجال اور کاذب کہنے سے باز آجائے۔ اور کیا اس کا منشاء تھا کہ آئندہ وہ گالیوں اور فحش کہنے اور کہلانے سے باز آجائے؟ پھر کون منصف اور صاحب حیا کہہ سکتا ہے کہ یہ مقدمہ محمد حسین کی منشاء کے موافق ہوا۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو۔ کہ ہمیں بھی آئندہ موت اور ذلت کی پیشگوئی کرنے سے روکا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کارروائی خود اُس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ جب ڈوئی صاحب کے نوٹس میں ایسا لکھا گیا۔ بلکہ ہم اپنے رسالہ انجام آتھم میں بتصریح لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم ان لوگوں کو آئندہ مخاطب کرنا بھی نہیں چاہتے۔ جب تک یہ ہمیں مخاطب نہ کریں اور ہم بدل بیزار اور متنفر ہیں کہ آئندہ اُن لوگوں کا نام بھی لیں۔ چہ جائیکہ ان کے حق میں پیشگوئی کر کے اسی قدر خطاب سے اُن کو کچھ عزت دیں۔ ہمارا مدعا تین فرقوں کی نسبت تین پیشگوئیاں تھیں۔ سو اپنے ہم اس مدعا کو پورا کر چکے۔ اب کچھ بھی نہیں۔

ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کی موت اور ذلت کی نسبت پیشگوئی کریں اور یہ الزام کہ آئندہ عموماً الہامات کی اشاعت کرنے اور ہر قسم کی پیشگوئیوں سے روکا گیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی باتیں ہیں جو وعید لعنة اللّٰہ علی الکاذبین میں داخل ہیں۔ اب بھی ہم اس مقدمہ کے بعد بہت سی پیشگوئیاں شائع کر چکے ہیں۔ پس یہ کیسا گندہ جھوٹ ہے کہ یہ لوگ بے خبر لوگوں کے پاس بیان کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنے بجائے ذلت کے عزت ہو گئی ہے۔ یہ نہایت بے ہودہ خیال ہے بلکہ یہ اعتراض اس وقت کو نا چاہیئے تھا کہ جب اس زمین سے محمد حسین کچھ منفعت اُٹھالیتا۔ ابھی تو وہ ایک ابتلاء کے نیچے ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ اس زمین سے انجام کار کچھ زیر باری ہو گی یا کچھ منفعت ہو گی سوا اس کے کنز العمال کی کتاب المزارعہ میں یعنی صفحہ ۳۷ میں جناب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے یہ حدیث موجود ہے لا تدخل سکة الحرث علی قوم الا اذلهم اللّٰہ + (طب عن ابی یمامہ) یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحہ میں ایک دوسری حدیث ہے۔ انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رئی شیئا من آلة الحرث فقال لا یدخل هذا بیت قوم الا دخله الذل (خ۔ عن ابی امامہ) یعنی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اب دیکھو۔ ان احادیث سے صریح طور پر ثابت ہے۔ کہ جہاں کاشتکاری

+ قرآن شریف میں یہ قصہ مذکور ہے کہ یہودیوں نے آسمانی کھانے سے انکار کر کے حضرت موسیٰ سے زمین مانگی تھی۔ اور ساگ اور عدس اور پیاز وغیرہ کے خواہشمند ہوئے تھے۔ تب خدا نے اُن کی یہ درخواست منظور کر کے فرمایا کہ تم نے زمین نہیں لی بلکہ اپنے لئے ذلت لے لی۔ اگر چاہو تو قرآن شریف میں یہ تمام آیت نکالو یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثاءها و فومها وعدسها اس آیت تک کہ وضربت علیهم الذلة والمسکنة۔ اب اس جگہ اگر کچھ ان دونوں قصوں میں فرق ہے تو صرف یہی کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے زمین مانگی اور ذلت کی پیشگوئی سنی اور محمد حسین نے مسٹر جے ایم ڈوئی سے زمین مانگی مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بھی کچھ فرمایا یا نہیں۔ یہودیوں کا آسمانی کھانا منّ اور سلویٰ تھا اور محمد حسین کا آسمانی کھانا متوکلانہ رزق تھا۔ اب زمینداری کی خواہش ہوئی۔ دیکھیں نتیجہ کیا ہو۔ منہ

کا آلہ ہوگا وہیں ذلت ہو گی۔ اب ہم میاں ثناء اللّٰہ کی بات مانیں۔ یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی۔ جو شخص آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی بات پر ایمان رکھتا ہے اس کو ماننا پڑیگا۔ کہ کسی کے گلے میں کاشتکاری کا سامان پڑنا یہ بھی ایک قسم کی ذلت ہے۔ سو یہ تو میاں ثناء اللّٰہ نے ہماری مدد کی۔ کہ جس قسم کی ذلت کی ہمیں خبر بھی نہیں تھی ہمیں خبر دیدی۔ ہمیں تو صرف پانچ قسم کی ذلت کی خبر تھی۔ اس چھٹی قسم کی ذلت پر میاں ثناء اللّٰہ کی معرفت اطلاع ہوئی۔

اور رہی یہ بات کہ محمد حسین کا کسی ریاست میں وظیفہ مقرر ہو گیا ہے یہ ایسا امر ہے کہ اس کو کوئی دانشمند عزت قرار نہیں دیگا۔ ان ریاستوں میں تو ہر ایک قسم کے لوگوں کے وظیفے مقرر ہیں۔ جن میں سے بعض کے ناموں کا ذکر بھی قابل شرم ہے۔ پھر اگر محمد حسین کا وظیفہ بھی کسی نے مقرر کر دیا تو کس عزت کا موجب ہوا۔ بلکہ اس جگہ تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔

غرض یہ پیشگوئی جو محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت تھی۔ اعلیٰ درجہ پر پوری ہو گئی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی اس قسم کی ذلت نہیں ہوئی۔ جو ادنے طبقہ کے لوگوں کی ذلت ہوتی ہے۔ مگر پیشگوئی میں پہلے سے اس کی تصریح تھی کہ مثلی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ پیشگوئی کا یہ فقرہ ہے جزاء سیئة بمثلها وترهقهم ذلة یعنی جس قسم کی ذلت ان لوگوں نے پہنچائی۔ اسی قسم کی ذلت ان کو پہنچیگی۔ اب ہم اس سوال کو ذلیل اور تنبی سے تو نہیں پوچھتے۔ کیونکہ ان کی عزت اور ذلت دونوں طفیلی ہیں۔ مگر جو شخص چاہے محمد حسین کو قرآن شریف ہاتھ میں دے کر حلفاً پوچھ لے کہ یہ مثلی ذلت جو الہام سے مفہوم ہوتی ہے۔ یہ تمہارے رفیقوں کو پہنچ گئی یا نہیں؟ بے حیائی سے بات کو حد سے بڑھانا کسی شریف انسان کا کام نہیں ہے بلکہ گندوں اور سفلوں کا کام ہے لیکن ایک منصف مزاج سوچ سکتا ہے کہ الہام الٰہی میں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ وہ ذلت کسی زد و کوب کے ذریعہ سے ہو گی یا کسی اور جسمانی ضرر سے یا خون کرنے سے وہ ذلت پہنچائی جائیگی۔ بلکہ الہام الٰہی کے صاف اور صریح یہ لفظ تھے۔ کہ ذلت صرف اس قسم کی

ہوگی جس قسم کی ذلت ان لوگوں نے پہنچائی۔ الہام موجود ہے۔ ہزاروں آدمیوں میں چھپکر شائع ہوچکا ہے۔ پھر **یہودیوں کی طرح اس میں تحریف کرنا اس بے حیا انسان کا کام** ہے۔ جس کو نہ خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ انسانوں سے شرم ہے!!

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

اب پیشگوئی کے تمام پہلوؤں اور تمام اعتراضات پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی امر باقی رہا ہو۔ مگر **جہالت** اور **عداوت** کا بُرا ہو۔ کہ یہ کج فہم لوگوں کا منہ بند نہیں ہونے دیتی یا وجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی صراحت سے عین موقعہ پر تمام اعتراضات کو اُٹھایا۔ لیکن امرتسری ابتک بھی مرغ کی ایک ٹانگ پکارے جاتا ہے اس لئے محض **رفع الزام** اور اتمام حجت کے لئے نہائت ہی مختصر الفاظ میں ان **اعتراضات** جدید پر نظر کی جاتی ہے۔ جو امرتسری منکر نے اپنے رسالہ میں کئے ہیں۔

اعتراض اول۔ صفحہ ۶۹۔ الہامات مرزا۔ محمد حسین اور اس کے رفیق زندہ ہیں۔ اس کے جواب میں پہلے بتا دیا ہے کہ **موت** کی پیشگوئی ہی نہ تھی۔ امرتسری منکر کا محض افترا ہے۔

اعتراض دوم۔ دوم صفحہ ۷۰۔ ناواقف علماء سے مہدی کے منکر کے متعلق فتوی حاصل کیا گیا اور فتوی لینے والا مرزا کی مذمت کرتا تھا اور پھر وہی فتوی محمد حسین پر لگا دیا۔

الجواب۔ یہ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ البتہ اس میں یہ جھوٹ تم نے ضرور بولا ہے کہ **فتوی لینے والا مرزا کی مذمت کرتا تھا لعنت اللہ علی الکاذبین** سائل نے تو استفتا تحریری پیش کر دیا اور فتوی لے لیا۔ رہی یہ بات کہ ناواقف علماء سے فتوی لیا۔ اس سے نہیں معلوم امرتسری منکر کی کیا مراد ہے؟ واقفیت یا ناواقفیت تو کوئی چیز نہیں۔ فتوی خود اس کے شہر کے علماء سے لیا گیا اور محمد حسین کے استاد سید نذیر حسین صاحب کے بھی دستخط ہوئے۔ فتوی کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام مشاہیر علماء کے اس پر دستخط ہیں۔ اگر یہ مراد ہے کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ فتوی کس کے حق میں لیا گیا۔ اس کا جواب پیچھے سلسلہ اشتہارات میں آچکا ہے۔ اور اشتہار نمبر ۴ سے معلوم ہوگا۔

قابل بحث اور قابل غور تو امر تھا کہ کیا فی الواقعہ محمد حسین نے کوئی ایسی فہرست شائع

کی ہے یا نہیں؟ اور اس میں مہدی کا انکار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ اس فتوی کے نیچے ہے۔ مگر اس بحث کو امرتسری تو درکنار خود محمد حسین نے بھی نہ چھیڑا۔ کیونکہ حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا۔

اس پر بھی کہا جاتا ہے کہ **رسوائی نہیں ہوئی؟**

اعتراض سوم۔ آپ سے علمائے اسلام و اہل اسلام بلکہ جملہ انام متنفر ہیں اسی طرح مولوی صاحب اور ان کے دونو رفیقوں سے کیوں ان کو نفرت نہیں بلکہ مولوی صاحب کی کوشش سے علماء امرتسر میں صلح ہوگئی۔ ملخصاً صفحہ ۷۰

الجواب۔ یہ تو عجیب معیار مولوی محمد حسین کی عزت **افزائی** کا ہے۔ **انبیاء و رسل** اور ان کے نواب کے لوگ ابتک دشمن چلے جلتے ہیں اگر یہ کلیہ صحیح ہے تو کیا امرتسری منکر بتا سکتا ہے کہ **یہودی علماء** باوجود اپنے جبّوں اور عماموں کے حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتک دشمن ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی سے متنفر اب تک موجود ہیں کیا ان تیرہ اندرون لوگوں کی مخالفت سے ان کی شان گھٹ جاتی ہے۔ مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند ایک عام مقولہ ہے۔ شیطان اور اس کی ذریت کی تعداد آپ کو معلوم ہوگی۔ **قلیل من عبادی الشکور** قرآن مجید میں مولوی فاضل نے پڑھا ہوگا۔ یہ تو جھوٹ کی نجاست پر منہ مارا ہے کہ جملہ انام **متنفر ہیں**۔ حالانکہ **ابن خزرجو** کو معلوم ہے کہ لاکھوں انسان **حضرت مسیح** موعود علیہ السلام کے **خدام** ہیں اور آپ کی راہ میں عزیز سے عزیز چیز کو فدا کر دینے کو آمادہ ہیں۔ ایسی حالت میں ایک مولوی کا ایسا **سیاہ جھوٹ** نہائت نفرت کے قابل ہے۔ بہرحال محض مخالفت یا نفرت کسی راستباز کے خلاف اس کے کذب کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہو تو دنیا کے تمام انبیاء کی نبوت نعوذ باللہ باطل ہو جاوے۔ شائد امرتسری منکر کا یہی مذہب ہو۔ مگر میں اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ خود امرتسری منکر سے جو نفرت علماء اسلام اور اہل اسلام کو ہے۔ وہ ان فتووں اور تحریروں سے عیاں ہے جو اس کے دوستوں اور نان وہریسہ کھلانے والے بزرگوں اور خود محمد حسین بٹالوی اس کے روحانی باپ نے شائع کی ہیں۔ اگر یہ معیار صحیح ہے تو امرتسری منکر سے **بڑھکر کون ذلیل اور رسوا ہوگا**۔ یہی مفہوم **انی مھین من اراد اھانتک**۔

رہی امرتسری صلح جو مولوی محمد حسین کی تحریک سے یا بٹالوی کی کیا قدر و منزلت ہے

وہ ایڈیٹر اہلحدیث کو خوب معلوم ہے کہ جوتیوں میں دال بٹتی ہے۔ مولوی عبدالجبار کی پیری مریدی پر جو مضامین اشاعت میں نکلے وہ بھول نہیں گئے اور اہلحدیث نے بیچارے بٹالوی کی جو خدمت اس پیرانہ سالی میں کی ہے۔ وہ اسے خوب معلوم ہے۔ جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امرتسری منکر کے نزدیک خود اس کی کیا عزت ہے اور یہ کہنا کہ مسیح کے زمانہ کا یہ نشان ہے لتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد اور مولوی محمد حسین کے ذریعہ دور ہوئی (الہامات صفحہ ۱۷) گویا مولوی محمد حسین کا درج مسیح موعود قرار دینا ہے۔ کیا خوب ایک طرف تو روحانی باپ کی وہ عزت و منزلت اور دوسری طرف یہ غلو۔ بہتر ہوتا کہ مولوی محمد حسین روحانی بیٹے کی اس سعادت مندی کا شکریہ ادا کرتے۔ مگر وہ شحناء اور بغض تو بدستور موجود ہے۔ یہ الٹا اثر کیوں پیدا ہوا؟

علاوہ بریں یہ امرتسری منکر کی حدیث دانی کا کمال ہے۔ جس پر وہ اترایا کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ناجائز طور سے اس کی ذیل میں حملہ کیا کرتا ہے۔ احمق! یہ تو مسیح موعود کی جماعت کا نقشہ خدا نے کھینچا ہے کہ ان لوگوں میں گویا حسد اور بغض نہ رہیگا۔ والا کیا دنیا سے حسد اور بغض قیامت تک دور ہو سکتا ہے؟ کیا تو نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا۔ اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ اب ہم تیری حدیث دانی کو شہد لگا کر چاٹیں جو قرآن مجید کی تکذیب کرے۔

مجھے امید ہے کہ معزز ناظرین اس موقعہ پر امرتسری منکر کی حدیث دانی کی خوب داد دیں گے۔ جو قرآن مجید کی نصوص بینہ کی تکذیب کرنے کے لئے جرائت کرتا ہے

ہاں! مولوی صاحب! یہ حدیث تو آپ کو یاد رہی مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے آثار اور نشانات کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کی حالت بھی تو بتائی ہے۔ کیا وہ نشان آپ کو یاد نہیں۔ مجھ سے سن لو۔ سنو!

ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماؤھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ

آئیگا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہیگا۔ دگر ہیچ۔ ان کی مسجدیں آباد ہونگی یعنی ظاہر کے نمازی بہت ہوں گے۔ لیکن ہدائیت سے ویران ہوں گی۔ کوئی ان میں دین کی راہ پر نہ ہوگا۔ علماء ان کے سب لوگوں سے بدتر ہوں گے جو آسمان کے نیچے ہیں ان ہی کے پاس سے فتنہ نکلیگا اور ان ہی کے اندر پھر کر جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کا فقط نام رہجائیگا۔ انتہی بلفظہ از کشف اللثام مؤلفہ مولوی صدیق حسن خاں بھوپالی اہلحدیث

مزید شہادت اس کی تائید میں درکار ہو۔ تو خود ثناء اللہ بھی مانتا ہے کہ

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرب قیامت کے علماء کے دل سے علم اٹھایا جائیگا" بلفظہ حاشیہ کلام المبین۔ صفحہ ۵۷

اس بدیہی نشان کو جو آپ کے حسب حال ہے۔ چھوڑتے ہو۔ افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض۔ فما جزاء کم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا الیس فیکم رجل رشید!

امرتسری منکر کی اس حدیث دانی اور قرآن فہمی کے بعد آئندہ ان کے دوسرے اعتراضات پر توجہ کی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اعتراض چہارم۔ عجبت کے صلہ کے متعلق جو اعتراض محمد حسین نے کیا تھا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں اور دوسرے واقعات ۱۳ ماہ بعد کے ہیں۔

الجواب۔ یہ بجائے خود جھوٹ ہے۔ محمد حسین خود اقرار کرتا ہے۔ کہ میں نے کہا تھا۔ کہ قرآن میں عجب کا صلہ من آیا ہے (دیکھو۔ خط مشتہرہ صفحہ ۴۷ الہامات) اگر وہ ل صلہ جائز اور درست سمجھتا تھا۔ اور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ تو اس کہنے سے کیا مطلب کہ قرآن میں عجب کا صلہ من آیا ہے۔ یہی امر ظاہر کرتا ہے کہ اس نے اعتراض کیا۔ اور یہ عجیب معما ہے کہ ایک عالم کی علمی غلطی کے اظہار سے ذلت نہیں ہوتی جیسا کہ امرتسری منکر ہمیں بتاتا ہے۔

رہی یہ بات کہ بعض امور تیرہ ماہ کے بعد ہیں۔ اس لئے وہ پیشگوئی میں داخل نہیں۔ یہ منطق بھی ہمارے فہم نارسا سے اولی تر ہے۔ پیشگوئی کا تو یہ مفہوم تھا کہ ذلت ۱۳ ماہ کے اندر شروع ہو جاوے۔ اس کی تکمیل خواہ باقی ساری عمر ہوتی رہے۔ اس لئے ہم تو اس وقت

جو آثار ذلت اور خواری کے ظاہر ہیں۔ اُن کو بھی اس پیشگوئی کے ماتحت رکھتے ہیں۔ اور کوئی دانشمند اور سلیم الفطرت اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ کہ کیوں ان کو اسی ذلت میں داخل نہ کیا جاوے اور اب جو حالت آپ کے **روحانی باپ** کی ہے۔ وہ آپ کی ان تحریروں سے ظاہر ہے۔ جو اے دن آپ کے اخبار میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور اشاعة السنہ کا تو جنازہ مدتوں سے پڑھا گیا۔ اور جن مصائب اور مشکلات میں وہ مبتلا ہیں۔ اولاد کی طرف سے جو ذلتیں اور دکھ انہیں اُٹھانے پڑتے ہیں۔ اس کے لئے ان کے رسالے شاہد عدل ہیں۔ اگر یہاں ان اقتباسات کو شائع کیا جاوے تو یہ مضمون جو پہلے ہی بہت لمبا ہو گیا ہے۔ بڑھ جاوے تاہم مختصراً چند فقرے درج کرتا ہوں۔

جلد ۲۲ کے پہلے ہی نمبر کے تیسرے صفحہ پر جس پر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور عبدالجبار امرتسر وغیرہ وغیرہ کی **مخالفت** بڑے زور شور سے کرکے امرتسری منکر کی پیش کردہ حدیث لتذ ھبن الشحناء وغیرہ کی حقیقت عملی رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

"خاکسار کے بعض جوان لڑکے آزاد و نافرمان بردار ہوگئے۔ اس وجہ سے خاکسار چھوٹے لڑکوں کی تربیت کے لئے قیام وطن پر جہاں رسالہ چھپ نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ شائقین رسالہ ماہ بماہ لینا چاہتے ہیں تو چندہ واجبی بلا طلب و تقاضا بھیجدیں اور رسالہ ماہ بماہ نہیں۔ نہیں تو رسالہ کی موجودہ حالت پر راضی رہیں اور رسالہ کے دیر میں نکلنے پہنچ ہو۔ تو اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کریں"

پھر اولاد کے متعلق جلد ۲۲ کے نمبر ۲ میں جو کچھ لکھا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دیا جاوے کہ یہ مضمون نہایت رنجدہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب زیادہ اس مضمون ذلت کو لمبا کروں۔ جو صاحب چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب سے ان کا رسالہ **عقوق** منگوا کر دیکھ لیں۔ جس میں انہوں نے **اولاد کو عاق** کیا اور وجوہات عقوق لکھے ہیں۔ خدا رحم کرے۔ اس مضمون پر تفصیل سے بحث انشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی لائف میں ہو گی۔

غرض اس پیشگوئی کا دامن یہاں تک وسیع ہوا۔ کہ آج جو عزت و شہرت مولوی محمد حسین کو حاصل ہے۔ وہ سب لوگ جانتے ہیں۔ اور امرتسری منکر بھی خوب جانتا ہے۔ باقیوں کے متعلق کچھ بھی لکھنے کی حاجت نہیں۔ جبکہ وہ محمد حسین کے طفیلی تھے۔

اب صرف ایک امر رہ جاتا ہے کہ عدالت میں ایک اقرار نامہ داخل کیا۔ مگر کیسے شرم کی بات ہے۔ کہ جو اقرار نامہ محمد حسین نے داخل کیا اور جس پر دستخط کئے اس کا نام امرتسری منکر نہیں لیتا۔ اس معاملہ میں اگر ذلت نصیب ہوئی۔ تو محمد حسین کو۔ کیونکہ اسی نے تو کوشش کی تھی۔ کہ مرزا صاحب کی ضمانت **حفظ امن** کے لئے ہو جاوے۔ جس میں وہ **ناکام و نامراد** رہا۔ اور اس کے متعلق جو اعلان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی وقت شائع کیا تھا۔ وہ حقیقت حال پر روشنی ڈالتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی نے بتا دیا۔ کہ کیا آپ نے پیشگوئیوں اور الہامات کی اشاعت کبھی روک دی تھی۔ جیسا کہ فریق مخالف بیہودگی سے کہتا ہے۔ **المختصر یہ پیشگوئی** پورے شان اور قوت سے پوری ہوئی۔ وللہ الحمد۔

وہ اشتہار یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مُجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السنہ پر عدالت جے۔ ایم **ڈوئی** صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ میں دائر تھا۔ بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر اس کا فیصلہ ہوا۔ کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے۔ کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے۔ کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے۔ کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ۔ اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے اور یہ طریق نہ صرف باہم

مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہئیے" لہذا ایں نہائت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدائت مذکورہ بالا کے پابند رہیں۔ اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدائت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں۔ اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں۔ اس سے کنارہ کریں۔ کسی کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں۔ کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے۔ گو وہ مولوی محمد حسین ہو۔ یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ کو برپا کر سکتے ہیں۔ استعمال میں نہ لاویں۔ اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔ اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ چونکہ اس نوٹس پر اُن کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے اُن پر مقدمہ چلانے سے اُن کو معافی دی ہے۔ لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہل حدیث امرتسری۔ لاہوری۔ لدھیانوی۔ دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں۔ کہ وہ بہ سبب ہدائت صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر اور دجّال اور مفتری اور کذاب کہنے سے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں گے نہ دجّال نہ کذاب۔ نہ مفتری۔ اور نہ گالیاں دیں گے۔ اور قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے۔ اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ وار رہیں گے۔ کہ اُن کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا دیں۔ کہ اگر کوئی بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے۔ تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہو نگے غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا

ہے۔ مولوی محمد حسین کی دلی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہئیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے مونہہ زور لوگوں کو جو اُن کے دوست ہیں۔ بذریعہ اعلان متنبہ کریں کہ اب وہ کافر۔ دجال۔ کذاب کہنے سے باز آجائیں۔ اور دلآزار گالیاں نہ دیں۔ ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لیگی اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع بھی کر چکے۔ کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیشگوئی نہیں کریں گے۔ اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے۔ جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے مونہہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت کسی نے ہماری یہ درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں۔ یہاں تک کہ عدالت کو اب امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا۔ جس کو ہم صلحکاری کے طور سے چاہتے تھے یاد رہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا کہ "وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا۔ کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے میں شیخ محمد حسین اور اُن کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے۔ کہ اپنے مُنہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں۔ کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

پانچویں پیشگوئی

متعلقہ

نشان آسمانی میعادی سہ سالہ

اس پیشگوئی کے متعلق سب سے اول مجھے یہ کہنا ہے کہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار دعائیہ بغرض ظہور نشان صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کیا تھا یہ کوئی پیشگوئی نہ تھی اور نہ اس نشان کی صراحت تھی بجز اس دعا کے کہ کوئی ایسا نشان دکھا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو یعنی منصوبہ انسانی کا اس میں دخل نہ پایا جاوے میں اس اشتہار دعا کو یہاں بلا کم و کاست درج کرتا ہوں :-

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو — کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں — نہیں راہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو — اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کیلئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر قدوس حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں

کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیرے قدرت کے کام کبھی رُک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا۔ اور فرمایا کہ "اُٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا" اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائیگا" اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا ان کو کہدے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں" اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب اُن تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں۔ برکات میں معارف میں تعلیم کی عمدگی میں خدا کی تائیدوں میں خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے"۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا"۔ مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ اور طرح طرح کی دل آزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ "حرام خور لوگوں کا مال کھانے والا وعدوں کا تخلف کرنے والا حقوق کو تلف کرنے والا لوگوں کو گالیاں دینے والا عہدوں کو توڑنے والا اپنے نفس کے لئے مال کو جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے"۔ یہ وہ باتیں ہیں جو خود ان لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں۔ اور ان کا نفس اس بات

کی طرف مائل ہے کہ در حقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں
اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے۔ مگر پھر بھی قبول نہیں
کیا۔ وہ میری جماعت کو نہائت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں
سے جو بدزبانی کرتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔
سوائے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما
جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا
مقبول ہوں اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور
تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدائیتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی اُن
کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں۔ اور
ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں
تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے
ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی
دے کہ جو ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال وجنوب
میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ لیکن اگر اے پیارے مولیٰ میری رفتار
تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحہ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت
اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ میں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا میں
خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔ لیکن میں عاجزی سے اور
حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور
نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید
کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں
کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں
سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان
انسانی ہاتھوں سے کبھی ظہور میں آئے مگر۔ لیکن اس وقت میں اس بات

کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے
بالکل بعید ہو تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے سو اے
میرے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا
ہے تو میرا ہے۔ جیسا کہ میں تیرا ہوں تیری جناب میں الحاح سے دعا کرتا ہوں کہ
اگر یہ سچ ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور اگر یہ سچ ہے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا
ہے تو تو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو پبلک کی نظر میں انسانوں
کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے تا لوگ سمجھیں کہ
میں تیری طرف سے ہوں۔ اے میرے قادر خدا۔ اے میرے توانا اور سب
قوتوں کے مالک خداوندا تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن
اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے
اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکا دیتے ہیں
مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی۔ کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت
ناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ
تو وہ ہے جس کی شان لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو العلی العظیم ہے
جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں۔ ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ
غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت
بھری ہوئی ہو۔۔۔۔۔۔ وہ تو وہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے
نبی تحدی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں اور بڑی بڑی
پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے
سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے۔
اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے
مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے۔ تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ
کے لئے ٹھہر نہ سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ

منظور ہے پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری سنہ ۱۹۰۰ عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ عیسوی تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو اُن لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں۔ تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔ اور جس کو تو نے بھیجا ہے اُس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔ تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبد الحق غزنوی حال امرتسری نہیں مریگا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہو لے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا میں اُن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے اس بات پر زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں۔ اور

اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلحکاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور اُن کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہیگی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل نہ ہو اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ اُن کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔ یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے۔ کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا۔ اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اور اُن کی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راستباز نبیوں کی۔ وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے۔ اور

تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

اس اشتہار کو پڑھ کر حقیقت خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ان تین سال کے اندر سلسلہ عالیہ کی تائید میں جو جو نشانات ظاہر ہوئے اُن کی تفصیل حضرت اقدسؑ کی کتابوں میں آچکی ہے۔ سردست جس نشان کو حضرت مسیح موعودؑ نے منجملہ ان نشانات کے ایک نشان قرار دیا ہے اس کو بعینہٖ حضرت اقدسؑ کے اپنے الفاظ میں دیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شعر

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے — کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے — جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

دس ہزار روپیہ کا اشتہار

یہ اشتہار خدا تعالیٰ کے اُس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیشگوئی کو پورا کریگا یعنی یہ بھی وہ نشان ہے۔ جس کی نسبت وعدہ تھا کہ وہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائے گا اور اس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار اس بات کے لئے بطور گواہ کے ہے کہ اپنے دعویٰ کی سچائی کے لئے کس زور سے اور کس قدر صرف مال سے مخالفین کو متنبہ کیا گیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے موضع مُدّ میں باآواز بلند کہا تھا کہ ہم کتاب اعجاز المسیح کو معجزہ نہیں کہہ سکتے اور میں اس طرح کی کتاب بنا سکتا ہوں اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر مخالف مقابلہ کر سکیں اور اسی مقررہ مدت

میں اسی طرح کی کتاب بنا سکیں تو پھر وہ معجزہ کیسا ہوا۔ اس صورت میں تو ہم صاف جھوٹے ہوں گے لیکن جب ہمارے دوست مولوی سید محمد سرور صاحب و مولوی عبداللہ صاحب ۲۔ نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان میں پہنچ گئے تو چند روز کے بعد مجھے خیال آیا کہ اگر اعجاز المسیح کی نظیر طلب کی جائے۔ تو جیسا کہ ہمیشہ سے یہ مخالف لوگ حیلہ بہانہ سے کام لیتے ہیں۔ اس میں بھی کہہ دیں گے۔ کہ ہماری دانست میں کتاب اعجاز المسیح ستر دن میں تیار نہیں ہوئی۔ جیسا کہ تقریر متعلقہ جلسہ مہوتسو کی نسبت مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ تقریر پہلے بنائی گئی ہے اور ایک مدت تک سوچ کر لکھی گئی ہے۔ پس اگر اب بھی کہہ دیں کہ یہ اعجاز المسیح ستر دن میں نہیں بلکہ ستر مہینے میں بنائی گئی ہے۔ تو اب یہ امر عوام کی نظر میں مشتبہ ہو جائیگا اور میں چند روز اسی فکر میں تھا کہ کیا کروں۔ آخر ۶ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کو میرے دل میں ڈالا گیا کہ ایک قصیدہ مقام مُدّ کے مباحثہ کے متعلق بناؤں کیونکہ بہرحال قصیدہ بنانے کا زمانہ یقینی اور قطعی ہے۔ کیونکہ اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ۲۹۔ اور ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۲ء بمقام مُدّ بحث ہوئی تھی اور پھر دوسری نومبر کو ہمارے دوست قادیان پہنچے۔ اور ۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو میں ایک گواہی کے لئے منشی نصیر الدین صاحب عدالت بٹالہ کی کچہری میں گیا۔ شاید میں نے ایک یا دو شعر راہ میں بنائے مگر ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو قصیدہ توجہ سے شروع کیا اور پانچ دن تک قصیدہ اور اردو مضمون ختم کر لیا۔ اس لئے یہ امر شک و شبہ سے پاک ہو گیا کہ کتنی مدت میں قصیدہ بنایا گیا۔ کیونکہ اس قصیدہ میں اور نیز اردو مضمون میں واقعات اُس بحث کے درج ہیں۔ جو ۲۹۔ اور ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء میں بمقام مُدّ ہوئی تھی۔ پس اگر یہ قصیدہ اور اردو مضمون اس قلیل مدت میں تیار نہیں ہوا اور پہلے اس سے بنایا گیا۔ تو پھر مجھے عالم الغیب ماننا چاہئے۔ جس نے تمام واقعات کی

پہلے سے خبر دی۔ غرض یہ ایک عظیم الشان نشان ہے اور نہائت سہل طریق فیصلہ کا۔ اور یاد رہے کہ جیسا مَیں نے ابھی بیان کیا ہے کہ یہ تمام مدّت قصیدہ پر ہی خرچ نہیں ہوئی بلکہ اس اردو مضمون پر بھی خرچ ہوئی ہے جو اس قصیدہ کے ساتھ شامل ہے اور وہ دونوں بہیئت مجموعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہیں اور مقابلہ کے لئے اور دس ہزار روپیہ انعام پانے کے لئے یہ شرط ٹھہری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے وہ ساتھ ہی اس اردو کا رد بھی لکھے جو میری وجوہات کو توڑ سکے جس کی عبارت ہماری عبارت سے کم نہ ہو اور اگر کوئی ان دونوں میں سے کسی کو چھوڑے گا۔ تو وہ اس شرط کو توڑنے والا ہوگا۔ مَیں اپنے مخالفوں پر کوئی ایسی مشقت نہیں ڈالتا جس مشقت سے مَیں نے حصہ نہ لیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اردو عبارت بھی اسی واقعہ بحث کے متعلق ہے اور اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ان اعتراضات کا جواب ہے جو انہوں نے پیش کئے تھے اس صورت میں کون شک کر سکتا ہے کہ وہ اردو عبارت پہلے سے بنا رکھی تھی پس میرا حق ہے کہ جس وقت خارق عادت وقت میں یہ اردو عبارت اور قصیدہ تیار ہو گئے ہیں۔ مَیں اسی وقت تک نظیر پیش کرنیکا ان لوگوں سے مطالبہ کروں کہ جو ان تحریرات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں اور معجزہ قرار نہیں دیتے اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اتنی مدت تک جو مَیں نے اردو مضمون اور قصیدہ پر خرچ کی ہے اسی قدر مضمون اردو جس میں میری ہر یک بات کا جواب ہو۔ کوئی بات رہ نہ جائے اور اسی قدر قصیدہ جو اسی تعداد کے اشعار و واقعات کے بیان پر مشتمل ہو۔ اور فصیح و بلیغ ہو اسی مدت مقررہ میں چھاپ کر شائع کر دیں تو مَیں ان کو دس ہزار روپیہ نقد دونگا۔ میری طرف سے یہ اقرار صحیح شرعی ہے۔ جس میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا اور جس کا وہ بذریعہ عدالت بھی ایفا کرا سکتے ہیں اور اگر اب مولوی ثناء اللہ اور دوسرے میرے مخالف پہلو تہی کریں اور بدستور مجھے کافر اور دجال

کہتے رہیں تو یہ ان کا حق نہیں ہوگا کہ مناظرہ اور لاجواب ہو کر ایسی چالاکی ظاہر کریں اور وہ پبلک کے نزدیک جھوٹے ٹھہریں گے اور پھر مَیں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ سب مل کر اردو مضمون کا جواب اور قصیدہ مشتمل بر واقعات لکھدیں میں کچھ عذر نہیں کرونگا۔ اگر انہوں نے قصیدہ اور جواب مضمون ملحقہ قصیدہ میعاد مقررہ میں چھاپ کر شائع کر دیا تو مَیں بیشک جھوٹا ٹھہرونگا مگر چاہیئے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر یک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں۔ اس مقابلہ سے تمام جھگڑے کا فیصلہ ہو جائیگا اور انشاء اللہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو مَیں یہ رسالہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ کے پاس بھیجدوں گا جو مولوی سید محمد سرور صاحب لیکر جائیں گے اور اسی تاریخ یہ رسالہ ان تمام صاحبوں کی خدمت میں جو اس قصیدہ میں مخاطب ہیں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دوں گا۔ بالآخر مَیں اس بات پر بھی راضی ہو گیا ہوں کہ ان تمام مخالفوں کو جواب مذکورہ بالا کے لکھنے اور شائع کرنے کے لئے پندرہ روز کی مہلت دوں۔ کیونکہ اگر وہ زیادہ سے زیادہ بحث کریں تو انہیں اس صورت میں کہ ۱۸ یا ۱۹ نومبر تک میرا قصیدہ ان کے پاس پہنچ جائیگا بہرحال ماننا پڑیگا کہ یکم نومبر ۱۹۰۲ء سے نصف نومبر تک ۱۵ دن ہوئے مگر تاہم میں نے اُن کی حالت پر رحم کر کے اتمام حجت کے طور پر پانچ دن اُن کے لئے اور زیادہ کر دیئے ہیں اور ڈاک کے دن ان دنوں سے باہر ہیں۔ پس ہم جھگڑے سے کنارہ کرنے کے لئے تین دن ڈاک کے فرض کر لیتے ہیں یعنی ۱۷-۱۸-۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء ان دنوں تک بہرحال ان کے پاس جا بجا یہ قصیدہ پہنچ جائیگا۔ اب اُن کی اصل میعاد ۲۰ نومبر سے شروع ہوگی پس اس طرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء تک اس میعاد کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائیگی انہوں نے اس قصیدہ اور

اس اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہئے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں۔ لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزار روپیہ کے انعام سے محروم رہیں گے بلکہ دس لعنتیں اُن کا ازلی حصہ ہوگا اور اس انعام میں سے ثناء اللہ کو پانچ ہزار ملیگا اور باقی پانچ کو اگر فتحیاب ہوئے ایک ایک ہزار ملیگا۔ والسلام۔

علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

ناظرین اب اندازہ کر سکتے ہیں کہ اعجاز احمدی سہ سالہ نشان ہی سمجھے ہے۔ اسی **اعجاز احمدی** پر امرتسری منکر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یاد رہے کہ اس نشان کا **ابطال** تب ہی ممکن ہو سکتا تھا کہ

کوئی شخص اس کا جواب عربی اور اردو میں لکھکر شایع کر دیتا

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۲ء سے لیکر آجتک کیا اس رسالہ کا جواب اور اس قصیدہ اعجازیہ کی مثل مخالف لاسکا؟ زمین و آسمان شہادت دے رہے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ باوجود اس عجز اور صرف ہمت کے جو منکرین کے شامل حال ہوئی۔ اب منہ چڑاتے ہیں اور باتیں بناتے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنی خاموشی سے

اعجاز احمدی کے نشان ہونے پر مہر کر دی ہے۔

امرتسری منکر نے اس پر جو اعتراض کیا ہے یا اس نشان کو بخیال خویش باطل کرنے کی راہ اختیار کی ہے۔ اب ہم اس کی پڑتال کرتے ہیں اس لئے اپنے اعتراضات کے اس پیشگوئی کے متعلق دو حصے کئے ہیں۔ ایک حصہ میں عام اعتراضات ہیں اور دوسرے میں علمی نکتہ چینی ہے اس لئے میں ترتیب کا کوئی لحاظ نکرکے جوابات کے لئے بھی دو ہی حصے کرتا ہوں۔

اول۔ عام اعتراضات خواہ وہ کسی حصہ میں ہوں۔

دوم۔ علمی نکتہ چینی کا جواب۔

(حصہ اوّل عام اعتراضات متعلقہ نشان سہ سالہ)

قولہ۔ اب اس کے متعلق میری کارروائی بھی سنئیے۔ میں نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ ۲۹ نومبر کے پیسہ اخبار لاہور میں بھی چھپا تھا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اسی قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کر دیں۔

اقول۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اعلان شائع کیا تھا اس میں تحدی تو یہ ہے کہ اعجاز احمدی اردو اور عربی قصیدہ میعاد مقررہ کے اندر شائع کر دو۔ اگر وہ قصیدہ غیر فصیح یا غلط تھا تو تمہارے لئے اور بھی آسانی تھی کہ تم آسانی کے ساتھ اس پر فتح پا سکتے تھے اور علاوہ بریں وہ اغلاط بھی بطور ضمیمہ شائع کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ بحث کرنا کہ پہلے غلطیوں کو درست کر دو۔ ہر دانشمند کے نزدیک **قابل شرم** حیلہ ہے جو امرتسری منکر نے اختیار کیا۔ زانو بزانو عربی نویسی کے لئے اس سے پہلے کئی مرتبہ تحدی کی جا چکی تھی اُس وقت تمہیں اور تمہارے سے اگلے سگوں کو سانپ سونگھ گیا اور ہند و پنجاب کے علماء باوجودیکہ اُنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے ساتھ جس کو چاہیں ملا لیں۔ مگر اُنہیں حوصلہ ہی نہیں ہوا۔ اور آجتک اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ **داغ** ندامت ان کے چہرہ پر رہیگا اور جب اس سے پہلے تمہارے روحانی باپ وغیرہ بھی عربی کچالو لکھنے کے سوا مقابلہ میں نہ نکل سکے تو تمہاری کیا مجال تھی۔

میں اس امر کو کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس حال میں بقول امرتسری منکر اس قصیدہ میں اغلاط ہیں اور گویا وہ فصاحت کے درجے سے گرا ہوا ہے اور اعجاز اپنے اندر نہیں رکھتا تو ایسے قصیدہ کے مقابلہ میں فصیح قصیدہ پیش کرنا تو بدرجہ اولیٰ آسان ہے۔ اور کھیانی کے لئے اصل طریق ہے لیکن جب ایسے قصیدہ کا مقابلہ بھی وہ نہیں کر سکتے تو

تو اس سے بڑھ کر عجز کیا ہوگا؟ اور یہی اعجاز ہے

غرض قطع نظر اس کے کہ ان کی پیش کردہ غلطیاں درست ہیں یا غلط اس کے مقابلہ سے عاجز آجانا زبردست اعجاز ہے۔ پھر دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کے لئے اس وقت اعلان کیا تھا؟ اس کا جواب صاف الفاظ میں یہی ہے کہ نہیں۔ تو جب وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر مقابلہ نہیں کرسکتے تو اعجاز احمدی کی وقعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور مخالف کا عجز اور بھی ثابت ہوتا ہے بقول

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

گھر میں بیٹھ کر انہیں حق تھا کہ وہ سب کے سب مل کر یا فرداً فرداً اس کا جواب لکھ کر شائع کردیتے مگر وہ عاجز رہے اگر مسیح موعودؑ نے گھر میں بیٹھ کر قصیدہ لکھا ہے۔ تو انہیں بھی گھر ہی میں بیٹھ کر لکھنے کی اجازت دی ہے کسی امر نے ان کو ان سے مقابلہ نہیں کیا۔ تعجب ہے کہ جو لوگ پہلو بہ پہلو بیٹھ کر عربی نویسی کے مدعی ہیں وہ گھر میں بیٹھ کر دوسروں کی مدد کے باوجود کچھ نہیں کرسکتے یہ تیسرا اعجاز حضرت مسیح موعودؑ کا ہے کہ اس کی توجہ سے

دشمنوں کی توجہ صرف اور ہمت سلب ہوجاوے

یہ کہنا تو شرمناک جھوٹ ہے کہ **مخالف کو آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں۔** کیونکہ کتاب خود مہلت کو ظاہر کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ذکر اشتہار میں کر بھی دیا ہے۔ کہ ۲۹ اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مباحثہ تھا اور ۲ نومبر کو ہمارے دوست واپس آئے۔ اور ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے شروع کرکے ۱۶ نومبر تک چھاپ کر شائع کردیا۔ یہ کہنا کہ ایک نامعلوم وقت اس کے لئے صرف ہوا۔ حماقت ہے اس لئے کہ اس میں مباحثہ مُدّ کے واقعات ہیں۔ پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ پہلے سے لکھا گیا تھا۔ اگر پہلے سے لکھا گیا تھا تو پھر یہ اور بھی معجزہ ہوا کہ قبل از وقت واقعات کو لکھ دیا

غرض

قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں یہ جواب محض لغو اور بے تعلق ہے کہ پہلے غلطیاں بیان ہوں۔ پھر مجلس میں زانو بہ زانو لکھا جاوے۔ وجوہ اعجاز جو اتمام حجت میں لکھے تھے۔ وہ صاف تھے کہ پانچ دن کے اندر ایسا قصیدہ اور اسی قدر اردو عبارت اعجاز احمدی کے جواب میں چھاپ کر

شائع کردو اور دس ہزار انعام لو۔ اور کوئی شرط نہ تھی مگر یہ لوگ مقابلہ سے عاجز رہے اور یہی

اس کے اعجاز ہونے کا ثبوت ہے

قولہ علاوہ اس کے ہم نے مانا کہ مرزا جی کا یہ قصیدہ ایسا معجزہ ہے کہ اس کے مقابلہ سے کل دنیا (پانچ روز میں بنانے سے) عاجز ہے تو یہ معجزہ تو ان کو (بقول مرزا جی) اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل ہے ۱۳۱۱ھ ہجری سے آپ مختلف تصانیف کو بطور معجزہ ذکر یقیدہ بتاتے آئے ہیں۔ رسالہ نور الحق۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ وغیرہ رسائل شاہد عدل ہیں۔ نیز ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار میں آپ نے صاف لفظوں میں لکھا ہے۔ کہ مجھے دس سال سے زیادہ [illegible] ایسا اعجاز نمائی کتاب [illegible] معجزہ جو نشان اور معجزہ اس پیشگوئی سے تین سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے اسی کو لئے دانت پیس پیس کر خدا سے طلب کرنا تحصیل حاصل نہیں تو کیا ہے؟

اقول۔ مجھے امرتسری منکر کے متعلق یہ یقین ہوتا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے اعجاز اور منجانب اللہ ہونے کا ضرور منکر ہے۔ ورنہ وہ اس قسم کے اعتراض کیوں کرتا ہے۔ **قرآن مجید کے** اعجاز کو تحدی کے رنگ میں ایک بار پیش کردینا کافی تھا۔ پھر تمہاری منطق کے موافق بار بار جو اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں اس کی تحدی کو پیش کیا **یہ تحصیل حاصل تھی؟**

آپ جو جواب اس کا دیں۔ وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ عقل کے اندھے معترضین نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو انبیاء علیہم السلام یا خدا کی کتابوں پر عائد نہ ہوسکتی ہو۔

غرض ایک ہی قسم کے نشان کا بار بار ظاہر ہونا اس نشان کی قوت اور طاقت کو بڑھاتا ہے۔ علاوہ بریں ان تحدیوں میں بعض کی میعاد زیادہ تھی جیسے **اعجاز المسیح ستّر دن** میں تیار ہوا اور یہاں اللہ تعالیٰ نے **پانچ ہی دن** میں وہ وہ فصاحت کے دریا بہا دیئے کہ اس کی مثل لانے سے سب عاجز ہوگئے۔ اور نو اور عربی قصیدے کے علاوہ اس اردو حصہ کی مثل سے بھی عاجز ٹھہرے۔ پس یہ اس نشان کی جداگانہ شان ہے۔ جس میں اسقدر کم عرصہ کے اندر (یعنے پانچ دن میں) اردو اور عربی کا ایک اعجازی رسالہ لکھا گیا اور

چھپ کر شائع ہو گیا اور اس وقت تک اس کے جواب کی توفیق نہ ملی چہ جائیکہ مدت معینہ بیس روز میں شائع ہوتا۔

قولہ علاوہ اس نشان کی تعریف میں تو یہ بھی داخل ہے کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہو۔ حالانکہ اس قصیدہ کے لکھنے میں انسان کے ہاتھوں کو دخل ہے۔

اقول۔ اعتراض کرتے کرتے امرتسری منکر کی مت ماری گئی ہے۔ ورنہ وہ ایسی بیہودگی کا اظہار نہ کرتا۔ وہ اتنا نہیں جانتا کہ **آسمانی نشان** سے ہمیشہ یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ اٹل ہوتا ہے کیا انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر جو نشانات صادر ہوتے ہیں۔ وہ **آسمانی نشان** نہیں ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدا جو تلوار سے ہلاک ہوئے۔ کیا وہ **آسمانی نشان** نہ تھا؟ اور کیا تمہاری منطق کے موافق وہ ہاتھ کے تعلق سے باہر تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو نشان ید بیضا دیا گیا۔ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ مگر کیا وہ آسمانی نشان نہ تھا؟ ارے احمق! انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے اتباع اور نواب کے ہاتھوں پر جن نشانات کا صدور اعجازی رنگ میں ہوتا ہے وہ سب **آسمانی نشان** ہوتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ پھر انسانی ہاتھوں سے کیوں نہیں بالاتر کہا جاتا ہے اس کا سر یہ ہے کہ کوئی انسان قادر نہیں ہو سکتا کہ اس کے مقابلہ میں پورا اتر سکے۔ قرآن مجید کیا آسمانی کتاب نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے (گو اعتقاد ثنائی میں نہ ہو) مگر وہ انہی ہاتھوں نے لکھی ہے۔ باایں وجہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ اس لئے کہ کوئی انسانی ہاتھ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اب اسی کلیہ پر اعجاز احمدی کے نشان کو دیکھو۔ اگر یہ آسمانی نشان نہیں۔ اور تمہارے خیال کے موافق یہ انسانی ہاتھوں کا نتیجہ ہے تو بڑے ہی نادان ہیں **وہ انسان جو اس کا مقابلہ نہیں کرتے۔**

تمہارے ہاتھ کیا اس کے مقابلہ میں **تبت یدا ابی لہب** کے مصداق نہیں بن گئے؟ تم نے آپ دکھا دیا کہ یہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ نہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو کام

انسانی عقل۔ فکر اور طاقت کے اندر ہے اسے زید تو کر سکے مگر بکر نہ کر سکے۔

کیونکہ یہ مسلم مسئلہ ہے کہ جس چیز کو محض **قویٰ بشریہ** نے بنایا ہے اس کا بنانا بشری طاقت سے باہر نہیں ورنہ کوئی بشر بھی اس کے بنانے پر قادر نہ ہو سکتا۔ جب تم ایک کلام کو انسانی طاقت اور فکر کا نتیجہ کہتے ہو تو دوسرے الفاظ میں تم نے تسلیم کر لیا کہ بشری طاقتیں اس کلام کو بنا سکتی ہیں۔ اور جس حالت میں بشری طاقتیں اس کو بنا سکتی ہیں۔ تو پھر وہ بے نظیر کیونکر ہو گی؟ حالانکہ تم نے **عملی** طور پر دکھا دیا کہ

تم اس کی مثل لانے سے عاجز ہو

پس یہ تو سراسر پاگلوں اور سودائیوں کی سی بات ہوئی کہ پہلے ایک چیز کو اپنے ہی منہ سے **قویٰ بشریہ** کی بنائی ہوئی تجویز کیا اور پھر آپ ہی عملی طور پر کہہ دیا کہ اب قویٰ بشریہ اس کی مثل لانے سے عاجز ہیں۔ اس مجنونانہ قول کا خلاصہ یہ ہوگا۔ کہ

قویٰ بشریہ ایک چیز کے بنانے پر قادر ہیں اور نہیں

اور دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم ان بشری قوتوں کا مالک یقین کر لو۔ اور اپنے آپ کو

انسان نہیں بلکہ گدھے تسلیم کر لو

تب تمہاری مخلصی ہو سکتی ہے ورنہ تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ فی الواقع یہ **آسمانی نشان ہے اور انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہے۔**

یہ ہیں امرتسری منکر کے عام اعتراضات۔ ان کے جوابات پڑھ لینے کے بعد انکار کرنا فی الحقیقت **ملعون اور بے دین کا کام ہے**۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایسا ہی آیا ہے من اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا او كذب بآياته۔

آیات اللہ کا مکذب سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے اور لعنت اللہ علی الظالمین

قرآن مجید میں وارد ہے۔ پس ہم بھی ثنائی فتویٰ پر اب صاد کرتے ہیں۔

ان عام اعتراضات کے بعد ان ثنائی اعتراضات کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ جو **قصیدہ اعجازیہ پر علمی نکتہ چینی** کے رنگ میں کئے گئے ہیں۔

اعجازی قصیدے کی میعاد اعجاز کی مخالف ہے

قصیدہ اعجازیہ پر علمی اعتراضات کے سلسلہ سے پہلے ثناء اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلا امر اس کے اعجاز کا مبطل یہ ہے کہ پانچ دن کی میعاد کیوں رکھی گئی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

قولہ۔ آپ تو اس کا نام اعجازیہ رکھتے ہیں جس کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ فصاحت و بلاغت کے ایسے اعلیٰ مرتبہ پر ہو۔ کہ کوئی شخص اس جیسا نہیں لکھ سکتا۔

مگر غور سے دیکھا جاوے تو خود آپ کو بھی اس اعجاز کا یقین نہیں۔ بھلا اگر یقین ہوتا۔ تو پانچروز کی مدت کی کیوں قید لگاتے کیا قرآن شریف کے اظہار اعجاز کے لئے بھی کوئی تحدید ہے کسی آیت تحدی میں کفار مخاطبین سے کہا گیا ہے کہ اتنے دنوں میں یا اتنے مہینوں میں مثل لاؤ گے تو مقابلہ سمجھا جائیگا اور اگر اتنے دنوں سے زائد ایام گذرے تو ردی میں پھینک دیا جائیگا (اعجاز احمدی صفحہ آخر)

اقول۔ اس اعتراض کی آخری سطر جس پر اعجاز احمدی کے صفحہ آخیر کا حوالہ دیا گیا ہے اپنے مضمون کے لحاظ سے محض افترا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مدت مقررہ کے بعد پیش کرنے والوں کے مسودہ کو ردی میں پھینک دیا جائیگا۔ اور کیا کسی نے پیش کیا جس پر توجہ نہ ہوئی۔ غرض بیس دن کے بعد توجہ نہ کرنے یا ردی میں پھینک دینے کا تو کوئی اعلان نہیں۔ ہاں! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیس دن کی میعاد دی گئی تھی۔

آپ نے لکھا ہے کہ قصیدہ اعجازیہ تب اعجازی ہوتا کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ایسے مرتبہ پر ہوتا کہ کوئی شخص اس جیسا لکھ نہ سکتا۔

بہت خوب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اسی صورت میں اعجازی ہو سکتا تھا کہ کوئی اس جیسا لکھ نہ سکتا۔ مگر دین و دیانت سے کہو کہ

کس نے اس جیسا لکھا؟

اور کب پیش کیا کہ یہ قصیدہ اعجازیہ کا جواب ہے۔ خود تم بتاؤ اور تمہارے امثال و اقران

نے یہ تو کہا کہ ہم لکھ سکتے ہیں مگر لکھ کر تو نہ دکھایا یہ تو کفار عرب کی سی بات ہے کہ انہوں نے بھی قرآن مجید کی تحدی سن کر کہا تو یہی کہا لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین یعنے اگر ہم چاہتے تو ہم بھی قرآن مجید کی مثل کہہ دیتے۔ یہ ہے ہی کیا پہلے لوگوں کی داستانیں ہی تو ہیں۔

جب اس قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں کسی کو کچھ بھی پیش کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ تو تمہارے ہی مسلّمہ بیان کے موافق اس کے اعجازی قصیدہ ہونے میں کیا شک رہا۔ یہ تم پر اقبالی ڈگری ہے۔ اور

ہر کہ شک آرد کافر گردد

پس سنو! الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔

اب اس کے بعد تمہارے اس شبہ کا جواب دیا جاتا ہے کہ اگر اس کے اعجاز ہونے کا یقین ہوتا۔ تو پانچروز کی قید کیوں لگائی؟

اوّل تو یہ ثابت کرنا تمہارا فرض تھا کہ ہم نے کبھی تسلیم کیا ہو کہ مدت معینہ کے بعد وہ اعجاز نہیں رہیگا؟ **دوم**۔ پانچروز کی نہیں بلکہ بیس روز کی میعاد ہے۔ خود پانچ روز میں یہ سب کچھ تیار کیا اور تمہارے جیسے منکرین کو بیس دن کی مہلت دی۔ جو اس کے اعجاز پر کامل یقین اور بصیرت کی دلیل ہے۔

رہا یہ امر کہ مدت کیوں مقرر کی؟ اگر مدت مقرر نہ کی جاتی تو اس نشان کے متعلق عام التباس ہو جاتا اور ایک کیّاد دشمن ہر وقت کہ سکتا تھا کہ ابھی ہم نے توجہ نہیں کی۔ کوئی میعاد تو مقرر ہے ہی نہیں جب موقع دیکھیں گے لکھدیں گے اس سے حق مشتبہ ہو جاتا اور عوام ایک مغالطہ اور دھوکہ میں پڑ جاتے۔ مگر میعاد مقرر کرنے سے اس اعجاز کا کمال ظاہر ہو گیا کہ خود تو پانچ دن میں لکھیں اور منکرین کو ۲۰ دن میں مثل لانے کی اجازت دیں۔ اور اس پر بھی وہ جس کو چاہیں ساتھ ملا لیں گویا فرداً فرداً لکھیں یا سب کے سب مل ملا کر لکھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی طاقتوں کو سلب کر لیتا اور ان کی ہمتوں کو است ہمت پھیر دیتا ہے اور بالآخر وہ سب کے سب ... تکتے رہ جاتے ہیں۔

غرض بیس روز کی میعاد مقرر کرنے میں یہی سِر ہے کہ ایک وجہ اعجاز عوام کے لئے یہ میعاد بھی ہے کیونکہ عوام اعجاز فصاحت۔ عبارات اور بلاغت کلام کو کب سمجھ سکتے ہیں اور چونکہ تبلیغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ عوام و خواص کی طرف ہے۔ لہذا عوام پر بھی حجت قائم کرنا ضروری ہے اور وہ اس میعاد سے بخوبی ہو سکتی ہے یعنی ایک ایسی میعاد مقرر ہو کہ طاقت انسانی سے ۱۳ میں مقابلہ ہو سکے اور یہاں تو اپنی میعاد سے چار گنی میعاد دیدی اور اس عرصہ میں وہ اعجاز ثابت ہو گیا اس سے یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ بعد انقضائے میعاد وہ اعجاز نہ رہیگا یہ محض غلط ہے۔

قولہ۔ پھر طرفہ یہ کہ پانچ روز کی تصنیف کے قلمی مضمون سے جو مصنف کی اصل لیاقت کا معیار ہے کوئی شخص مرزا جی کو جیت نہیں سکتا۔ بلکہ اس معجز نمائی میں لکڑی اور لوہے کو بھی دخل ہے کہ وہ مضمون کو چھاپ کر کتاب تیار کر کے حضرت کی خدمت میں پہنچا دے جس سے یہ مراد ہے کہ نہ کسی مولوی صاحب کے ہاں مرزا جی کی طرح پریس اور منشی گھر کے ہوں گے اور نہ کوئی آپ سے مبلغات لے سکیگا کیا ہی معجزہ ہے کہ پریس کے کام کو بھی معجزہ کا جزو بنایا جاتا ہے تاکہ اگر کسی صاحب میں ذاتی لیاقت ہو بھی تو بوجہ اس کے کہ اس کے پاس پریس کا انتظام ایسا نہیں کہ قادیانی پریس کی طرح صرف مرزا جی کا کام کرتا ہو۔ تو بس اس کی لیاقت بھی ملیا میٹ اور ضائع اور برباد ہے۔

اقول۔ اس اعتراض سے نادان امرتسری اور اس کے اقران و امثال کی کم ہمتی کے ساتھ بے بسی اور تہیدستی عیاں ہے۔ اسی اعجاز احمدی میں امرتسری منکر کے متعلق عام ملاؤں کی طرح کفن اور وعظ گوئی پر گذارہ لکھا گیا تھا تو رنج ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صاف طینتی سے ثناء اللہ کے کہنے کے موافق اس کی اصلاح کر دی تھی اس وقت امرتسری نادان اپنی اولوالعزمی اور تمول کی گویا ڈینگ مارتا تھا۔ مگر مندرجہ بالا اعتراض میں جو بے بسی اور تہیدستی کی تصویر ہے۔ ساری شیخی کرکری ہو گئی۔

بہرحال اس میں کیا کلام ہے کہ خدا کے راستبازوں اور ماموروں کی تائید میں جب نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ تو ان کے تائیدی نشانوں میں ہر قسم کے سامان کا میسر

آجانا بھی اعجاز ہوتا ہے اور مخالفین منکرین کو اس قسم کے سامان کا نہ ملنا اس امر کا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت ان کے ساتھ نہیں۔ بلکہ عجز اسباب کے نہ مہیا ہونے کو ہی کہتے ہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **فتح بدر** اور **فتح مکہ** کے نشانات میں تلوار بھی ایک جزو اعجاز ہے۔ اور اس سے ان نشانات کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا تو **اعجاز احمدی** میں پریس کی شمولیت سے کیوں نقص وارد ہوتا ہے۔ بلکہ یہ تو اور بھی عظمت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام سامان

اپنے مامور کے لئے مسخر کر دیئے۔

اور

اس کے منکروں سے توفیق کو چھین لیا۔

اس قدر ضمنی اعتراضوں کے بعد اب امرتسری فاضل کے علمی اعتراضات کو بھی سنئے۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تحدی جب پیش کی گئی تو اس پر بھی عقل اور قلب کے اندھوں نے اسی قسم کے اعتراض کرنے شروع کر دیئے اور ابتک ایسے لوگ چلے جاتے ہیں۔ جو اپنی حماقت سے اس قسم کے حملے قرآن مجید پر کرتے ہیں۔

مثلاً۔ (۱) بعض نادانوں نے قرآن مجید کی فصاحت پر اعتراض کر دیا۔ فصاحت کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کوئی لفظ غریب نہ ہو۔ مگر غرائب القرآن کو نیکر کہدیا کہ دیکھو یہ لفظ غریب ہے۔

(۲) بعض احمقوں نے قرآن کریم کے الفاظ پر من حیث اللفظ اعتراض کر دیا کہ مقالید جمع اقلید کی ہے اور یہ کلید کی معرب ہے اور عربی ہیئت کے خلاف کہا۔

(۳) اور بعض نے ثناء اللہ کی طرح کہدیا کہ ان ھذان لسٰحران میں ھذان غلط ہے ھذین چاہیئے۔

(۴) بعض نے تناقض اور اختلاف دکھانا شروع کیا۔

(۵) بعض نے آیات متشابہات کو گول مول کہدیا ہے۔ غرض اس قسم کے بہت سے اعتراض کر دیئے ہیں اور ایسے احمق ابتک موجود ہیں۔

ان اعتراضات کے جوابات بارہا دیئے گئے ہیں مگر پھر بھی حماقت کسی کی میراث نہیں ہے اب ثناءاللہ نے اسی طرح کے اعتراضات قصیدہ اعجازیہ پر کر دیئے ہیں۔

میں ان کا اجمالی جواب دونگا۔ وباللہ التوفیق۔

قولہ اب ہم آپ کے قصیدہ اعجازی کا عجز بتاتے ہیں۔ آپ کے قصیدہ میں ہر قسم کی غلطیاں ہیں۔ صرفی۔ نحوی۔ عروضی وغیرہ۔ آپ کے قصیدہ کا مجری (حرکت روی) ضمہ ہے۔ حالانکہ مندرجہ ذیل اشعار میں اقوا لازم آتا ہے یعنی آخیر کی حرکت بجائے ضمہ کے کسرہ ہو جاتی ہے اور اقوا سخت عیب ہے۔ محیط الدائرہ میں ہے ان تغیر المجری الی حرکۃ قریبۃ کما اذا بدلت الضمۃ کسرۃ والکسرۃ ضمۃ فھو عیب فی القافیۃ یسمی اقوا۔ اور عروض المفتاح میں ہے عیب اختلاف الوصل ویسمی مثل منزلی مع منزلی اقوا ومثل منزلا مع منزلی اصرافا وھو عیب"

اقول یہ بڑا اعتراض ہے جو امرتسری منکر نے اپنی فضیلت کے گھمنڈ میں کیا ہے اور اس کے بعد چند شعر دیئے ہیں جن میں اس کے خیال کے موافق اقوا یا اصراف کی وجہ سے عیب واقعہ ہوا ہے۔

امرتسری منکر نے اپنے اعتراضات کو موکد کرنے کے لئے محیط الدائرہ اور عروض المفتاح کے حوالے بھی دیئے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نظر ان کتابوں سے پرے نہیں جاتی اور اس علم عروض وقوافی کے متعلق مبسوط اور مفصل کتابیں اس نے نہیں پڑھی ہیں اس لئے میں بھی بڑی کتابوں کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ معمولی کتابوں سے ہی اس کو جواب دیتا ہوں۔

رسالہ عروض با قافیہ میں صفحہ ۳۴ پر عیوب القافیہ کے سلسلہ میں اقوا کی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ھذہ العیوب واجبۃ الاجتناب غیر الاقوا فانہ جائز

اور اس کی تائید میں بعض شعر بھی لکھے ہیں۔

اور کبیر الوشاح شرح عروض المفتاح میں لکھا ہے کذالک مذھب یونس وسیبویہ

فیشمل الاصراف۔ ایضا قال ابن القطاع اما المرفوع مع المجرور فکثیر اجداً ...... وجوزہ ابن جنی مع استقباحہ وھو مع کثرتہ حتی قال الاخفش لا یکاد یسلم منہ الشاعر۔

اب اخفش جیسا عظیم الشان امام تو لا یکاد یسلم منہ الشاعر کا فتویٰ دیتا ہے۔ مگر امرتسری منکر جیسا بزُ اخفش اس سے انکار کرتا ہے پس جب اتنے بڑے مسلّم استاد اور امام فن اسے جائز اور راست کہتے ہیں تو امرتسری منکر کے اعتراضات کی جو اس قبیل کے ہیں کیا وقعت رہی

قصیدہ اعجازیہ میں معنوی سقم

امرتسری منکر کی دستار فضیلت تار تار ہو چکی ہے مگر اس کی شوخی اور بے حیائی ابھی باقی ہے۔ قصیدہ اعجازیہ کے چند اشعار پر معنوی سقم کا اعتراض بھی اس نے کیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے ان اعتراضات کی حقیقت کو بھی طشت از بام کر دیا جاوے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ شخص باوجود فضیلت کی ڈگری حاصل کرنے کے بھی

چار پائے بر و کتابے چند

کا مصداق ہے اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعجاز ہے کہ آپ پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی قابلیت بھی کھو بیٹھا۔ سنو! اور غور سے سنو!!

قولہ (صفحہ ۴ شعر ۹)

فسل ایھا القاری اخاک ابا الوفا لما یخدع العمقاء وقد جاء منذرا

عام مخاطب کو جس میں اپنی جماعت کے افراد ناقصہ اور کاملہ بھی داخل ہیں ابوالوفا کا بھائی یعنی مثیل بنایا ہے ابوالوفا کو خدع سے موصوف کیا ہے حالانکہ ایھا القاری بحیثیت عموم کے خداع سے موصوف نہیں ہو سکتا۔

اقول صحیح ہے مامور من اللہ کی مخالفت علم وعقل کو سلب کر لیتی ہے اور ایمان کو بھی زائل کر دیتی ہے۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ یہ سلسلہ منہاج نبوۃ پر واقع ہوا ہے اور کوئی اعتراض اس سلسلہ پر نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان خدا ترس اور تقوی اللہ سے لبریز دل رکھتا ہو۔ اس احمق نے یہ اعتراض

توکردیا کیا یتھا القاری بہ حیثیت عموم کے خدع سے موصوف نہیں ہو سکتا اور چونکہ شعر میں ابوالوفا کا بھائی اسے قرار دیا ہے اس لئے ہونا پڑیگا اور یہ اس کے خیال میں معنوی سقم ہے بہت خوب! اگر اس طرح پر یہ معنوی سقم واقعہ ہوتا ہے۔ تو کیوں حضرت خدا تعالیٰ کی حمید مجید اور فصیح بلیغ کتاب کی نسبت آپ کیا کہیں گے۔ جہاں فرمایا والی عاد اخاھم ھودا۔

کیا نعوذ باللہ حضرت ھود علیہ السلام عادیوں کے خواص اور صفات سے متصف تھے۔ یا انہیں بلحاظ ان کے افعال ان سے کوئی نسبت ہی نہ تھی؟ کہاں خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ مامور اور رسول اور کہاں ایک نابکار خدا سے قطع تعلق کرنے والی قوم۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

مگر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح پر کلام کرتا ہے اور خطاب کرتا ہے یہاں حضرت ھودؑ کو جو عادیوں کا بھائی کہا ہے تو عمومیت کے لحاظ سے ان کے صفات کو۔ ساتھ نہیں لیا اسی طرح پر قرآن مجید میں کثرت سے یہ اخوت بیان ہوئی ہے۔ سورہ ھود میں نکال کر دیکھو تو معلوم ہو لیکن اگر قرآن کریم سے محبت اور دلچسپی ہوتی اور الٰہی لٹریچر سے واقفیت ہوتی۔ تو دانی سے یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔ امرتسری منکر کے نزدیک یہ معنوی سقم جب قرآن مجید میں بھی ہے۔ تو پھر اگر حضرت مسیح موعودؑ کے اعجازی کلام میں ہوا تو کچھ ہرج نہیں۔

مگر اس کا نام معنوی سقم رکھنا **لعنتی** کا کام ہے۔ کوئی **دیندار** اور **غیور مسلمان** اس کو سن نہیں سکتا۔ پس ہم تو اس کا نام **اعجاز** رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ **اعجازی** کتاب ہے کے طرز بیان پر واقع ہوا ہے۔ اور چونکہ قصیدہ اعجازیہ قرآن مجید ہی کے اعجاز کے اثبات کے لئے ہے اس لئے ضروری امر ہے کہ وہ اسی طرز پر واقع ہو۔ قرآن مجید کے اعجاز پر بھی (منکروں) نے اعتراض کئے ہیں۔ اگر اعجازی قصیدہ پر اسی طرز کا اعتراض کردیا گیا تو کیا تعجب۔ مگر امرتسری منکر کو اب حقیقت معلوم ہوگی کہ اس کی قلم کا نیزہ کہاں چلا ہے؟

بہتر ہے وہ اس قسم کی بیہودگیوں سے توبہ کرے۔

قولہ صفحہ ۱۱۹ شعر (۹)

وان قضاء اللہ ما یخطئ الفتی　　لہ خافیات لا یراھا مفکر

لا یراھا کا فاعل مفکر کو بنایا ہے حالانکہ مفکر کا کام رویت نہیں بلکہ فکر ہے اور اگر افعال قلوب سے کہیں تو دوسرا مفعول ندارد ہے جو ضروری ہے۔

اقول آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز　　کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

اس قسم کا اعتراض بھی وہ شخص کرسکتا ہے جو نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور اسلوب فصاحت سے ناواقف ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اول درجے کو دن اور کوڑ مغز ہو۔

پہلا جواب اگر امرتسری منکر علم القوٰی سے کچھ بھی واقف ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ قوت متفکرہ کے کام کرنے سے پہلے حواس خمسہ ظاہری میں سے کسی ایک کا کام کرنا ضروری ہے اور جو علوم صحیحہ حاصل ہوتے ہیں۔ وہ حاسہ کے بعد سب سے اول **رویت** سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کو مشاہدہ صحیحہ کہتے ہیں۔ انسان ایک امر کو دیکھتا ہے۔ پھر اس کے متعلق **قوت متفکرہ** اپنا کام شروع کرتی ہے۔ گویا مفکر کو پہلے رویت سے کام لینا پڑتا ہے اس لئے اس لحاظ سے یہ شعر کوئی معنوی سقم نہیں رکھتا۔ بلکہ واقعات کی حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

دوسرا جواب اگر علم اللسان سے کچھ بھی مذاق ہوتا تو لغت میں انہیں معلوم ہوتا **الرویۃ ادراک المرء**۔ یعنی رویۃ کہتے ہیں۔ انسان کے ادراک کو اب ادراک کئی طرح سے ہوتا ہے۔ اول حاسہ کے ساتھ۔ دوم وہم اور خیال کے ساتھ۔ سوم **فکر کے ساتھ** اور اس کی مثال قرآن مجید سے دی ہے انی اری ما لا ترون (سورۃ انفال رکوع ۶) اب یہاں صاف طور پر رویت **بالفکر** ہے اس سے بڑھ کر اس شعر کی خوبی اور **ادبی عظمت** کا اور کیا ثبوت ہوگا۔

تیسرا جواب مولوی فاضل اگر اس شعر کے اس ترجمہ پر بھی غور کرتا جو اصل شعر کے نیچے دیا گیا ہے تو اسے اس قسم کا اعتراض کرتے ہوئے شرم آجاتی اگر اس وقت غور نہیں تو اب غور کرو۔

وان قضاء اللہ ما یخطئ الفتی　　لہ خافیات لا یراھا متفکر

ترجمہ۔ اور خدا کا حکم مرد راہ کو بھولتا نہیں　　اس کے لئے پوشیدہ راز ہیں کہ کوئی فکر کرنے والا ان کو دیکھ نہیں سکتا

یہ شعر کیسا صاف تھا مگر

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب

شعر کا ترجمہ خود بتا رہا ہے کہ یہاں وہ رویت مراد ہے۔ جو اہل فکر کو ہوتی ہے نہ رویت **بالعین**

چوتھا اور آخری جواب

اگر الفاظ کے ساتھ ان کی خارجی اور ظاہری مفہوم علی العموم مراد ہوتے ہیں۔ تو پھر تو ہر ایک زبان کی لٹریری خوبیوں کا ستیاناس ہو جاوے چہ جائیکہ عربی جیسی زبان جو اپنی وسعت کے لحاظ سے ایک سمندر ہے جس میں استعارات اور کنایات کا ایک دریا امڈا چلا آتا ہے۔ سرِ ہوش اور پائے **عقل** جب کہا جائے تو امرتسری منکر اپنے استاد وزیر آبادی کی طرح فوراً کہدیں گے کہ ہوش کی کھوپری اتنی بڑی ہے اور اس پر البرٹ فیشن کے بال ہیں یا امرتسری تراش کے۔ افسوس اتنا بھی علم نہ رہا۔

قرآن مجید میں اس کی بے انتہا مثالیں ملینگی۔ چند میں یہاں بھی دیتا ہوں اگر امرتسری فاضل کا یہ اعتراض اس شعر پر ہو سکتا ہے۔ تو ضرور وہ قرآن مجید کو بھی اپنے مخترعہ اصول کے موافق غیر فصیح کہدیگا۔

(۱) قرآن مجید سورۃ کہف میں ہے۔ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ۔ اب امرتسری اصول فصاحت کی بنا پر چونکہ سورج کا کام **قرض** نہیں۔ اس لئے یہ آیت غیر فصیح اور معنوی سقم اپنے اندر رکھتی ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

(۲) پھر ایک جگہ فرمایا وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ امرتسری قاعدہ فصاحت سے یہ آیت بھی فصاحت سے گر جائیگی (نعوذ باللہ) کیونکہ **صبح** کا کام تنفس نہیں بلکہ فلق یا انتشار ہے۔

(۳) عذاب یوم عقیم بھی (نعوذ باللہ) غلط ہوگا کیونکہ امرتسری قاعدہ کے رو سے عقیم یوم کے مناسب نہیں۔

(۴) وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ میں تمہارے قاعدہ کے موافق بڑا بھاری معنوی سقم ہوگا۔ کیونکہ غضب کا کام سکوت نہیں۔ اسی طرح پر قرآن مجید میں بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ ان آیات کا جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ الفاظ سے ظاہری مناسبت نہیں رکھتا۔

اب میں ان فعل **رؤیت** کی چند مثالیں دے کر دکھانا چاہتا ہوں کہ وہاں **رؤیت بالعین** مراد ہی نہیں ہے اور نہ وہ واقعہ اس وقت سامنے ہے۔

(۱) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ۔ اب کوئی دانشمند بتائے کہ کیا یہ واقعہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم یا عام مخاطب کے سامنے ہوا ہے؟ تسلیم کرنا پڑیگا کہ نہیں۔ پھر دیکھو۔ قرآن مجید نے اس کو استعمال کیا اور اس واقعہ کو ایسے طور پر بتایا ہے کہ گویا ابھی ہوا ہے۔

(۲) أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ اب بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے دیکھا ہے۔ جب وہ سایہ کو لمبا کرتا ہے۔ علاوہ بریں سایہ کی حرکت اور سکون پر بھی بڑی بحث ہوئی ہے۔ غزالی نے المنقذ من الضلال میں ایک خاص بحث حسیات پر کی ہے مجھے یہاں اس بحث کو لکھنا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ کس طرح پر ظاہری مفہوم کا ترک ہوتا ہے۔

(۳) إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمع اور رؤیت کا اظہار کیا ہے مگر بجز کسی ملحد کے کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس کے کان اور آنکھیں ہماری جیسی ہیں۔ جو ہوا اور روشنی کی محتاج ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ سنتا یا دیکھتا ہے۔

اب امرتسری اگر قرآن مجید کا مکذب اور منکر ہو۔ تب تو اس اصول پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصیدہ اعجازیہ کے اس شعر پر **معنوی سقم** کا اعتراض کرنے کی جرأت تم کر سکو والا اگر ایمان اور ایمان کے ساتھ علم اور پھر علم کے ساتھ فہم ہو اور خدا تعالیٰ عطا کرے تو معلوم ہو جاوے گا کہ

یہ اعتراض تمہاری جہالت کا مثبت ہے

قولہ:۔ (صفحہ ۷ شعر ۲)

أَيَا ابْنَ الْحُسَيْنِ أَيَا أَثَرَ الظُّلْمِ   وَمَا أَنْتَ تَخْتَارُ السَّعِيرَ وَتُشْعِرُ

و تشعر پر واو غلط ہے کیونکہ مضارع حال ہو تو صرف ضمیر آنکہ کافی ہے والمضارع المثبت بالضمیر وحدہ اور تختار پر عطف مراد نہیں (کما لا یخفی)

اقول:۔ امرتسری منکر کی عربی زبان سے ناواقفیت الم نشرح ہو چکی ہے اس کی قابلیت کا دائرہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابوں سے پرے نہیں جاتا۔ اسی واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر بلا سوچے سمجھے اسی محدود واقفیت اور بلیدی کی گرہ لیکر عطار بن شیخ کے بھروسہ پر اعتراض کر دیتے ہیں۔

تعجب ہے کہ یہ شعر ایسا صاف ہے کہ معمولی علم کا آدمی بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر مولوی فاضل

نہیں جانتا۔ چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے کہ **جملہ اسمیہ** حال واقع ہو سکتا ہے اور انت تشعر بالکل صحیح ہے جو ادنیٰ فکر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ضرورت شعر کے لحاظ سے انت ضمیر محذوف کر دی گئی ہے اور انت تشعر جملہ اسمیہ ہو کر حال واقع ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے امرتسری منکر کی علمی واقفیت بہت ہی محدود ہے اور ابتدائی کتابوں سے بھی اسے کچھ معلوم نہیں اگر اس نے تلخیص المفتاح بھی پڑھی ہوتی اور اس پر اس کی نظر ہوتی تو وہ خود ہی شرمندہ ہو جاتا۔ میں اس کی تعلیم کے لئے تلخیص المفتاح کے اس مقام کی عبارت یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ دیکھو تلخیص صفحہ ۸۹ بحث تذنیب میں لکھا ہے:-

انما جاز الواؤ فی المضارع المثبت الواقع حالاً علیٰ اعتبار حذف المبتدا

لتکون جملۃ الاسمیۃ۔ اس کی مثال دی ہے **قمت واصك وجهه**

ای انا اصكّ اور یہ شعر بھی لکھا ہے۔ ؎

الیٰ خشیت اظافیرھم (ای سلاحتھم) نجوت وارحفھم مالکا۔ ای انا ارحفھم

پھر وہ قرآن مجید سے نظیر پیش کرتا ہے **لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ ای وانتم قد تعلمون۔**

اب ان نظائر کے بعد بھی اس شعر پر اعتراض کرنا بےحیائی ہے اور کچھ نہیں۔

قولہ صفحہ ۷۷ شعر ۶

فیاتی من اللہ العلیم معلّم ویھدی الیٰ اسرارھا ویفسّر

اسرارھا میں ضمیر مونث اللہ جلشانہ کی طرف پھیر دی ہے (کیوں نہ ہو بازی بازی با ریش بابا ہم بازی)

اقول۔ اس جہالت کی بھی کوئی حد ہے کہ خواہ نخواہ اسرارھا کی ضمیر کو **اللہ** کی طرف پھیر کر اعتراض کر دیا۔ سچ ہے انی مھین من اراد اھانتك۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہانت امرتسری منکر اپنے زعم میں علمی طریق سے کرنا چاہتا تھا۔ مگر ایسا منہ کے بل گرا ہے کہ اٹھ ہی نہیں سکتا اگر وہ اس شعر سے پہلے چند اور شعر اور پڑھ لیتا تو اسے ایسا اعتراض کرتے ہوئے شرم آ جاتی۔ سنو

وارسلنی ربی بآیات فضلہ لاعمّر ما ھدّ اللئام ودعثروا

ترجمہ۔ اور خدا نے اپنے نشانوں کے ساتھ مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ میں اس عمارت کو بناؤں جو لئیموں نے اس کو توڑا اور ویران کیا۔

وفی الدین اسرار وسبل خفیۃ ویظھرھا ربی لعبد یخیّر

ترجمہ اور دین میں بھید ہیں اور پوشیدہ راہیں ہیں۔ اور میرا رب وہ بھید اس بندہ پر ظاہر کرتا ہے جس کو وہ چن لیتا ہے۔

نوٹ۔ یہاں ٹھہرو۔ اور غور کرو کہ **یظھرھا** میں جو ضمیر ہے اس کا جو مرجع ہے اسے زیر نظر رکھو

وکم من حقائق لا یری کیف شخصھا کنجم بعید نورھا یتستّر

ترجمہ۔ اور بہت سی حقیقتیں تھیں جو ان کی صورت نظر نہیں آتی۔ اس ستارہ کی طرح جو دور تر ہے بباعث دوری ان حقائق کا نور چھپ جاتا ہے۔

فیاتی من اللہ العلیم معلّم ویھدی الیٰ اسرارھا ویفسّر

ترجمہ جب ایسی حالت ہو۔ تو خدائے علیم کی طرف سے ایک معلم آتا ہے اور ان حقائق کے اسرار کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور کھول کر بیان کرتا ہے۔

میں نے ان **شعروں** کو جو اس شعر متنازعہ سے پہلے واقع ہوئے ہیں۔ معہ ترجمہ کے درج کر دیا ہے اور اس ترتیب کو دیکھ کر صاف پتہ لگتا ہے کہ اسرارھا کی ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز اس طرف اس کو نہیں پھیرا اور نہ شعر میں مقصود ہے بلکہ اس ضمیر کا مرجع وہی ہے جو یظھرھا کی ضمیر کا ہے یعنی اسرار۔ ناظرین اب خود خیال کریں کہ **بازی بازی باریش بابا ہم بازی** اب کس پر صادق آتا ہے؟

قولہ (صفحہ ۸۲ شعر ۴)

وان کان ھذا الشرك فی الدین جائزًا فبا للغور سل اللہ فی الناس یعثروا

یہ شعر بعینہٖ اور ہو بہو صفحہ ۸۰ کا گیارہواں شعر ہے۔

اقول۔ امرتسری منکر! اگر تو **قرآن مجید** پر نظر کرتا اور اس کے حسن و جمال پہ تجھے اطلاع ہوتی تو اس قسم کے لغو اعتراض سے ضرور پرہیز کرتا۔ کیا قرآن مجید کے مکررات سے انکار ہو سکتا

ہے؟ کبھی نہیں۔ اور پھر ان مکررات کو خلاف فصاحت کہنے والا بجز بیدین اور جاہل کے کون ہو سکتا ہے؟ ہو تکرار تو قند مکرر کا مزا دیتا ہے۔ مگر

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست

قصیدہ اعجازیہ پر تکرار کا اعتراض کرنے سے تو نے اپنی قرآن دانی اور شعر فہمی کا ثبوت دیدیا ہے۔ کیا اسی واقفیت پر ناز ہے؟ شرم!!!

قولہ (صفحہ ۸ شعر ۸)

نزی برکات نزلوہا من السماء   لنا کالواقع والسکلام ینقض

نزلوہا میں ضمیر فاعل کا مرجع مذکور نہیں۔

اقول۔ یہ ترک ذکر المسند الیہ اذا کان المسند لا یصلح الا لہ حقیقۃ مسلم مسئلہ ہے اور وہ اذہان میں مستحضر ہے۔ ناظرین یہ ہے امرتسری منکر کی فضیلت کا کچا چٹھا۔ ان [illegible] پر ناز کرکے آپ فرماتے ہیں

قولہ۔ بتلائیے جس چھوٹے قصیدہ میں میری نصرت اتنی غلطیاں لفظی و معنوی [illegible] کتاب کو اعجازیہ

کا معور لقب [illegible]

اقول۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت [illegible]

قصیدہ [illegible] پھر اس کی [illegible]

کھول کر بیان کردی ہے۔ اگر یہ غلطیاں [illegible] امرتسری منکر [illegible]

[illegible] ثابت ہو [illegible] امرتسری منکر کی [illegible] غلطیاں [illegible]

[illegible]

اور قصیدہ کی [illegible]

سے ان غلطیوں کو [illegible]

پر نا ظر نہیں آیا [illegible]

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے [illegible] علمی [illegible]

[illegible]

بالآخر میں پھر اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پھر ایک [illegible] جو اس قصیدہ کے ذریعہ ظاہر ہوا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شائع شدہ اور مشہور الہام ہے انی مھین من اراد اھانتک۔ امرتسری منکر نے اس نشان کو خفیف کرنا چاہا اور علمی رنگ میں حضرت امام کی ہتک کو روا رکھا۔ تب الٰہی غیرت نے اس کو علمی رنگ میں ایسا پکڑا کہ اب وہ اس شکنجہ سے قیامت تک نہیں نکل سکتا۔

چھٹی پیشگوئی متعلق طاعون پنجاب

اس پیشگوئی کا جھٹلانا بجز شپرہ چشم انسان کے دوسرے کا کام نہیں۔ کیونکہ طاعون نے پنجاب اور دیگر بلاد ہند میں وہ کام کیا ہے کہ بچہ بچہ جانتا ہے۔ اور سرکاری رپورٹیں اس کے شدائد اور مصائب کے بیان سے عاجز ہیں۔ اگر میں ان رپورٹوں کے خلاصے اور اخبارات کے اقتباس یہاں درج کروں تو یہ مختصر رسالہ کئی ہزار صفحوں پر ختم ہو۔ اس بلائے ناگہانی نے جو عذاب عظیم کی صورت میں خدا کے برگزیدہ بندے کی تکذیب کے باعث نازل ہوئی۔ گورنمنٹ تک کو حیران کر دیا۔ اور وہ طاعونی کمیشن مقرر کرنے پر مجبور ہوئی۔ مگر کون نہیں جانتا۔ کہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کے صرف کے بعد بھی نتیجہ وہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے مرسل کے لبوں پر پہلے سے جاری ہوا تھا ایسی بدیہی اور آشکار پیشگوئی کا انکار ہمیں حیرت میں ڈالتا ہے کہ کس پاک سرشت انسان کی فطرت کا تقاضا ہو سکتا ہے؟ میں طاعون کی پیشگوئی کے متعلق اعداد و شمار کی بنا پر بحث کرنے کا حضرت مہدی کی لائف میں ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے توفیق اور موقعہ دیا۔ تو اس میں ان تمام سرکاری اور پبلک رپورٹوں کو درج کیا جائیگا (وباللّٰہ التوفیق) یہاں صرف امرتسری منکر کے اعتراض کا جواب دینا زیر نظر ہے۔ اس لئے پہلے اس کے اعتراض کو نقل کرتے ہیں۔ اور پھر مختصر سا جواب دینے کے بعد یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ طاعون کی پیشگوئی کے متعلق کسی قدر تفصیل سے بحث کروں۔ تاکہ پڑھنے والوں میں جس کو خدا توفیق دے اس نشان عبرت بخش پر غور کرکے کسی پاک تبدیلی کا موقعہ ملے۔ خدا ہم سب کو توفیق دے۔ آمین! کیونکہ اصل غرض مضمون جواب

قولہ "اس پیشگوئی کی اصل بنیاد وہ اشتہار ہے۔ جو ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء کا ہے۔ جس میں یوں مذکور ہے:۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقام میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ

اور خوفناک اور چھوٹے چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ **یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے**۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا۔ کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا۔ یا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔" (اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء)

پس ہم مرزا جی کے اشتباہ کی آخری مدت ہی لیتے ہیں۔ تو بھی اس حساب سے فروری ۱۹۰۰ء کے اندر **طاعون کا زور ہونا چاہیئے تھا**۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہ ہوا۔ بلکہ ۱۹۰۱ء میں یعنی مرزا جی کی پیشگوئی سے پورے دو سال بعد پنجاب کے بعض شہروں اور قصبوں میں **طاعون ہوا**۔ پھر بھی ایسا کہ مرزا جی شائد ایسے سے خوش نہ ہوں (خدا ان کو خوش نہ کرے) ہمارے شہر امرتسر جیسے کثیر التعداد آبادی میں ان دنوں (نومبر دسمبر ۱۹۰۲ء) میں جو بقول مرزا جی طاعون کی وجہ سے **خدا کے روزہ کھولنے کا زمانہ ہے** (دیکھو۔ دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند ص۱۲) اوسط امراض ۳۵-۳۶ کل امراض سے ہوتی رہی۔ جن میں ۲-۳ یا حصہ سے ۴-۵ طاعون سے بھی مرتے رہے۔ حالانکہ بقول مرزا جی یہی نومبر ۱۹۰۲ء طاعون کے ایسے زور کا مہینہ تھا۔ جو لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ابتدا نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ اپنا روزہ کھولیگا۔ اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضے میں آیا ہے" (رسالہ دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند ص۱۲)

اقول۔ امرتسری منکر کے اعتراضات متعلقہ پیشگوئی طاعون سمجھنے کے لئے بعض فقرات کو میں نے جلی کر دیا ہے۔ اور اُن پر نمبروں کا نشان دیدیا ہے۔ اور میں خدا ترس دلوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ للہ سوچیں۔ کہ کیا جو اعتراض اس پیشگوئی پر کیا جاتا ہے۔ وہ دیانت اور خدا ترسی کی بنا پر ہے۔ یا محض حق پوشی اور ضمیر فروشی کی راہ پر ہے؟

جہاں تک میں نے امرتسری منکر کی اس تحریر کو پڑھا ہے اس کے اعتراض کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے۔ جو اس نے فقرہ نمبر ۲ میں بیان کیا ہے کہ **فروری ۱۹۰۲ء کے اندر طاعون** کا زور ہونا چاہیئے تھا" جو گویا نہیں ہوا۔

صاحبدلاں! خدارا بتلایئے کہ یہ نتیجہ جو پیش کیا گیا ہے۔ الہام متعلقہ طاعون سے کیونکر نکل سکتا ہے؟ جس اشتہار کی بنا پر یہ اعتراض کیا گیا ہے اس میں ملائکۃ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بتایا ہے کہ

یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔

خدا کے لئے غور کرو۔ کہ اس جملے میں زور سے پھیلنے کا مفہوم کس لفظ سے نکلتا ہے۔ یہاں تو مجرد یہ خبر ہے کہ عنقریب ملک میں طاعون پھیلنے والی ہے۔ اس کی شدت اور کیفیت کا ذکر اس مقام پر نہیں بلکہ صرف پھیلنے کا ذکر ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اس کا آغاز ہو جائیگا اور اس کو منکر خود بھی تسلیم کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے فقرہ نمبر ۳ سے صاف ظاہر ہے۔ اس کو حرف گیری کا ادنیٰ سا موقعہ اس وقت مل سکتا۔ اگر سنہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب میں طاعون کی کوئی بھی واردات نہ ہوتی۔ زور نہ ہونا اصل پیشگوئی کے منافی نہیں بلکہ وہ اس کی اصل حقیقت کے موافق ہے کیونکہ اس میں طاعون کے پھیلنے کی خبر تھی۔ سو وہ پوری ہو گئی۔

اس کے بعد فقرہ نمبر ۴ میں امرتسری منکر اپنے شہر کی حالت پیش کر کے کہتا ہے کہ" نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء میں طاعون سے ۲-۳ یا حصہ سے ۴-۵ طاعون سے روزانہ مرتے رہے۔ حالانکہ یہ طاعون کی وجہ سے خدا کے روزہ کھولنے کا زمانہ ہے"۔ مجھے اس بد فطرت انسان کی حالت پر سخت تعجب آتا ہے کہ اپنے مُنہ سے تسلیم کرتا ہے کہ خود اس کا شہر بھی محفوظ نہیں تھا۔ اور یہ بھی سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ طاعون کی ابتدائی حالت میں لوگ طاعونی وارداتوں کو چھپاتے تھے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مریض کے پاس نہیں جاتے تھے۔ علاوہ بریں سرکاری انتظامات سیگریگیشن وغیرہ کے ایسے تھے کہ عوام اس کو تکلیف سمجھتے تھے۔ اس اور دوسری قسم کی دقتوں کی وجہ سے طاعونی وارداتیں چھپائی جاتی تھیں۔ باایں طاعونی اموات کا ہونا خود منکر تسلیم کرتا ہے۔ اب یہ اس کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی کے صریح الفاظ میں دکھادے کہ

امرتسر کے طاعون سے بالکل جنگل ہو جانے کی خبر ہے

کیونکہ امرتسری منکر تو شائد یہی چاہتا ہے کہ امرتسر بالکل ایک ویرانہ ہو جاوے۔ اور مردوں کی

لاشوں پر کتوں اور گدھوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آوے جبکہ دافع البلاء میں جس کا حوالہ خود امرتسری منکر نے دیا ہے۔ صرف ابتدائے نومبر ۱۹۰۲ء سے بیماری کے آغاز کی خبر ہے تو اس کو زور کے دن قرار دے لینا یہ شرارت محض ہے۔ امرتسری منکر کے اعتراضات کو ناظرین نے دیکھ لیا کہ کیسے بودے ہیں۔ اور جو محض حق پوشی کی راہ سے کئے گئے ہیں۔ ورنہ طاعون کی پیشگوئی نہائت شوکت سے پوری ہوئی۔ امرتسری منکر اگر اس سے کچھ زیادہ دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئیے تھا۔ کہ وہ اس وقت مقابلہ کے لئے نکلتا جب اسے بلایا گیا تھا۔ اور اللہ تعالی کے علم پر کون احاطہ کر سکتا ہے۔ کہ بقیۃ الطاعون کا نظارہ دنیا دیکھ لے۔

اب میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ طاعون کی پیشگوئی ابتدا محض اسی اشتہار سے نہیں ہوئی جس کا ذکر امرتسری منکر نے فقرہ نمبر (۱) میں کیا ہے بلکہ طاعون کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا عظیم الشان نشان ہے اور بائیبل اور قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر حق پوشی سے علماء اسے ظاہر نہیں کرتے یا وہ خود اندھے ہیں۔ اور انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے میں اس مقام پر اس پیشگوئی کو اس نہج سے درج کر دیتا ہوں۔ جو میرے مکرم بھائی مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے نے مختلف پہلوؤں کو لیکر ترتیب دیا ہے۔ وہو ہذا۔

طاعون اور پیشگوئی

"ہندوستان میں اور خصوصاً پنجاب میں طاعون کی وجہ سے ایک خوفناک بربادی واقع ہو رہی ہے۔ اس کے وبا کے روکنے کے لئے کئی کوششیں کی گئیں۔ مگر کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور نہ آئندہ کسی کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن اس بات کو دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے۔ کہ اگرچہ لوگ ایسی سخت وباء میں مبتلا ہیں۔ مگر کوئی شخص اس آفت کے حقیقی باعث کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ یہ بے توجہی اس وجہ سے نہیں ہے۔ کہ اس بیماری کا حقیقی باعث معلوم کرنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں۔ اس بلائے آسمانی کے نزول کا باعث معلوم کرنے کے لئے کافی ذرائع موجود ہیں۔ مگر دنیا ایسی غافل ہے کہ وہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتی۔ کہ یہ بلا کیوں نازل ہوئی۔ اور اس کا علاج کیا ہے۔"

"اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض نہیں۔ کہ میں اس بیماری کے جسمانی اور ظاہری

اسباب پر بحث کروں۔ یہ ڈاکٹروں اور حکیموں کا کام ہے۔ میری غرض اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے جو ان ظاہری اسباب کے باعث پیدا ہونیکا باعث ہوا۔ اور یہ دکھانا ہے۔ کہ خدا تعالی نے کیوں ایسے اسباب پیدا کئے۔ جن سے اس بیماری کا ظہور ہوا"۔

"**طاعون کی پیشگوئی قرآن مجید میں**۔ بغیر کسی لمبی تمہید کے میں ناظرین کے آگے قرآن مجید پیش کر کے دکھاتا ہوں کہ اس پاک کتاب میں کھلے الفاظ میں طاعون کے ظہور کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ نحل میں یہ آئت ہے واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض تکلمهم ان الناس کانوا بآیاتنا لا یوقنون۔ یعنی جب لوگوں پر حجت پوری ہو جائیگی۔ تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک کیڑا پیدا کرینگے۔ جو ان کو زخمی کریگا۔ یہ اس لئے ہوگا کہ لوگ ہمارے نشانوں پر یقین نہیں کریں گے۔ اس آئت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں اوّل یہ کہ لوگوں پر ایک بلا بطور سزا نازل ہونے والی ہے۔ دوم یہ کہ یہ سزا ایک ایسے کیڑے کے ذریعے دی جائیگی۔ جو زمین میں سے نکلے گا۔ سوم یہ کہ یہ سزا لوگوں پر اس امر کی وجہ سے واقع ہوگی۔ کہ لوگ خدا کے نشانوں کو جھٹلائینگے۔ یہی پیشگوئی قرآن کریم کی ایک اور آئت میں بھی درج ہے جو حسب ذیل ہے۔ وان من قریة الا نحن مهلکوها قبل یوم القیمة او معذبوها عذابا شدیدا۔ کان ذالك فی الکتب مسطورا (سورہ بنی اسرائیل) یعنی کوئی ایسی بستی نہیں مگر ہم ان کو قیامت کے دن سے پہلے یا تو بالکل ہلاک ہی کر دینگے یا سخت عذاب اس پر وارد کرینگے۔ یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔ اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس آئت سے پایا جاتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے دنیا پر ایک سخت عذاب نازل ہونے والا ہے۔ جس سے کئی بستیاں تو بالکل نابود کی جائینگی۔ اور کئی بالکل نابود تو نہیں ہوں گی۔ مگر وہ بھی عذاب الٰہی کا مزہ خوب چکھینگی یہ ضروری نہیں۔ کہ یہ پیشگوئی کل روئے زمین کے متعلق ہو۔ کیونکہ قرآنی محاورہ کے رو سے یہ پیشگوئی دنیا کے ایک خاص حصہ کے بستیوں کے متعلق ہو سکتی ہے۔ مگر اگر یہ کل دنیا کے متعلق بھی ہو۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ بہر حال یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو اس آخری زمانہ میں طاعون کے کیڑوں کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے۔ جو زمین سے نکلتے ہیں۔ اور انسانوں کو زخمی کر رہے ہیں۔ اور خدا تعالی کا یہ فرمانا کہ کیڑا لوگوں کو اس لئے کاٹیگا۔ کہ وہ خدا تعالی کے نشانوں کا انکار کریں گے اس کا

دوسری قرآنی آیات سے واضح ہو جاتا ہے۔ سورۃ القصص میں ہے۔ ما کنا مھلکی القریٰ حتیٰ نبعث فی امھا رسولا یتلو علیھم اٰیتنا وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظٰلمون یعنی ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے۔ جب تک کہ ہم اُن میں سے ایک بستی میں جس کو دوسری بستیوں کی ماں کہا جاسکتا ہے۔ ایک رسول مبعوث نہ کریں۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے۔ مگر اُس صورت میں کہ ان بستیوں کے رہنے والے ظالم ہوں + اس آیت میں ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ کوئی عام عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ پہلے ایک رسول مبعوث نہ ہو۔ جو لوگوں کو ڈرائے اور آسمانی نشان دکھائے۔ اور جب دُنیا اُن آسمانی نشانوں کا انکار کرتی ہے۔ اور اپنے بُرے اعمال سے باز نہیں آتی۔ تب خدا تعالیٰ کا غضب اُترتا ہے۔ اور ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ وہ عذاب جو آخری دنوں میں دابۃ الارض کے ذریعہ ظاہر ہوگا اور جس سے ایک دُنیا ہلاک ہوگی۔ وہ عذاب نہیں آئیگا۔ جب تک کہ عذاب کے ظہور سے پہلے خدا ایک خدا کا رسول پیدا نہ ہو۔ جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے۔ اور آسمانی نشان دکھاوے۔ قرآن کریم کی اور آیات بھی ہیں۔ جو اسی نتیجہ کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہے ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ یعنی ہم عذاب نازل نہیں کرتے۔ جب تک کہ ایک رسول کو نہ بھیج لیں۔ پھر سورہ اعراف میں ہے۔ ما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون یعنی ہم نے کبھی کسی گاؤں میں کوئی نبی نہیں بھیجا۔ مگر وہاں کے رہنے والوں کو قحط اور بیماری کے ساتھ پکڑا۔ تاکہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور عاجزی کریں۔ ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کبھی کوئی عام عذاب نازل نہیں کرتا۔ جب تک کہ پہلے ایک نذیر پیدا نہ کرے۔ پس ان آیات سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ وہ آخری دنوں کا عذاب جو زمین کے کیڑے کے ذریعہ سے ظاہر ہوگا۔ وہ عذاب نہیں آئے گا۔ جب تک کہ پہلے ایک ڈرانیوالا خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث نہ ہو۔ وہ ڈرانیوالا کون ہوگا۔ اس کا معلوم کرنا کچھ دُشوار نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے الفاظ میں خبر دی کہ آخری ایام میں امت محمدیہ میں سے ایک شخص مبعوث ہوگا جس کا نام مسیح ہوگا۔ کیونکہ وہ سلسلہ محمدیہ میں اسی طرح ہوگا۔ جس طرح کہ اسرائیلی مسیح موسوی سلسلہ

میں تھا۔ ایک طرف قرآنی آیات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس عذاب سے پہلے جو کیڑے کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ اور جس میں ایک دُنیا مبتلا ہو جائیگی۔ ضروری ہے کہ ایک رسول پیدا ہو۔ جو لوگوں کو ڈرائے اور نشان دکھائے۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری ایام میں ایک رسول پیدا ہوگا۔ جو مسیح کہلائیگا۔ پس دونوں باتوں کو ملانے سے ثابت ہوا۔ کہ وہ رسول جس کا مبعوث ہونا زمین کے کیڑے کے ظاہر ہونے سے پہلے ضروری ہے۔ وہ رسول وہی ہے۔ جو مسیح موعود کے نام سے دُنیا میں آئیگا۔ اور آسمانی نشان دکھائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی طاعون کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف یہی نہیں بتلایا کہ آخری زمانہ میں ایک خدا کا رسول پیدا ہوگا۔ بلکہ آپ کے کلمات مبارک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس رسول کے زمانہ میں طاعون نمودار ہوگی۔ جو اگر کُل دُنیا پر نہیں۔ تو کم از کم ایک حصہ دُنیا پر پھیل جائیگی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ خدا انسانوں کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کریگا۔ اور یہ عذاب مسیح موعود اور اس کی اتباع کی دعا کا نتیجہ ہوگا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اوّل مشکوٰۃ باب حرم المدینہ میں لکھا ہے۔ علیٰ انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال یعنی مدینہ کے دروازے پر فرشتے ہیں۔ طاعون اور دجال اس میں داخل نہیں ہوں گے اس جگہ طاعون اور دجال کا ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ دونوں ایک ہی زمانے میں ہوں گے۔ لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ مسیح اور دجال کا زمانہ بھی ایک ہی ہے۔ کیونکہ دجال مسیح کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون بھی مسیح کے زمانے میں ظاہر ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دجال کی طرح طاعون بھی اگر کل دُنیا پر نہیں۔ تو کم از کم دُنیا کے ایک بڑے حصہ پر پھیل جائے گی۔ دوم مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ میں لکھا ہے۔ فیرغب نبی اللّٰہ عیسیٰ واصحابہ فیرسل اللّٰہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسیٰ کموت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللّٰہ عیسیٰ واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأہ

زہمہم ونتنہم یعنی خدا کا نبی مسیح اور اس کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع یعنی دعا کرینگے پس خدا ان لوگوں پر ایک کیڑا بھیجیگا۔ جو ان کی گردنوں میں پیدا ہوگا۔ اور لوگ یکایک اس طرح مرجائیں گے۔ گویا وہ سب ایک ہی آدمی تھے۔ پھر آخر مسیح اور اس کے ساتھی زمین میں جائیں گے اور ایک بالشت بھر زمین بھی نہیں پائیں گے جو بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ صاف طور پر بتلایا گیا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اس کی دعا سے ایک سخت وبا پھیلیگی۔ جو ایک دم میں لوگوں کا خاتمہ کردیا کریگی۔ یہ الفاظ کہ گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کیا جائیگا۔ صاف طور پر موجودہ طاعون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں جو لفظ دابۃ آیا ہے۔ اس سے مراد بھی ایک کیڑا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ جس عذاب کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ آخری دنوں میں دابۃ الارض کے ذریعہ نمودار ہوگا۔ اور جس کے پہلے ضروری ہے کہ ایک خدا کا رسول مبعوث ہو۔ وہ عذاب یہی ہے۔ جو اب طاعون کی شکل میں دنیا پر نازل ہوا ہے۔ اور قرآن شریف کا لفظ دابۃ اور احادیث کا لفظ نغف یعنی کیڑا ان سے یہی طاعون کا کیڑا مراد ہے۔ جو لوگوں کو کاٹتا ہے۔ ایک طرف خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ آخری دنوں میں ایک عذاب نازل ہوگا۔ جو زمینی کیڑے کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ اور ضروری ہے کہ اس عذاب کے ظہور سے پہلے ایک رسول ظاہر ہو۔ اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری دنوں میں ایک خدا کا مسیح کے نام پر دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور اس کے ظہور کے بعد ایک عذاب وبا کی شکل میں نازل ہوگا۔ جس کا موجب ایک کیڑا ہوگا۔ ان دونوں پیشگوئیوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ کی خبر دیتی ہیں۔ جو طاعون کی شکل میں آج پوری ہورہی ہیں۔

اس جگہ یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے۔ کہ مرزا غلام احمدؑ وہی آخری زمانہ کا موعود رسول ہے۔ جس کے ظہور کے بعد اس عذاب کا ظہور ہونا تھا۔ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمدؑ کے موعود رسول ہونے کا ہر ایک ثبوت موجود ہے۔ وہ اپنے نشانات کے ساتھ ظاہر ہوا ہے۔ اور اس نے اپنے دعویٰ کو نہایت ہی زبردست دلائل کے ساتھ ثابت کردیا ہے۔ مگر مجھے ضرورت نہیں۔ کہ ان سب نشانات اور دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان

کروں۔ کیونکہ یہی نشان جو میری اس چٹھی کا مضمون ہے۔ احمدؑ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ طاعون ایک بڑا نشان تھا۔ جس نے موعود رسولؑ کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ اور یہ نشان حسب پیشگوئی پورا ہوا۔ جب احمدؑ نے موعود رسولؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس وقت ملک میں طاعون کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ مگر آپؑ کے دعویٰ کے بعد طاعون نے اپنے وقت پر طاعون نے ظہور کیا۔ اور احمدؑ کے موعود رسول ہونے کی شہادت دی۔ مگر اگر کوئی شکی طبیعت اسقدر ثبوت کے بعد بھی سیر نہیں ہوسکتی۔ تو میں ... کش میں بھی اور تیر بھی ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں رتی بھر بھی انصاف ہوگا۔ وہ یقین کرلیگا۔ کہ احمدؑ جس کی شہادت میں یہ نشانات ظاہر ہورہے ہیں۔ درحقیقت آخری زمانہ کا موعود رسولؑ ہے۔

احمدؑ کی پیشگوئیاں طاعون کے متعلق

طاعون کی پیشگوئیاں صرف قرآن مجید میں اور احادیث نبویؐ ہی میں نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خود احمدؑ نے اس وقت طاعون کے آنے کی پیشگوئی نہایت ہی کھلے الفاظ میں کی۔ جب دنیا میں اس بیماری کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا چہارم حصہ صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے۔ کہ احمدؑ نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی۔ اس کتاب میں آپ نے کئی الہامات درج کئے۔ جن میں آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر مندرجہ ذیل خدا کا کلام درج ہے۔ انت مبارک فی الدنیا والآخرۃ امراض الناس وبرکاتہ ان ربک فعال لما یرید یعنی تجھے اس دنیا میں بھی برکت دی گئی ہے اور آنیوالے عالم میں بھی برکت دی گئی۔ تو خدا کی دی ہوئی برکات کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس وحی الٰہی میں کھلے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں میں بیماریاں پھیلیں گی۔ یہ امر کہ برکاتہ سے کیا مطلب ہے۔ آئندہ جاکر واضح ہوجائیگا۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۸ پر ایک اور الہام درج ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ من دخلہ کان آمنا۔ یعنی جو شخص اس مکان میں داخل ہوگا۔ وہ امن میں آجائے گا۔ یہ الہام ایک مسجد کے متعلق ہے۔ جو آپ کے مکان کا ایک حصہ ہے۔ اس الہام میں بھی ایک آنے والی مصیبت کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس مصیبت سے جو دنیا پر آنے والی ہے۔ آپ کا مکان ایک جائے پناہ ہوگا۔ اور جو اس مکان میں داخل ہوگا۔ وہ

اس مصیبت سے امن میں رہیگا۔ یہ امر کہ یہ الہام طاعون کے نمودار ہونے کی خبر دیتا ہے آپؑ کے ایک اور الہام پر بحث کرتے ہوئے واضح ہو جائیگا۔

۱۸۸۹ء میں آپؑ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں آپؑ نے لوگوں کو اس امر کی طرف بُلایا کہ وہ آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اُس اشتہار میں ایک الہام الٰہی درج ہے۔ جس کی بنا پر آپؑ نے یہ بیعت کا اشتہار دیا۔ طاعون کے متعلق وہ الہام بھی خاص توجہ کے لائق ہے۔ اس میں ایک آنے والے طوفان کی خبر دی گئی ہے۔ جو نوحؑ کے طوفان کے مشابہ ہوگا۔ اور احمدؑ کو ایک کشتی تیار کرنے کا ارشاد کیا گیا ہے۔ اسی الہام کی بنا پر آپؑ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بُلایا۔ وہ طوفان آگیا ہے۔ اور ملک کے بڑے حصہ پر پھیل گیا ہے۔ اس امر پر میں انشاء اللہ تعالیٰ آگے جا کر بحث کرونگا۔ کہ احمدؑ کی کشتی پر سوار ہونے سے کس طرح اس طوفان سے نجات ملتی ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ جس طوفان کی اس الہام میں خبر دی گئی ہے۔ اُس سے پانی کا طوفان مراد نہیں۔ کیونکہ اگر پانی کا طوفان مراد ہوتا۔ تو احمدؑ کو ایسی کشتی بنانے کا حکم دیا جاتا جیسی نوح علیہ السلام نے تیار کی تھی یعنی تختوں اور میخوں والی کشتی۔ اس لئے اس طوفان سے مراد ایک ایسی مصیبت ہے۔ جو اپنی شدت میں طوفان نوح سے مشابہ ہے اور اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ موجودہ طاعون طوفان نوحؑ سے کچھ کم نہیں۔ اس لئے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ پیشگوئی جو ایک آنے والے طوفان کی خبر دیتی تھی۔ وہ پوری ہو چکی ہے۔ الہام کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں۔ اصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون۔ یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی تیار کر۔ اور ان لوگوں کے لئے سفارش یا دعا نہ کر جو ظالم ہیں۔ کیونکہ وہ غرق ہونے والے ہیں۔ پھر ۱۳۱۱ہجری مطابق ۱۸۹۴ء میں جب رمضان شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ تاریخوں پر کسوف وخسوف کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ تو احمدؑ نے اس نشان کے متعلق ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام ہے۔ نور الحق حصہ دوم۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر طاعون کے عذاب کے آنے کی کھلے الفاظ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ وحاصل الکلام ان الکسوف والخسوف آیتان مخوفتان واذا اجتمعا فھو تھدید

کی انجیل ہیں۔ قرآن مجید میں۔ احادیث میں اور مسیح موعودؑ کی تحریروں میں۔ موخرالذکر تین جگہوں میں طاعون کا مسیح موعود کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا لکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر متی کی انجیل میں کوئی ایسا لفظ ہے۔ جس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ طاعون پہلے ظاہر ہوگی۔ اور مسیح موعودؑ بعد میں آئیگا۔ تو ہمیں یہ نتیجہ لکالنا چاہئے کہ متی نے پیشگوئی کی روائت میں غلطی کی۔ کیونکہ باقی تین پیشگوئیاں یعنی قرآن مجید۔ احادیث۔ اور مسیح موعود کی پیشگوئیاں متعلق طاعون یہ بیان کرتی ہیں کہ طاعون بعد میں ظاہر ہوگا اور مسیح پہلے آئیگا۔ اور واقعات بھی متی کے بیان کی تغلیط کرتے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث کی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ مدعی پہلے ظاہر ہوا۔ اور اس کی ... پیشگوئی اور مخبر صادق کی خبر کے مطابق اور خود اس مدعی کے الہامات کے مطابق طاعون بعد میں ظاہر ہوا۔ پس اگر متی نے کوئی ایسا لفظ لکھا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ سے پہلے آئیگا۔ تو ہمیں متی کی روائت کو غلط ٹھہرانا چاہئے۔ اور قانون قدرت اور وجود انبیاء کی تاریخ بھی متی کے بیان کی مخالف ہے۔ کیونکہ گذشتہ تاریخ اور سنت اللہ ... ہے کہ پہلے ایک ڈرانیوالا آتا ہے۔ جو تبلیغ کرتا ہے اور نشانات دکھلاتا ہے۔ اور جب دُنیا اس کو ردّ کرتی ہے اور اس کی آواز کو نہیں سُنتی۔ اور وہ حجت پوری کر چکتا ہے۔ اُس وقت اور نہ پہلے عذاب نازل ہوتا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے۔ کہ پہلے ایک ڈرانے والا آئے اور بعد میں عذاب آئے اگر لوگ عذاب کے مستحق ہوں۔ نہ یہ عذاب پہلے آئے اور ڈرانیوالا بعد میں۔ عارضی طور پر وبائیں وغیرہ لوگوں کے گناہوں کی ... سکتی ہیں۔ مگر ایک مسلسل اور ہلاک کر دینیوالا عذاب جو قیامت برپا کر دے۔ ایسا عذاب نہیں آ سکتا جب تک پہلے ایک نذیر ظاہر نہ ہو۔ میں عیسائیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ جس عذاب کا نقشہ انجیل متی میں کھینچا گیا ہے۔ کیا ایسا عذاب ایک ڈرانے والے کے بغیر آ سکتا ہے؟ کیا جب وبائیں اور قحط اور جنگ دُنیا کا قریباً خاتمہ کر دینگے؟ اُس وقت تمہارا مسیح ظاہر ہوگا؟ کیا وہ کھنڈرات پر چلنے اور خون کے دریاؤں اور سڑی ہوئی لاشوں کی سیر کرنے ... آسمان سے اُتریگا؟ ایسے وقت میں اُس کے اُترنے سے کیا فائدہ؟ غرض اس سے زیادہ کوئی حماقت کی بات نہیں کہ یہ خیال کیا جائے کہ جب دُنیا وباؤں اور لڑائیوں اور زلزلوں

کروں۔ کیونکہ یہی نشان جو میری اس چٹھی کا مضمون ہے۔ احمدؐ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ طاعون ایک بڑا نشان تھا۔ جس نے موعود رسولؐ کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ اور نقشان حسب پیشگوئی پورا ہوا۔ جب احمدؐ نے موعود رسولؐ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اُس وقت مُلک میں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر آپؐ کے دعویٰ کے بعد طاعون نے اپنے وقت پر طاعون نے ظہور کیا۔ اور احمدؐ کے موعود رسول ہونے کی شہادت دی۔ مگر اگر کوئی شکی طبیعت اسقدر ثبوت کے بعد بھی سیر نہیں ہو سکتی۔ تو میرے ترکش میں ابھی اور تیر بھی ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں رتی کو ... انصاف ہوگا۔ وہ یقین کر لیگا۔ کہ احمدؐ جس کی شہادت میں یہ نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ درحقیقت آخری زمانہ کا موعود رسولؐ ہے۔

احمدؐ کی پیشگوئیاں طاعون کے متعلق

طاعون کی پیشگوئیاں صرف قرآن مجید میں اور احادیث نبوی ہی میں نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خود احمدؐ نے اس وقت طاعون کے آنے کی پیشگوئی نہائت ہی کھُلے الفاظ میں کی۔ جب دُنیا میں اس بیماری کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا چہارم حصہ صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے۔ کہ احمدؐ نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی۔ اس کتاب میں آپؐ نے کئی الہامات درج کئے۔ جن میں آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر مندرجہ ذیل خدا کا کلام درج ہے۔ انت مبارک فی الدنیا والاخرۃ امراض الناس وبرکاتہٗ ان ربک فعال لما یرید یعنی تجھے اس دُنیا میں بھی برکت دی گئی ہے اور آنیوالے عالم میں بھی برکت دی گئی۔ تو خدا کی دی ہوئی برکات کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس وحی الٰہی میں کھُلے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں میں بیماریاں پھیلیں گی۔ یہ امر کہ برکاتہٗ سے کیا مطلب ہے۔ آئندہ جا کر واضح ہو جائیگا۔ براہین احمدؐیہ کے صفحہ ۵۶۸ پر ایک اور الہام درج ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ من دخلہ کان اٰمنا۔ یعنی جو شخص اس مکان میں داخل ہوگا۔ وہ امن میں آجائے گا۔ یہ الہام ایک مسجد کے متعلق ہے۔ جو آپؐ کے مکان کا ایک حصہ ہے۔ اس الہام میں بھی ایک آنے والی مصیبت کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس مصیبت سے جو دُنیا پر آنے والی ہے۔ آپ کا مکان ایک جائے پناہ ہوگا۔ اور جو اس مکان میں داخل ہوگا۔ وہ

طاعون کے متعلق موجود ہے۔ جب حواریوں نے حضرت مسیح سے سوال کیا۔ کہ آپ کی دوبارہ آمد کے کیا نشان ہوں گے تو حضرت مسیح نے جواب دیا کہ ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کریگی۔ اور ایک سلطنت دوسری سلطنت پر چڑھائی کریگی۔ اور مختلف مقامات پر قحط ہوں گے اور مری پڑیگی۔ اور زلزلے آئیں گے۔ اب اس پیشگوئی کے مطابق نہ صرف مری پڑی ہے۔ بلکہ دوسرے سب علامات جن کا حضرت مسیح نے ذکر کیا ہے۔ وہ سب ایسی صریح طور پر پوری ہو رہی ہیں۔ کہ کوئی شخص اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر شک نہیں کر سکتا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ جب کبھی اس پیشگوئی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ہندوستان کے پادری خصوصاً ایک صاحب پادری اکبر مسیح سخت غیظ میں آجاتے ہیں۔ اور بڑے طیش میں آکر کہتے ہیں۔ کہ مسیح ان علامات کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا چاہیے تھا نہ پہلے۔ یہ جاہل خیال کرتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کی سچائی کا صرف یہی پیشگوئی ایک ثبوت ہے۔ گویا یہ ہمارے مشن کا ایک ستون ہے۔ اور اگر یہ ستون ہٹا لیا جائے تو یہ ساری عمارت گر کر نابود ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ان کے سامنے اس پیشگوئی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو یہ لوگ نیلے پیلے ہو جاتے ہیں۔ اور لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا انحصار صرف انجیل کی اس پیشگوئی پر ہرگز نہیں ہے۔ میں نے اسی لئے انجیل کا ذکر قرآن شریف۔ احادیث اور مسیح موعودؑ کے الہامات کے بعد کیا ہے۔ تا عیسائیوں کو معلوم ہو۔ کہ ہم طاعون کی پیشگوئی کے لئے انجیل کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔ انجیل متی میں اس پیشگوئی کا ہونا مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی قوت کو زیادہ نہیں کرتا۔ اور اگر ہم فرض کر لیں۔ کہ یہ پیشگوئی انجیل متی میں موجود نہیں ہے۔ تو اس سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ میں ذرا کمزوری واقع نہیں ہوتی طاعون کی پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو بیان کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بارہا قبل از وقت اس پیشگوئی کو شائع کیا۔ اس لئے ہمیں انجیل متی کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے ہمیں متی۔ لوقا۔ یا یوحنا کی احتیاج سے بچا لیا۔ اگر ہم ان کتابوں کا ذکر کریں۔ تو یہ ہمارا عیسائیوں پر احسان ہے۔ کہ ہم ان کی کتابوں کی بعض پیشگوئیوں کا قرآن شریف اور احادیث اور مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے ساتھ ذکر کر کے ان کی کتابوں کو ایک عزت دیتے ہیں۔ طاعون کی پیشگوئی چار جگہ موجود ہے۔ متی

کی انجیل میں۔ قرآن مجید میں۔ احادیث میں اور مسیح موعودؑ کی تحریروں میں۔ موخرالذکر تین جگہوں میں طاعون کا مسیح موعود کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا لکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر متی کی انجیل میں کوئی ایسا لفظ ہے۔ جس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ طاعون پہلے ظاہر ہوگی۔ اور مسیح موعودؑ بعد میں آئیگا۔ تو ہمیں یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ متی نے پیشگوئی کی روائت میں غلطی کی۔ کیونکہ باقی تین پیشگوئیاں یعنی قرآن مجید۔ احادیث۔ اور مسیح موعود کی پیشگوئیاں متعلق طاعون یہ بیان کرتی ہیں کہ طاعون بعد میں ظاہر ہوگا اور مسیح پہلے آئیگا۔ اور واقعات بھی متی کے بیان کی تغلیط کرتے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث کی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ مدعی پہلے ظاہر ہوا۔ اور اس کی تصدیق میں قرآنی پیشگوئی اور مخبر صادق کی خبر کے مطابق اور خود اس مدعی کے الہامات کے مطابق طاعون بعد میں ظاہر ہوا۔ پس اگر متی نے کوئی ایسا لفظ لکھا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ سے پہلے آئیگا۔ تو ہمیں متی کی روائت کو غلط ٹھہرانا چاہئے۔ اور قانون قدرت اور خود انبیاء کی تاریخ بھی متی کے بیان کی مخالف ہے۔ کیونکہ گذشتہ تاریخ اور سنت اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ایک ڈرانیوالا آتا ہے۔ جو تبلیغ کرتا ہے اور نشانات دکھلاتا ہے۔ اور جب دُنیا اس کو رد کرتی ہے اور اس کی آواز کو نہیں سُنتی۔ اور وہ حجت پوری کر چکتا ہے۔ اُس وقت اور نہ پہلے عذاب نازل ہوتا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے۔ کہ پہلے ایک ڈرانے والا آئے اور بعد میں عذاب آئے اگر لوگ عذاب کے مستحق ہوں۔ نیز عذاب پہلے آئے اور ڈرانیوالا بعد میں۔ عارضی طور پر وبائیں وغیرہ لوگوں کے گناہوں کی سزا کے لئے آسکتی ہیں۔ مگر ایک مسلسل اور ہلاک کر دینیوالا عذاب جو قیامت برپا کر دے۔ ایسا عذاب نہیں آسکتا جب تک پہلے ایک نذیر ظاہر نہ ہو۔ میں عیسائیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ جس عذاب کا نقشہ انجیل متی میں کھینچا گیا ہے۔ کیا ایسا عذاب ایک ڈرانے والے کے بغیر آسکتا ہے؟ کیا جب وبائیں اور قحط اور جنگ دُنیا کا قریباً خاتمہ کر دینگے؟ اُس وقت تمہارا مسیح ظاہر ہوگا؟ کیا وہ کھنڈرات پر چلنے اور خون کے دریاؤں اور سڑی ہوئی لاشوں کی سیر کرنے کے لئے آسمان سے اُتریگا؟ ایسے وقت میں اُس کے اُترنے سے کیا فائدہ؟ غرض اس سے زیادہ کوئی حماقت کی بات نہیں کہ یہ خیال کیا جائے کہ جب دُنیا وباؤں اور لڑائیوں اور زلزلوں

اور قحطوں سے تباہ ہو چکیگی اُس وقت اُن کے لئے ایک واعظ آئیگا۔ عیسائیوں کے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے۔ کہ اگر متی نے کوئی ایسا اشارہ کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دُنیا پہلے تباہ ہوگی اور مسیح بعد میں آئیگا تو اُسے متی کی اپنی غلطی قرار دیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرینگے۔ تو وہ وقت قریب آرہا ہے۔ کہ ان کو خود اس پیشگوئی کو جھوٹا کہنا پڑیگا۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ انجیل کی وہ پیشگوئی جس میں دلزلوں۔ وباؤں اور قحطوں اور جنگوں کی خبر دی گئی ہے۔ ایک حیرت انگیز طور پر پوری ہو رہی ہے۔ اور متی کے خیال کے مطابق بھی اب مسیح کا آنا قریب ہے۔ اب اگر کچھ عرصہ تک مسیح آسمان سے فرشتوں اور نقاروں کے ساتھ نہ اُترے۔ تو عیسائیوں کو مایوس ہو کر کہنا پڑیگا۔ کہ متی پر افسوس کہ جس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ مسیح آچکا تھا اور نشانات ظاہر ہو چکے تھے۔ مگر ہم آسمانوں کی طرف ہی دیکھتے رہے اور وقت گذر گیا۔ غرض ہم عیسائیت پر ایک احسان کرتے ہیں۔ جب ہم انجیل کی پیشگوئی کا قرآن مجید۔ احادیث اور مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور ہم یسوع مسیح کو ایک عزت دیتے ہیں۔ جب ہم اپنے پیارے نبی اور اپنے مقدس احمدؑ کے مبارک ناموں کے ساتھ اس کے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اگر پادری صاحبان کو یہ امر پسند نہیں۔ تو ہم اُس پیشگوئی کو جو پادریوں کے ہاتھ میں ہے۔ بڑی خوشی سے ردی کی طرح پھینکنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہمیں اس پیشگوئی کی ذرا بھی حاجت نہیں۔ پادریوں کو معلوم ہے کہ مسیح کے اقوال کئی سال بعد قلمبند کئے گئے۔ اور اُن میں غلطی کا داخل ہو جانا بالکل ممکن تھا۔ پھر معلوم نہیں پادری صاحبان کیوں اسقدر متی کے ایک ایک لفظ پر اڑتے ہیں۔ جبکہ واقعات متی کی غلطی کو ثابت کر چکے ہیں۔

اب میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ قرآن مجید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اور مسیح موعودؑ کی تصانیف میں آخری زمانہ کے رسول مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون کا ظاہر ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اور مسیح موعودؑ کی صداقت کی شہادت دیتی ہیں اب میں چند اور امور ذیل میں لکھتا ہوں۔ جن سے اور بھی کھلے طور پر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ضرور یہ طاعون مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان ہے۔

احمدؑ کی پیشگوئی اپنے دار کے متعلق

پہلا امر جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ طاعون مسیح موعودؑ کا ایک نشان ہے۔ یہ ہے کہ مسیح موعودؑ نے اپنے نفس کے متعلق اور اپنے گھر کے

متعلق بارہا یہ پیشگوئی شائع کی ہے۔ کہ نہ صرف میں بلکہ ہر ایک شخص جو میرے گھر کی چاردیواری کے اندر رہتا ہے۔ طاعون سے محفوظ رہیگا۔ تا لوگوں پر ظاہر ہو۔ کہ طاعون میرے لئے بطور نشان کے ظاہر ہوئی ہے۔ آپ کی اس پیشگوئی کی بنیاد ایک الہام پر ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر میں رہتا ہے۔ میں اس کی حفاظت کرونگا ہم روزمرہ اس پیشگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون نمودار ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ مکان بھی طاعون سے مؤثر ہوئے جو آپ کے گھر کے بالکل متصل ہیں مگر آپ کے گھر میں جسقدر لوگ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کے سب محفوظ رہے۔ آپ کا گھر ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف آپ کے اہل و عیال بود و باش رکھتے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ بمعہ اپنے بیوی بچوں کے آپ کے مکان کے اندر رہتے ہیں۔ طاعون کے دنوں میں آپ کبھی اپنے مکان کو نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنے احباب کو بھی جہاں تک ممکن ہو۔ اپنے مکان میں جگہ دیتے ہیں۔ تا وہ بھی خدا کی خاص حفاظت سے حصہ لیں۔ علاوہ اس کے طاعون کے ایام میں گرد و نواح کے لوگ جوق جوق آتے ہیں۔ اور آپ کی مسجد مبارک جو آپ کے مکان کا ایک حصہ ہے ایسے لوگوں سے بھری رہتی ہے۔ جو طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں۔ تا آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور آپ کے ساتھ مصافحہ کریں اور اپنے لئے دعا کرائیں۔ لیکن باوجودیکہ اسقدر آپ کے گھر کے اندر اور مسجد میں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کا مکان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ چلا آرہا ہے۔ اور احمدؑ نے بارہا یہ اعلان کیا ہے۔ کہ اگر کسی کو اس نشان میں جو آپ کے مکان کی حفاظت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ شک ہو۔ تو وہ اپنے لئے اور اپنے مکان میں رہنے والوں کے لئے ایسی ہی حفاظت کا اعلان کرے۔ اگر وہ ایسا کریگا تو یقیناً خدا تعالیٰ اس کے اور اس کے گھر کو تباہ کریگا۔ تا سچ اور جھوٹ میں تمیز ہو۔ اور یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ مسیح موعودؑ اور اس کے گھر والوں کی حفاظت واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے مکانات طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ مگر محفوظ رہنا اور امر ہے اور حفاظت کا قبل از وقت اعلان کرنا اور اس اعلان کے مطابق محفوظ رہنا اور امر ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں کوئی نشان نہیں۔ مگر دوسری صورت اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے۔ میں پہلے براہین احمدیہ کے ایک

الہام من دخلہ کان آمنا کا ذکر کر آیا ہوں۔ یہ الہام بھی اسی حفاظت کے متعلق ہے۔ جس کا انی احافظ کل من فی الدار میں وعدہ دیا گیا ہے۔

احمدؑ کی پیشگوئی قادیان کے متعلق

دوسرا امر جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کے لئے بطور نشان بھیجی گئی ہے۔ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی قادیان کے قریہ کے متعلق ہے۔ آپ کے الہامات آپ کے گاؤں کے متعلق حسب ذیل ہیں۔

(۱) انہ اوی القریۃ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اس گاؤں کو ہلاکت سے بچا لیا۔ (۲) لولا الاکرام لہلک المقام یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا۔ تو یہ گاؤں نابود کر دیا جاتا۔ (۳) انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کی جو اس گھر میں رہتا ہے۔ حفاظت کرونگا لفظ اوی جو پہلے الہام میں آیا ہے۔ اس سے ایسی پناہ اور حفاظت مراد ہوتی ہے۔ جو تکلیف میں مبتلا ہونے کے بعد ملے۔ اس کی مثال قرآن شریف میں موجود ہے۔ حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ واویناھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے (یعنی اونچی اور پہاڑی زمین) میں جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ تھی۔ اور جہاں چشمے اور نہریں جاری تھیں۔ اس میں ملک کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں حضرت مسیح نے صلیب کے دردناک واقعہ کے بعد پناہ حاصل کی۔ اب کس کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح واقعی ایک مصیبت میں گرفتار ہوئے اور تکلیف اٹھائی اور ان کو سخت درد اور دکھ اٹھانے کے بعد پناہ دیگئی۔ یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق بھی آیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم یجدک یتیما فاوی۔ یعنی کیا خدا تعالیٰ نے تم کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی۔ یہاں بھی لفظ آوی ایسی پناہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ جو ایک ابتلا کے بعد دی گئی۔ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آوی ایسی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ جب پہلے ایک ابتلا اور تکلیف پہنچے اور اس کے بعد پناہ دیجاوے۔ اب یہی لفظ پہلے الہام یعنی انہ آوی القریۃ میں قادیان کے متعلق استعمال کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضرور ہی تھا۔ کیونکہ اگر قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہتی۔ تو لفظ آوی اس پر صادق نہیں آسکتا تھا اگر

آدی میں دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ قادیان میں طاعون نمودار ہو گی۔ دوم۔ یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہونے کے بعد ہلاکت سے بچا لیا جائیگا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بہت سے گاؤں ایسے بھی ہیں۔ جو طاعون سے بالکل نابود کئے جائیں گے۔ اور قادیان بھی اس قابل تھا کہ انہیں دیہات کی طرح طاعون سے بالکل نابود کر دیا جاتا۔ مگر خدا تعالیٰ مسیح موعودؑ کی خاطر حسب مفہوم لفظ آوی طاعون میں مبتلا کرنے کے بعد اس کو اپنی پناہ میں لے لیگا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ لفظ آوی کی یہ تشریح بعد میں نہیں سوجھی بلکہ قبل از وقت اس لفظ کے معنی کھول کر بیان کر دیئے گئے تھے اور یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اس لفظ کے مفہوم کی رو سے ضرور ہے کہ قادیان میں طاعون نمودار ہو۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو ہلاکت سے بچا لیگا۔ دیکھو کتاب دافع البلاء صفحہ ۵۔ باقی کے دو الہام بھی اسی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسرا الہام یہ ہے۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا۔ تو یہ مقام اس قابل تھا۔ کہ بالکل نابود کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ نہائت ہی سخت اور بدکار دشمنوں کا مقام ہے تیسرے الہام یعنی انی احافظ کل من فی الدار سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تیرا گھر طاعون سے محفوظ رہیگا۔ صاف بتلا رہا تھا۔ کہ اس گاؤں میں طاعون آنیوالی ہے۔ کیونکہ اگر کل گاؤں ہی طاعون سے کلّی طور پر محفوظ رہنا تھا۔ تو ایک گھر کی تخصیص کے کیا معنے۔ ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ جو لفظ گاؤں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ وہ آوی ہے۔ اور جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ وہ اُحافظ ہے۔ ان دو الہاموں میں دو مختلف لفظوں کا استعمال کرنا توجہ کے قابل ہے۔ جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ اُس کے معنے کامل حفاظت کے ہیں۔ اور جو لفظ عام گاؤں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے معنے ایسی حفاظت کے ہیں۔ جو مصیبت کے بعد دی جاوے۔ ایک اور الہام میں جو دار کے متعلق ہے۔ آمن کا لفظ آیا ہے اور لفظ احافظ اور امن کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی پورے طور پر بچایا جانا بغیر مصیبت میں مبتلا ہونے کے۔ عام گاؤں کے متعلق ان دونوں لفظوں میں سے کوئی بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ برخلاف اس کے گاؤں کے متعلق ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں

مصیبت میں مبتلا ہونا اور پھر بچانا پایا جاتا ہے۔ سو اس لفظ کے مفہوم کے مطابق قادیان طاعون میں مبتلا ہوا۔ مگر تھوڑے سے عذاب کے بعد بچا لیا گیا

مسیح موعودؑ کی کشتی: مسیح موعود علیہ السلام نے جو پیشگوئی اپنے اتباع کے متعلق کی ہے۔ وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ آپ نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے کشتی نوح۔ اس کتاب میں آپ نے اپنی تعلیم کو شایع کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کے اتباع میں سے جو لوگ اس تعلیم پر پورے طور پر کاربند ہوں گے۔ اُن کو خدا تعالیٰ طاعون سے محفوظ رکھیگا۔ اس کے متعلق آپکا ایک الہام حسب ذیل ہے ان الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وا ولئک ھم المھتدون یعنے ان لوگوں کے لیے امن ہے جو ایمان لائے۔ اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ اور ایسے لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ آپکا ایک اور الہام اس مضمون کے متعلق حسب ذیل ہے۔ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ میری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ ان الہامات سے پایا جاتا ہے کہ آپ کے سچے اتباع جو کامل طور پر آپ کی تعلیم پر چلتے ہیں۔ اور حقیقی طور پر دین کو دُنیا پر مقدم کرتے ہیں۔ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن صرف زبان سے مان لینا۔ مگر تعلیم پر پورا پورا کاربند نہ ہونا طاعون سے حفاظت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اس جگہ پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ اگر سارے مرید اس حفاظت میں شریک نہیں ہیں۔ اور اگر بعض اسی طرح طاعون میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ جیسے دوسرے لوگ مبتلا ہیں۔ تو پھر ہم کس طرح پہچانیں گے کہ طاعون مسیح موعودؑ کا نشان ہے اور مسیح موعودؑ پر ایمان لانا اور اس سے تعلق پر کاربند ہونا طاعون سے بچنے کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں اس سوال کا جواب دوں۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ آپ ایک دوا کا مفید ہونا کس طرح پہچانتے ہیں۔ کیا آپ صرف اُسی دوا کو مفید سمجھتے ہیں۔ جو ہمیشہ اور ہر ایک بیمار کی صورت میں کارگر ہو۔ یا ایسی دوائیوں کو بھی مفید قرار دیتے ہیں۔ جو اکثر بیماروں کی صورت میں کارگر ہوتی ہیں مثلاً طاعون کا ٹیکا بطور حفظ ماتقدم کے جاری کیا گیا تھا۔ اور اب پھر اُس کو جاری کرنے کی تجویز ہو رہی ہے اور اس کو نہائت ہی مفید علاج قرار دیا گیا ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ علاج کل صورتوں میں

میں کارگر ثابت ہوچکا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس اس علاج کو جس کو مسیح موعودؑ پیش کرتا ہے۔ اسی طرح پرکھو۔ جس طرح تم ہر ایک علاج کو پرکھا کرتے ہو۔ اگر وہ لوگ جو اس آسمانی ٹیکے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ محفوظ رہیں اور نسبتاً اُن میں ایک نمایاں امن اور سلامتی پائی جائے۔ تو یقیناً ہمیں اس علاج کو مفید علاج قرار دینا چاہئے۔ یقین رکھو کہ یہ طاعون کا یقینی علاج ہے اور اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ مگر اس کو آزمانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کی پوری خوراک استعمال کی جائے۔ اگر ایسے لوگ جو صرف اس دوا کو چکھتے ہیں۔ مگر پوری خوراک نہیں کھاتے۔ طاعون سے مرجائیں۔ تو اس سے دوا پر الزام نہیں آتا۔ کیا پانی کا ایک قطرہ پیاس کو بجھا سکتا ہے۔ یا روٹی کا ایک ٹکڑا بھوکے کو سیر کرسکتا ہے۔ اگر تم اس علاج کو اسی طرح آزماؤ۔ جس طرح تم باقی علاجوں کو آزمایا کرتے ہو۔ تو تم یقیناً دیکھوگے کہ اس علاج کو استعمال کرنے یا استعمال کرنے کا دعویٰ کرنے والے دوسرے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیادہ محفوظ اور زیادہ امن میں ہیں۔ مثلاً قادیان میں ایک دو دفعہ بیماری آئی ہے مگر خدا تعالیٰ کے محض فضل سے احمدی جماعت عام طور پر محفوظ رہی۔ حالانکہ کل بڑے بڑے آریہ جنہوں نے احمدی سلسلہ کے مقابلہ میں ڈیرہ جمایا تھا۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے مقابل میں ایک مردانہ اور ایک زنانہ سکول کھولا تھا۔ اور احمدی سلسلے کے اخباروں کے مقابلہ میں ایک اخبار جاری کیا تھا۔ اور ہمارے جلسوں کے مقابل میں جلسے قائم کرنے شروع کئے تھے۔ ان سب کو طاعون نے اپنا لقمہ بنایا اور اب نہ وہ اخبار رہا نہ وہ مدرسے رہے اور نہ وہ جلسے رہے۔ اور نہ ہی وہ آریہ رہے۔ آریوں کی یہ ہلاکت اور احمدی جماعت کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حفاظت ایک عقلمند آدمی کے لئے غور کا مقام ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کے ہر ایک ممبر کو طاعون سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مگر ایسا کرنا نہ صرف اس کے قانون کے برخلاف ہے بلکہ اس سے بہت برے نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر ہر ایک شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے طاعون سے بچایا جاوے۔ اور اُن میں سے کوئی بھی طاعون سے نہ مرے۔ تو پھر کون ایسا شخص ہے۔ جو اپنی جان بچانے کے لئے مسیح کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بدمعاش اور شریر لوگ بھی اس سلسلہ کو طاعون سے حفاظت کا ذریعہ سمجھ کر اس

سلسلہ کی پناہ ڈھونڈینگے۔ مگر خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس سلسلہ میں ناپاک اور گندے لوگ داخل ہوں۔ اور ابتداہی میں یہ سلسلہ ایسے ناپاک اور پلید لوگوں کے ملنے سے خراب ہوجائے خدا تعالیٰ اس سلسلہ سے بہت پیار کرتا ہے اور اس کو پاکیزہ اور مقدس بنانا چاہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ یہ سلسلہ ناپاک لوگوں کے ملنے سے ناپاک ہوجائے۔ وہ نہایت ہی بدقسمت سلسلہ ہے۔ جس میں ابتداہی میں گندے لوگ داخل ہوکر سلسلہ کو ناپاک کردیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ اس علاج کا کارگر ہونا اور طاعون کا آپ کی سچائی کا ایک نشان ہونا ایک اور ذریعہ سے بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ طاعون آپ کے اتباع کی تعداد کو گھٹائے۔ طاعون کے آنے سے ان کی تعداد میں اور بھی نمایاں ترقی ہوگی۔ اور آخر کار لوگ اس سلسلہ کی ترقی کو حیرت سے دیکھیں گے اور تعجب کریں گے کہ کیا وجہ ہے کہ طاعون کے ایام میں اور فرقوں کی تعداد گھٹ گئی ہے۔ مگر اس فرقہ کی تعداد میں بجائے کمی کے ایک حیرت انگیز ترقی واقع ہوئی ہے۔ اگر طاعون کے ایام میں یہ فرقہ بجائے گھٹنے کے بڑھ جائے تو یہ اس امر کا صریح ثبوت ہوگا کہ یہ بیماری اس سلسلہ کے فائدہ کے لئے آئی ہے اور اس کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ خصوصاً جبکہ اس فرقہ کے مقابل میں دوسرے فرقوں کو دیکھا جائیگا۔ کہ طاعون کے آنے سے ان کی تعداد میں ایک بڑی کمی اور نقصان واقع ہوا ہے۔ پس طاعون کے ایام میں اس سلسلہ کے ممبروں کی نمایاں اور حیرت انگیز ترقی اس امر کا ایک یقینی ثبوت ہوگا کہ جس آسمانی ٹیکے کے لئے مسیح موعودؑ بلاتا ہے۔ وہ اس مرض کا یقینی علاج ہے اور جن لوگوں نے اس ٹیکے کو قبول کیا ہے اُن کے لئے یہ ٹیکا نہایت مبارک ثابت ہوا ہے۔ جو کچھ میں لکھ چکا ہوں۔ وہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ یہ پیشگوئی قرآن مجید میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون کے آنے کی خبر دی۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اس کے آنے کی خبر دیتے تھے اور علاوہ اس کے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی اعلان دیا۔ کہ نہ صرف وہ خود طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ بلکہ ہر ایک شخص جو آپ کے گھر کی چار دیواری میں رہتا ہے۔ طاعون سے بچایا جائیگا اور آپ کے سلسلہ کے ممبر عام طور پر طاعون سے سلامتی اور امن میں رہیں گے۔

اور طاعون کے آنے سے جب دوسری قوموں میں کمی اور نقصان واقع ہوگا۔ آپؑ کی جماعت اور بھی ترقی کریگی۔ اس کے علاوہ بائیبل کی پیشگوئیاں بھی یہی بیان کرتی ہیں۔ کہ طاعون کا ظاہر ہونا مسیح موعودؑ کا نشان ہوگا۔ ان تمام امور سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کی شہادت دینے کے لئے نمودار ہوئی ہے۔ جن امور کو ہم نے پیش کیا ہے۔ وہ سب ایسے ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے جو نتیجہ ان سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ طاعون مسیح موعودؑ کا ایک نشان ہے۔ یہ بھی قطعی ہے

طاعون کا خاتمہ۔ طاعون کا انجام ابھی دور ہے۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہونے والا ہے۔ وہ اس سے بدتر ہے جو ہو چکا ہے۔ آپؑ کا ایک تازہ الہام ہے کہ شہروں کو دیکھ کر رونا آئیگا۔ آپؑ کے ایک اور تازہ الہام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پڑے گی۔ جو بہت سخت ہوگی۔ آپؑ کا ایک تیسرا الہام ہے کہ کابل کی ریاست میں پچاسی ہزار کے قریب آدمی مریں گے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشگوئی بھی طاعون ہی کے ذریعے پوری ہو۔ مگر باوجود اس کے ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے۔ کہ طاعون کا نام و نشان بالکل مٹ جائیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام اس زمانہ کی مندرجہ ذیل الفاظ میں خبر دیتا ہے یاتی علی جہنم زمان لیس فیھا احد۔ یعنی اس جہنم (طاعون) پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ اس میں ایک شخص بھی نہیں رہیگا۔ اس الہام میں طاعون کے نابود ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ طاعون کس طرح نابود ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن الہامات میں طاعون کے آنے کی خبر دی گئی تھی۔ اُنہی میں یہ بھی بتلایا گیا تھا۔ کہ طاعون کس طرح جائیگی طاعون کے جانے کے متعلق آپؑ کے الہامات حسب ذیل ہیں۔ اوّل۔ ۲۔ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسھم یعنی اللہ تعالیٰ اس وبا کو دور نہیں کریگا جب تک کہ لوگ گناہوں کی وبا کو دور نہ کریں۔ دوم۔ یا مسیح الخلق عدوانا اے جو دنیا کے لئے مسیح بنا کر بھیجے گئے ہو۔ اس متعدی بیماری میں ہماری خبر لو اور مدد کرو۔

سوم یا ولی اللہ کنت لا اعرفک۔ یعنی زمین مسیح موعودؑ کو مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ اے اللہ کے دوست! میں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ ان تمام الہامات سے پایا جاتا ہے کہ ایک ایسا وقت آنیوالا ہے۔ جبکہ زمین کی قومیں ان عذابوں سے تنگ آکر آخر مسیح موعودؑ کی طرف رجوع کریں گی اور درخواست کریں گی۔ کہ ہم پہلے آپؑ کو نہیں پہچانتے تھے۔ اب آپؑ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس وبا سے نجات دے۔ براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام ہے۔ جو اسی کے متعلق ہے اور جو حسب ذیل ہے ۱ انت مبارک فی الدنیا والآخرۃ۔ ۲ امراض الناس وبرکاتہٗ۔ ۳ ان ربک فعال لما یرید۔ یعنی تجھے اس دنیا میں برکت دی گئی۔ تو خدا کی برکات کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا۔ اور اس میں دو پیشگوئیاں تھیں۔ اوّل یہ کہ لوگوں میں بیماریاں پھیلیں گی۔ دوم یہ کہ آخر مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی برکت سے رفع ہوں گی۔ چونکہ الہام کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے یقین کیا جا سکتا ہے۔ کہ دوسرا حصہ بھی پورا ہوگا۔ اس الہام اور اس قسم کے دیگر الہامات کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ سراج منیر صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں "دیکھو! کس زمانہ کی خبریں ہیں اور نہ معلوم کس وقت پوری ہونگی۔ ایک وہ وقت ہے۔ جو دعا سے مرتے ہیں (لیکھرام کی موت کی طرف اشارہ ہے) اور دوسرا وہ وقت آتا ہے کہ دعا سے زندہ ہوں گے" میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ ناظرین کو چاہئے۔ کہ اس پر غور فرمائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔ (نامہ نگار)

ساتویں پیشگوئی متعلق حفاظت قادیان

قادیان کی حفاظت کے متعلق جو پیشگوئی قرار دی جاتی ہے۔ اگرچہ اس پر کسی قدر بحث چھٹی پیشگوئی کے ضمن میں آچکی ہے لیکن امرتسری منکر نے محض اضافہ تعداد کی خاطر اس کو الگ پیشگوئی کے رنگ میں لکھا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ میں بھی جداگانہ عنوان کے نیچے اس پر بحث کروں و باللہ التوفیق!

اس پیشگوئی کے بیان کرنے میں امرتسری منکر کو خود وقت واقع ہوئی ہے اور وہ کوئی کھلا کھلا الہام یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رویا یا کشف درج نہیں کر سکا جس سے یہ ظاہر ہو کہ **قادیان میں طاعون کی کوئی واردات نہ ہوگی**۔ اور میں اب بھی اسے چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس میں اور اس کے لگے سگوں میں کوئی طاقت اور قوت ہے۔ تو وہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پیش کریں۔ جس میں بتایا گیا ہو کہ

قادیان میں قطعاً طاعون کی واردات نہ ہوگی

بلکہ شروع سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جس قطعہ کی حفاظت تامہ کا وعدہ ظاہر ہوا۔ وہ صرف آپ کی چاردیواری ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس گھر والی میں بھی ایک استثنا لگا ہوا ہے۔ جیسا کہ اپنے موقعہ پر میں بیان کروں گا۔

میں سلسلہ وار بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حفاظت قادیان کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ طاعون کے متعلق پہلا الہام جو فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا اس میں انه اوى القرية کے الفاظ ہیں اور جیسا کہ خود امرتسری منکر کو اعتراف ہے اسی اشتہار میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ لکھ دیا ہے کہ "ابتک اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے اور رویا ءعام وبا ء پر دلالت کرتی ہے مگر بطور تقدیر معلق کے" اب غور کرو ان الفاظ میں قادیان یا کسی دوسری جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں رکھی گئی۔

پھر دافع البلاء میں تو بالکل کھلے الفاظ میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس پیشگوئی کی حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵ پر لکھا ہے۔

آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام **طاعون جارف** یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں۔ اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ **حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی**۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے لولا الاکرام لهلك المقام یعنے اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی۔ تو **قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا**۔ اس الہام سے دو باتیں نکلتی ہیں (۱) اول یہ کہ کچھ ہرج نہیں۔ کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جاوے۔ جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہوئے۔

پھر اسی دافع البلاء کے صفحہ ا پر لکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے خواہ ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔" یہاں بھی لفظ خوفناک **تباہی** قابل غور ہیں۔ پھر صفحہ ۱۷ اسی کتاب پہ لکھا ہے۔" جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھونگا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت نہ آوے۔"

اس کے بعد کشتی نوح آپ نے شائع کی اس کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:۔ "ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اس وقت اس پیشگوئی کی قدر کرے گی۔ جبکہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام ہوا کہ ٹیکا لگانے والوں کی نسبت یہ لوگ عافیت اور صحت میں رہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ در اصل بیس بائیس برس سے شہرت پا رہی ہے۔ ظہور میں نہ آیا میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔"

میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا۔ کہ میرے گھر کی چاردیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے **محفوظ** رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلتہً طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا اور وہ سلامتی جو ان میں پائی جائیگی۔ اس کی نظیر کسی گروہ میں قائم نہ ہوگی۔ **اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کردے نہیں آئیگی اِلّا کم** اے خدا کے لئے غور کرنیوالو سوچو اور بتلاؤ۔ کہ کیا صاف اور کھلے الفاظ میں نہیں کہا گیا۔ کہ قادیان میں طاعون تو آئے گی۔ مگر طاعون جارف نہیں آئیگی۔ پھر عوام کو یہ دھوکا دینا کہ قادیان کی **حفاظت تامہ** کا وعدہ دیا گیا تھا۔ کس قدر جھوٹ ہے وَلَعنتُ اللّٰہِ عَلَی الکَاذِبِیْن۔ دیکھو۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ کوئی الہام۔ کوئی رویاء اور کوئی کشف ہمارے مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا پیش نہیں کرسکتے جس میں بتایا گیا ہو۔ کہ **قادیان بالکل محفوظ رہیگا اور وہاں طاعون کا ایک کیس بھی نہ ہوگا**۔ اگر ہمارے مخالف یہ دکھادیں اور وہ ہرگز بھی دکھا نہ سکیں۔ لو کانوا بعضھم لبعضٍ ظھیراً تو انہیں اگر خدا کا خوف نہیں تو۔

کم از کم مخلوق سے ہی شرم کریں۔

جبکہ قادیان کی **حفاظت تامہ** کے متعلق کوئی وعدہ ہی نہیں۔ تو پھر اگر قادیان میں کوئی واردات ہو۔ تو اس سے پیشگوئی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ہاں۔ امرتسری منکر اور اُس کے ہم خیالوں کو اگر اس پیشگوئی پر اعتراض کرنا تھا تو وہ یہ ثابت کردکھاتے کہ **قادیان میں طاعون جارف ہوئی۔**

ایک جگہ امرتسری منکر نے لکھا ہے۔ کہ "مارچ و اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳ آدمی طاعون سے مرے ہیں حالانکہ کل آبادی کل ۲۸۰۰ کی ہے"۔

اس کے جواب میں مَیں پھر امرتسری منکر کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ **حلال زادہ** ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ سرکاری کاغذات کے حوالہ سے اپنی اس تعداد کو **صحیح ثابت کردے** اور اگر وہ نہ کرسکے اور نہیں کرسکے گا تو مَیں پھر ایک بار

خدا تعالیٰ کے اس کلام کو دُہراتا ہوں۔

لَعنَتُ اللّٰہِ عَلَی الکَاذِبِیْن

قادیان میں کبھی افراتفری نہیں پڑی اور نہ طاعون جارف نے صفائی کی۔ پھر قادیان کی طاعون میں خدا تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے احمدی جماعت محفوظ رہی۔ دو چار وارداتیں کئی سال کے اندر شاذ و نادر کا حکم رکھتی ہیں۔ جبکہ قادیان کی احمدی جماعت کی نسبت کل قصبہ کی آبادی سے قریباً ۱ اور ۳ کی ہو۔

اس موقعہ پر مَیں سخت غلطی کروں گا۔ اگر یہ ظاہر نہ کروں کہ دراصل طاعون سے حفاظت تامہ کی جو پیشگوئی تھی۔ وہ حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** کی ذات کے متعلق تھی اور یہی عظیم الشان **نشان** ہے۔ آپ کو فرمایا گیا تھا

وَاُحافظکَ خاصۃً سلامٌ قولاً من ربٍ رحیم

اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ طاعون سے بچاؤں گا خدائے رحیم کی طرف سے تجھ پر سلام۔ اور الدار کے متعلق جو الہام ہوا وہ یہ ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار یعنے مَیں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا۔ جو تیرے گھر میں ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کریں۔

اس الہام کا مفہوم اور مطلب صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دار کو محفوظ کیا مگر اس میں بھی اُن لوگوں کو الگ کردیا۔ جو متکبر اور استکبار کرنے والے ہوں۔ ہاں آپ کی **ذات خاص** کو بطور ایک **نشان** کے بتادیا کہ **وہ یقیناً طاعون سے محفوظ** رہے گی۔

اسی پیشگوئی کی بنا پر آپ نے دوسروں کو للکارا اور پکارا کہ وہ اپنی نسبت یا اپنے شہر کی نسبت اور دار کی نسبت پیشگوئی کریں اور اپنے تعلق باللہ کا ثبوت دیں خدا کے لئے سوچو کہ کیا کوئی شخص ہے جو یہ کہے کہ مَیں طاعون سے بچایا جاؤں گا اللہ اگر قادیان میں طاعون کی کوئی واردات نہ ہوتی۔ تو یہ نشان ایک **معمولی نشان ہوتا۔** مگر جب کہ قادیان میں الدار کے گرد و پیش طاعون کے حملے ہوئے اور خدا تعالیٰ نے

الدار کو۔ آپ کی جماعت کو اور پھر آپ کو خاصۃً محفوظ رکھا۔ تو یہ نشان پوری شوکت سے پورا ہوا۔

ان الہامات پر یکجائی نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے متعلق خدا تعالیٰ کی وحی نے جو کچھ ظاہر کیا ہے۔ وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اول وہ ارادہ الٰہی جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اس شدت طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو منتشر کرنے والی ہو۔ محفوظ رہیگا (۲) دوسرے یہ ارادہ کہ خدا تعالیٰ خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کریگا۔ اور اس تمام عذاب سے بچائیگا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ ان لوگوں کے لئے مدنظر ہے جن کے دلوں میں بے جا تکبر ہے اور پھر بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات خاص کو خصوصاً محفوظ رکھیگا۔

اس قدر بیان کے بعد میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی غبی سے غبی انسان بھی یہ کہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی ایسی پیشگوئی کی تھی۔ جس میں قادیان کے قطعاً محفوظ رہنے کا کوئی الہام۔ رؤیا یا کشف ظاہر کیا ہو۔ اور یہ بھی بخوبی ظاہر ہوگیا کہ جو پیشگوئی کی گئی تھی۔

(۱) قادیان نسبتاً طاعون سے محفوظ رہیگا۔ وہ محفوظ رہا۔

(۲) الدار کے ساکنین محفوظ رہیں گے بجز سرکش متکبروں کے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آجتک ۵۰ سال کے [illegible] ثابت کر دیا کہ یہ الدار محفوظ رہا ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاص طور طاعون سے محفوظ رہیں گے اور دنیا جانتی ہے کہ آپ پر کبھی طاعون کا اثر نہیں ہوا۔ اور وہ محفوظ رہے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان عظیم تھا جس کے ساتھ کوئی استثناء نہ تھا۔

اس نشان کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین اور منکرین خصوصاً [illegible] کو نام لیکر مخاطب کیا کہ وہ بھی اس کے مقابلہ میں اگر جرأت رکھتا ہے کوئی پیشگوئی کرے

اس نیت سے کہ کوئی خداترس دل فائدہ اٹھاوے۔ میں۔ ان اشتہاروں کو یہاں درج کرتا ہوں تاکہ یہ بھی معلوم ہو کہ تحدّی کیا تھی؟

ناظرین کی توجہ کے لائق

اور مخالفوں سے ایک استفسار

دنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے۔ کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر پر نازل ہوتا ہے۔ اور اس شہر کے باشندوں کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلقات ہوتے ہیں۔ تو اس شخص اور اس کے عیال۔ اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہو جاتا ہے۔ کہ اس شخص کے مال اور عزت وجان پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے ایسا ہی حضرت عزت جل شانہٗ کی عادت میں داخل ہے۔ کہ جس شخص کو اس جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے۔ تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے اور ایک عام قتل کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ تب ملایک کو جناب حضرت عزت جلشانہٗ سے فہمائش کی جاتی ہے۔ کہ اس گھر کے محافظ رہیں۔ پس یہی بھید ہے۔ کہ جب عام طاعون دنیا پر نازل کی گئی۔ تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر کی چاردیواری کے اندر ہے۔ میں اس کو طاعون سے بچاؤں گا چنانچہ قریباً گیارہ برس ہوگئے۔ جب یہ الہام ہوا تھا۔ اور اس مدت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہوکر گذر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا۔ یہ کیسا عظیم الشان معجزہ ہے۔ لیکن اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے۔ اب ہمارے

الدار کو۔ آپؑ کی جماعت کو اور پھر آپؑ کو خاصۃً محفوظ رکھا۔ تو یہ نشان پوری شوکت سے پورا ہوا۔

ان الہامات پر یکجائی نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے متعلق خدا تعالیٰ کی وحی نے جو کچھ ظاہر کیا ہے۔ وہ دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ اول وہ ارادہ الٰہی جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اس شدت طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو منتشر کرنے والی ہو۔ محفوظ رہیگا (۲) دوسرے یہ ارادہ کہ خدا تعالیٰ خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کریگا۔ اور اس تمام عذاب سے بچا ئیگا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ ان لوگوں کے لئے مندرج ہے جن کے دلوں میں بے جا تکبر ہے اور پھر بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات خاص کو خصوصاً محفوظ رکھیگا۔

اس قدر بیان کے بعد میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی غبی سے غبی انسان بھی یہ کہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی ایسی پیشگوئی کی تھی۔ جس میں قادیان کے قطعاً محفوظ رہنے کا کوئی الہام۔ رؤیا یا کشف ظاہر کیا ہو۔ اور پھر بالکل ظاہر ہوگیا کہ جو پیشگوئی کی گئی تھی۔

(۱) قادیان نسبتاً طاعون سے محفوظ رہیگا۔ وہ محفوظ رہا۔

(۲) الدار کے ساکنین محفوظ رہیں گے بجز سرکش متکبروں کے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آجتک وہ امال کے اندر ثابت کردیا کہ یہ الدار محفوظ رہا ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاصۃً طاعون سے محفوظ رہیں گے اور دنیا جانتی ہے کہ آپ پر کبھی طاعون کا اثر نہیں ہوا۔ اور وہ محفوظ رہے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان عظیم تھا جس کے ساتھ تحدی اور استشارہ تھا۔

اس نشان کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین اور منکرین خصوصاً ہر ایک متکبر کو نام لیکر مخاطب کیا کہ وہ بھی اس کے مقابلہ میں اگر جرأت رکھتا ہے کوئی پیشگوئی کرے

اس نیت سے کہ کوئی خدا ترس دل فائدہ اٹھاوے۔ میں۔ ان اشتہاروں کو یہاں درج کرتا ہوں تاکہ یہ بھی معلوم ہو کہ تحدّی کیا تھی؟

ناظرین کی توجہ کے لائق

اور مخالفوں سے ایک استفسار

دنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے۔ کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر پر نازل ہوتا ہے۔ اور اس شہر کے باشندوں کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلقات ہوتے ہیں۔ تو اس شخص اور اس کے عیال۔ اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہو جاتا ہے۔ کہ اس شخص کے مال اور عزت و جان پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے ایسا ہی حضرت عزت جل شانہٗ کی عادت میں داخل ہے۔ کہ جس شخص کو اس جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے۔ تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے اور ایک عام قتل کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ تب ملایک کو جناب حضرت عزت جلشانہٗ سے فہمائش کی جاتی ہے۔ کہ اس گھر کے محافظ رہیں۔ پس یہی بھید ہے۔ کہ جب عام طاعون دنیا پر نازل کی گئی۔ تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہے۔ میں اس کو طاعون سے بچاؤں گا چنانچہ قریباً گیارہ برس ہوئے۔ جب یہ الہام ہوا تھا۔ اور اس مدّت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر گذر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا۔ یہ کسقدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ لیکن اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے۔ اب کبھی

اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ یہ انسان کا افترا ہے یا یہ خدا کا کلام نہیں۔ تو اسے چاہئے کہ ایسا ہی افتراء وہ بھی شائع کرے۔ یا قسم کھا کر یہ شائع کرے۔ کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدائے قدیر ضرور اس کو اس بیباکی کا جواب دیگا۔ اگر تم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیر کرو۔ تو تمام دنیا میں تمہیں کوئی ایسا ملہم نہیں ملیگا۔ کہ خدا نے اس کو طاعون کی نسبت یہ تسلی دی ہو کہ وہ اس کے گھر میں نہیں آئیگی۔ چاہئے کہ ہمارے مخالف اور آریہ اور عیسائی ضرور اس بات کا جواب دیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مرزا غلام احمد عفی اللہ مسیح موعود

اعلان

بار دوم

(ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا او کذب بآیتہ)

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ وہ افترا ہے۔ انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقت الوحی تصنیف کی ہے کب تک یہ لوگ۔ ایسا کریں گے۔ آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا و قدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبد الجبار اور عبد الواحد اور عبد الحق غزنوی ثم امرتسری اور محمد جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبد الحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں

اور وہ کلام یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ وَاُحَافِظُکَ خَاصَّۃً۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے۔ کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔ اور خاص کر تجھے۔" چنانچہ گیارہ برس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لایا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افترا ہے تو اُسے لازم ہے۔ کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں۔ ولعنت اللّٰہ علی من کذب وحی اللّٰہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ و لعنت اللّٰہ علی من افتریٰ علی اللّٰہ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔ اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے۔ وہ طاعون سے محفوظ رہیگا۔ بلکہ یہ ذکر ہے۔ کہ والذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم محض خدا کو ہے بچائے جائیں گے۔ اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پاویں گے۔ اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہرے گی۔"

"اب میں دیکھوں گا۔ کہ اس میری تحریر کے مقابلہ پر بغرض تکذیب

کون قسم کھاتا ہے۔ مگر یہ امر ضروری ہے۔ کہ اگر ایسا مکذّب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا۔ تو آپ بھی دعویٰ کرے کہ مَیں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا۔ اور مجھے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا دیکھ لے افترا کی کیا جزا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ"

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمدؐ

مَیں پھر خدا تعالیٰ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں۔ کہ کیا یہ نشان پورا نہیں ہوا؟۔

اور کیا تم میں سے کوئی بھی مقابلہ کے لئے نکلا؟

قادیان کی حفاظت کے دعویٰ کو جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ اس کے متعلق میں ایک امر اور بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جس سے ان منکرین اور معترضین کی اور بھی حقیقت کھُل جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے **قادیان کی حفاظت** کے معاملہ کو ایک تحدی کے رنگ میں بھی پیش کیا (اس امر کو کبھی نہ بھولو کہ حفاظت سے مراد موت الکلاب تھی) مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی اس کا مقابلہ کرتا۔

دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ میں یہ تحدیٰ* اس طرح پر درج ہے۔

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو **اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔** کیونکہ یہ اس کے

* حاشیہ۔ اس پیشگوئی کے متعلق میرے محسن و مخدوم حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ نے جو ایک پرشوکت آرٹیکل پیسہ اخبار میں شائع کیا تھا۔ ضروری ہے کہ وہ یہاں حاشیہ میں درج کر دیا جاوے۔

پیسہ اخبار اور لاہور

اور مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان دار الامان

رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔

اب اگر خدا تعالیٰ کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہو۔ اور خیال ہو۔ کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گلے کے طفیل سے

بقیہ حاشیہ بہت سے دیسی اخباروں کے خلاف لاہور کے پیسہ اخبار نے ایک عرصہ سے التزام کر رکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے صادق مرسل **مسیح موعودؑ** اور احمدی سلسلہ کی نسبت سخت دلی اور غیظ سے زہر اگلتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو اس امر میں اپنی قوم اور معاصرین کا بھی مسلم اور مشارٌ الیہ نہیں ہوا۔ کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ احقاق حق اور ابطال باطل کے جوش اور حمیت سے لبریز ہے اور شعائر اللہ کی فروگذاشت اپنے اعمال و اقوال سے کرنے والا اور ان کی بیعزتی اور ہتک پر بے اختیار جامہ سے باہر ہو جانے والا ہے۔ یہ بین کرنے والے بغض سے بھر کر ایک سر آشفتہ کی طرح چودہویں صدی کے مجدد خدا کے مسیح اور مہدی کی عزت پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا ہے اس بے طرح کے جوش کے اسباب اور علل پر غور کرنے سے اور کوئی وجہ اور تحریک سمجھ میں نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ

نیش عقرب نہ از پئے کین است ۔۔۔ مقتضائے طبیعتش ایں است

بدقسمت ناعاقبت اندیش پیسہ اخبار اگر ہمارے ساتھ اپنے مقدمہ فوجداری کو زمین تک محدود رکھتا تو ممکن تھا۔ کہ اس کا منحوس وجود بے التفاتی اور اعراض کے تاریک گڑھے میں بے فائدہ کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دیا جاتا۔ مگر شقاوت اور رعونت نے اُسے صبر کرنے نہیں دیا۔ جب تک کہ اس نے خدا کے اپنے ہاتھ سے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ اپنے مقدمہ کو آسمان پر پہنچا نہیں لیا اب **وہ دیکھے گا اور دیکھنے والے دیکھیں گے کہ آسمان سے کھلا کھلا اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا فیصلہ کس کے حق میں نازل ہوتا ہے۔**

پیسہ اخبار مطبوعہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۲ء نے آٹھویں صفحہ میں "قادیان کے اخبار کی گالیاں اور قادیان کے مذہب کا نمونہ" عنوان جما کر **لاہور** کی نسبت لکھا ہے۔ کہ لاہور میں انجمن

بادیوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے کامل عروج
دور ہو سکتی ہے۔ تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام
فرقوں میں سے اپنے آبائی مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے۔ اب بہت

بقیہ حاشیہ۔ حمایت اسلام کے جلسہ پر صدہا آدمی طاعون زدہ ہواؤں سے آئے اور
پھر لاٹ صاحب کی تقریب وداع پر اسی قسم کے لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہوا۔ پھر بھی
لاہور طاعون سے محفوظ رہا اور امید ہے کہ محفوظ رہیگا۔ اور پھر بڑی جرأت اور
شوخی سے لکھتا ہے کہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لاہور قادیان سے ایمانداری میں
فائق ہے۔

پیسہ اخبار کی یہ امید یا پیشگوئی اور یہ نتیجہ خوفناک حملے ہیں جو اس غیور کی اس عظیم الشان
وحی پر جو کئی دفعہ الحکم میں شائع ہوئی۔ انہ اٰوی القریۃ۔ یعنی یہ یقینی بات ہے
کہ خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور اس وحی پر کہ لولا الاکرام
لھلک المقام یعنی اس سلسلہ احمدیہ کا پاس اور اکرام اگر خدا کو نہ ہوتا۔ تو یہ
مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔ اب سننے والے سنیں! اور دیکھنے والے دیکھیں
کہ ایک طرف پیسہ اخبار ایک زمینی کیڑا اپنے جوش نفس اور ارضی مادہ کے انجرات
کی تحریک سے پیشگوئی کرتا اور ذمہ لیتا ہے کہ لاہور طاعون سے محفوظ رہیگا۔ اور
دوسری طرف خدا کا مامور اور مرسل مہدی اور مسیح موعود۔ خود خدائے حکیم و علیم قدیر
کی وحی انہ اٰوی القریۃ کی بنا پر ساری دنیا کے جیبوں فلسفیوں اور میٹریلسٹوں
کو کھول کر سناتا ہے۔ کہ قادیان یقیناً اس پراگندگی۔ تفرقہ۔ جزع فزع اور موت الکلاب
اور تباہی سے محفوظ رہیگا اور بالضرور محفوظ رہیگا۔ جس میں دوسرے بلاد مبتلا ہیں
اور بعض ہونے والے ہیں

پیسہ اخبار نے خدا کی جلیل الشان وحی کی کسرشان کے لئے ایسا بیہودہ دعوی کیا۔ اور
امید خاہر کی اور ناپاک نتیجہ نکالا ہے۔ پیسہ اخبار کا دل اور کانشنس گواہ ہیں۔ کہ اس
کی امید کی بنیاد کسی مضبوط چٹان پر قایم نہیں۔ وہ اپنی توہموں پر بھروسہ کر کے

عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے
ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے
قادیاں کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں۔ تو ان کو چاہئیے کہ

آسمان کے خدا اور اس کے کلام کی ہتک کرتا ہے۔ جو ابتک ہر سیلاب کے مقابل بند لگانے میں
خس و خاشاک سے بھی بڑھ کر کمزور اور ہیچ ثابت ہوئی ہیں۔ پیسہ اخبار میں ذرا بھی خداشناسی کا
یا کم سے کم دور اندیشی کا مادہ ہوتا۔ تو وہ کانپتے ہوئے دل اور پُر آب آنکھوں سے اس
پُر تحدی کلام کو دیکھتا اور بلا بداہت اس نتیجہ پر پہنچ جاتا۔ کہ دین زادہ اور تاریکی کا فرزند
ایسا دعوے کرنے اور کلام کرنے کا دل گردہ نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں جبکہ زمین کے غلیظ
بخاروں یعنی علوم مادیہ ڈاکٹری اور طبعی تحقیقات اور خوردبینی تکشیفات نے اپنے تکبر کمال
عروج پر پہنچا لیا ہے۔ اور یورپ کے دلیر اور پُر حوصلہ فرزند خدائی کی کل ہاتھ میں لے
لینے کے لئے بھوکھر کو زیر و زبر کر رہے ہیں اور باایں ہمہ اس بلائے جانستان کے مقابل
جہل اور ناتوانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک شخص جو بہ شغب اور برہنگا مہ اور پُر تمدن شہروں
سے ایک دور کے گاؤں میں رہتا ہے۔ کسقدر قوت اور غیر متزلزل شوق سے دعوی کرتا ہے۔ کہ
اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پر ہیبت سایہ ڈالیگی۔ مگر قادیان یقیناً یقیناً اُس کی دستبرد اور
صولت سے محفوظ رہیگا۔ اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ قادیان کے چاروں طرف طاعون
پھیلتا جاتا ہے۔ اور قریب قریب کے اکثر گاؤں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور جوق جوق لوگ متاثر
جگہوں سے قادیان میں آتے ہیں۔ اور مدرک کا کوئی بھی سامان اور مقدرت نہیں۔ اس پر
بھی وہ یہ بلند دعوی کرتا اور اقرار کرتا ہے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ یہ خدا کا کلام
ہے جو میں پہونچاتا ہوں

مگر افسوس! پیسہ اخبار نے راستی کے تمام کذبوں کی طرح سخت شتابکاری اور
اختیار کر کے چاہا ہے۔ کہ خدا کے کلام کو پیروں کے نیچے کچل دے۔
مگر کیا پیسہ اخبار کی ذمہ واری لاہور کے لئے اور قادر علیم خدا کی معیاری تاد یاں
لئے ایک مضحکہ انگیز۔ یہ ذمہ داری بھی کی مانند غیر ممیز رہ جائیگی؟ نہیں

بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا
پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچا لیگا اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ ایسے شہر
کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ کہ گئو

عنقریب ظاہر ہو جائیگا کہ زمین کے کمزور کیڑوں کی بات اور فاطر ارض و سما کے مقتدر کلام اور دعویٰ میں کیا فرق ہے۔

سنو! اے زمین کے فرزندو اور کان لگاؤ! اے زمین سے انقطاع کرکے مادیات [illegible] جلنے والو! پھر سنو! اے خدا کے مامور مرسل کی بے عزتی [illegible] والو۔ اور [illegible] سے عداوت کے لئے کمر ٹھیکہ دارو۔ انہ اوی القریۃ۔ اس خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت نازل کی اور حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خاتم الکتب قرآن کریم اُتارا۔ ہم آسمان و زمین کی خاطر خدا کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ وحی ویسی ہی سچی ہے جیسے قرآن کریم کی وحی۔ اس لئے کہ یہ اسی کی تائید و تصدیق میں اُتری ہے اور یہ ضرور پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔

انہ اوی القریۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے۔ کہ اس میں اور اس کے غیر میں تین امتیاز ہو اور یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کم سے وہ شہر طاعون میں مبتلا نہ ہوں۔ جنہوں نے سب سے زیادہ جنگ خدا کے سلسلہ سے کی۔ اور جہاں پیسہ اخبار سا دُشمن حق بود و باش رکھتا ہے۔ غیور خدا اپنے کلام کے اکرام و اعزاز کے لئے ایسا کرنے والا ہے کہ ایڈیٹر پیسہ اخبار کی امید اور پیشگوئی کی آنکھ میں خاک ڈالدے اور آدم کے دشمنوں کی گردنیں نیچے کروا کر اقرار لے کہ کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیان دار الامان ہے پھر سُن لو۔ از بس ضروری ہے۔ کہ یہ بلا عام طور پر محیط ہو اس لئے کہ کوئی کہنے کا موقعہ نہ پا سکے کہ قادیان ہی محفوظ نہیں رہا۔ فلاں فلاں جگہ بھی محفوظ ہے۔ خصوصاً خدا کی غیرت کا حملہ ان جگہوں پر ہے۔ جہاں بڑے بڑے آئمۃ الکفر رہتے ہیں۔ اور ممکن ہے بلکہ غالب بعید ہے۔ کہ وہ بہتیرے کس مپرس نا تواں دیہات بچ رہیں۔ جہاں سے تابڑ توڑ توبہ و استغفار اور بیعت کے خطوط آ رہے ہیں۔ اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے

کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئیگی۔ اگر اسقدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے۔ تو کچھ
تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں
کو چاہیئے۔ کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ کہ اس میں طاعون نہیں پڑیگی

ہن کہ یا مسیح الخلق عدوانا۔

اب پیسہ اخبار اپنے استہزا اور تکذیب اور لعن طعن کی ساری قوتوں کو مسلح کر لے اور انتظار کرے اس دن کا جبکہ اس کی امید اور نتیجہ کو خدا کا غضب اور حکم کسی اور رنگ میں ظاہر کرے جس کی اُسے ہرگز توقع نہیں۔

اس وقت معلوم نہیں نا عاقبت اندیش جلد باز ایڈیٹر پیسہ اخبار کا لاہور میں ہوگا اور اپنی ذمہ واری کے میدان میں کھڑا ہوگا۔ یا راستی کے ناکام دشمنوں کے تاریک اور تنگ گڑھے میں اُن سے ہم کنار ہو کر سوتا ہوگا۔

اس وقت بہت مناسب موقعہ اور موزوں وقت تھا کہ پنجاب کے خرمن میں آگ لگی ہوئی دیکھ کر پیسہ اخبار اور لاہور کے غور و فکر کی قوت رکھنے والے لوگ خدا کے مسیح کے حضور میں ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا کی درخواست کرتے اور بڑے تفرع سے التجا کرتے کہ ان کا لاہور بھی خدا کی عصمت والے وعدہ میں قادیان کی قسمت میں شریک ہو جائے انسان کی ہستی ضرر سے بچنے والی اور نفع کو لینے والی واقع ہوئی ہے۔ تو کم ضروری تھا۔ کہ خدا ترس اور عاقبت اندیش دل اس بات کو دیکھ کر ڈر جاتے کہ طاعون کی خبر خدا کے مرسل نے کوئی آج [illegible] سے نہیں دی۔ بلکہ ۲۵ برس اس سے پہلے کی یہ باتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بزرگ وحی میں خوفناک لفظوں میں خبر دی تھی کہ آخری دنوں میں مسیح موعود کی اتمام حجت کے بعد دنیا پر خطرناک امراض کا غلبہ ہوگا اور معاً یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ اُس کے احباب اور انصار اس غضب سے محفوظ رہیں گے کون نہیں جانتا کہ اس وقت دُنیا کی ہوا اس زہر سے کس قدر پاک صاف تھی اور اب کس

حاشیہ در حاشیہ جنانچہ لکھا ہے۔ امراض الناس و انکاتہ اور الذین امنوا لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ منہ

کیونکہ بڑا الشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور
اُن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئیے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں
کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیگا۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ

قوت اور شوکت کے ساتھ یہ خبر اپنی سچائی کا ظہور دکھا رہی ہے۔ اس سے ہر ایک بصیرت والا سمجھ سکتا ہے کہ اس شخص کی بات کے ماننے میں امن اور نجات ہے جس نے اس وقت بھی اور آج بھی علی وجہ البصیرت دعوٰے کیا کہ تمام بلاد اس زہر ہلاہل کے پیالہ کو مجبوراً پئیں گے۔ مگر قادیان اس وقت پورے امن و عافیت کے مہد میں آرام کرتا ہوگا؟ کیا اس نادان خدا سے دور کی جھوٹی امید میں شریک ہو جانے سے امن مل سکتا ہے۔ جو اپنے جوش نفس سے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے؟۔ اب بھی موقعہ ہے۔ اگر جعفر زٹلی اور پیسہ اخبار اور ان کے مثیل توبہ نامہ شائع کر دیں اور بڑے انکسار سے اپنی شتاب کاری اور گستاخی کا اعتراف کر لیں۔ تو حضرت موعود علیہ السلام کمال رافت و کرم اور رحم سے جو آپ کا فطری خاصہ ہے۔ ان کے حق میں دعا مانگنے کو آمادہ ہیں۔ اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ سچا تابع جہاں کہیں ہو قادیان دار الامان ہیں۔ مگر افسوس ایک اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے۔ پر بدبخت پیسہ کے فرزند کا خدا کی ملکوت میں داخل ہونا سخت دشوار ہے۔ محبوب عالم کے لئے بڑا منحوس اور پُر شقاوت وہ دن تھا۔ جبکہ اس نے اپنے اخبار کا نام پیسہ اخبار رکھا۔ اس منحوس نام نے جو ابن الدینار والدرہم نام کا گویا مرادف ہے۔ اس کے قوائے ذہنی پر ایسا اثر ڈالا۔ کہ خدا طلبی اور خدا بینی کے قوے اس سے سلب کر لئے اور پھر لازماً اس کے دل میں خدا اور اس کے سلسلہ سے نبرد آزمائی کا جوش ڈال دیا۔ اگر اتنک پیسہ اخبار اور لاہور کے لوگ اپنے استہزا اور تعلی اور تکبر پر اصرار کرتے اور خدا کی ان باتوں کو کذب و افترا سمجھتے ہیں۔ تو ان کے لئے بڑا عجیب موقعہ ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی راستی اور شفاعت کبریٰ کا یہ ثبوت

کہتے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہی موقعہ ہے۔ کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت
پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ عبد الجبار
اور عبد الحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ

پیش کیا ہے۔ کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیگا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع۔ کفار۔ مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں۔ خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے۔ جیسا کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنے خدا اُن کو عذاب سے ہلاک نہ کرے گا جبکہ تو ان کے درمیان ہے۔ غرض ایک طرف تو اس بڑے بھاری دعوے کے مدعی نے اپنی بستی کی نسبت یہ دعوٰے کیا ہے اور دوسری طرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ لاہور اس کی مثل وہ مقامات جن میں آئمۃ الکفر رہتے ہیں۔ طعمہ طاعون ہونے سے ہرگز نہ بچیں گے اور حضرت ممدوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راستباز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالیٰ اس مشتعل غضب سے بچا لیگا۔ اور حضرت ممدوح بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ان مقامات میں جن کی نسبت وہ خدا کے غضب کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ ایک بھی راستباز نہیں بلکہ راستی کے مکذب ہیں۔ اور ایک بھی دل نہیں جس میں حقیقی تقوٰی اور طہارت ہو۔ تو اب لاہور کے شرفا اور علماء اور پبلک کا فرض ہے۔ کہ اپنے علما۔ فضلا۔ حکماء اور ملہموں کے پاس جا کر عرض کریں۔ خصوصاً منشی الٰہی بخش۔ عبد الحق سے باصرار کہیں۔ کہ وہ بھی بالمقابل ایک پُر زور پیشگوئی کر دیں۔ کہ لاہور ضرور ضرور محفوظ رہیگا اور اپنی شفاعت اور راستی کا اس طرح ثبوت دیں۔ میاں الٰہی بخش اپنی کتاب میں دعویٰ کرتے ہیں کہ بارش کی طرح الہام ان پر برستے ہیں اب وہ ایک ہی الہام لاہور کے حق میں کر دیں۔ اب تو خداوند غیور نے فیصلہ کی بڑی آسان اور سیدھی سڑک تیار کر دی ہے اور صدق و کذب کا واضح معیار بر روئے کار آنے کے قریب ہو گیا ہے۔ اس بیہودہ طومار میں جو داستان امیر حمزہ سے زیادہ دلچسپ اور مفید نہیں اس آسمانی سلسلہ کی تردید کے لئے الٰہی بخش نے بڑی

دتی ہے۔ اسی لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دتی کی نسبت پیشگوئی کریں۔ کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہوجائیگا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی

زحمت اٹھائی ہے۔ مگر وہ کمزور کاغذ کہاں روک سکتے ہیں تھے۔ اس ترقی کے طوفان کو جو خدا کی اپنی مرضی اور تائید سے چل رہا ہے اور ہزارہا آدمی اس وقت سے اس پاک سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب بڑا آسان اور صاف فیصلہ ہے۔ خدا کا موعود مسیح اپنے صدق و حقیت کا معیار اس پیشگوئی کو ٹھہراتا ہے لہذا ان صدق کے مکذبوں کا ہر طرح سے فرض ہے کہ اس کی تکذیب کے لئے جان توڑ کر لڑیں۔ اگر عصائے موسیٰ کا مصنف اس وقت اسی شد ومد سے یہ الہام شائع کردے۔ کہ "قادیان کے پیغمبر کے دعوی کے خلاف لاہور طاعون کی دست درازی سے بچ رہیگا۔ اس لئے کہ کم سے کم الٰہی بخش ملہم اور صادق اس میں ہے۔ اور خدا کا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ تھا۔ کہ اگر ایک٭ بھی راستباز ہوگا تو وہ لوط کی بستی کو ہلاک نہ کریگا۔ اگر الٰہی بخش لاہور کے بچاؤ کی پیشگوئی نہیں کرتا۔ تو وہ بڑی صفائی سے جائز رکھتا ہے۔ کہ وہ کاذب اور تقویٰ اور تقرب الٰہی سے محروم مشہور ہو جائے۔ اور عوام کالانعام میں محسوب ہو اور زیادہ سے زیادہ جعفر زٹلی ثانی سمجھا جائے جن کا آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اب سے خدا کا خوف کریں۔ اور حیا سے کام لیں۔ وہ لوگ جو اسے اور اس کی کتاب کو خدا کے سلسلہ کا حریف مقابل بناتے ہیں۔ اور اس کے عجز کی صورت میں اسے عمل جیسد لہ خوار سمجھ کر خدا کے سلسلہ کی طرف قدم بڑھائیں۔ اور اس کے بعد ضروری ہے کہ لاہوری اور امرتسری امرتسر کے غزنوی جرگہ کے پاس عرضداشت لیجائیں اور گاہے بزور گاہے بمنت انہیں کہیں کہ وہ جسے دجال۔ کذاب اور مفتری کے نام سے یاد کرتے ہو۔ اُس نے ایسی عظیم الشان پیشگوئی کی ہے اور یہ گول مول اور پہلودار باتیں نہیں۔ بلکہ صاف صاف ہیں۔ اس لئے کہ وہ عنقریب اپنے صدق وکذب کی آپ گواہ بن جانے والی ہیں تم لوگ بھی الہام اور مقرب اللہ ہونے کے مدعی ہو۔ اور

٭ حاشیہ در حاشیہ۔ احمدی جماعت جہاں ہو وہ درحقیقت قادیان میں ہیں اور وہ بیزار ہیں۔ اُن سے جو اس پاک سلسلہ میں داخل نہیں ؁

ہوجائیگی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائیگا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"

"اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے

خدا کے راستبازوں کے مکفر و مکذب ہو۔ اٹھو اور جلدی کرو۔ اور مل کر کوئی ایسی پیشگوئی کرو۔ جس سے "قادیان کے پیغمبر" کا دعوی باطل ہو جائے اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا یہ کہ لاہور اور امرتسر طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں یا یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہو جائے حضرت مرزا غلام احمد کا یہ دعوےٰ ۲۵ برس سے ہے۔ کہ ان کی تکذیب پر آخر کار دنیا میں طاعون پڑنا تھا۔ اور پھر خدا نے اس اکیلے صادق کی طفیل قادیان کو جس میں اقسام کے لوگ تھے اپنی خاص حفاظت میں لے لیا۔ کیا ممکن نہیں کہ تم لوگ بھی خدا سے دعا کر کے ایک پیشگوئی اس سے لو کہ وہ لاہور اور امرتسر کو بچالے اس سے دو باتیں پوری ہو جائیں گی۔ مدعی مسیحیت اور مہدویت کا سارا شیرازہ کھل جائیگا اور آپ لوگ خدا اور خلق کے نزدیک مسلم راستباز ٹھہر جاؤ گے۔ اب یہ امتحان اور ابتلا کا وقت ہے کہ اس راہ سے حق و باطل ممتاز ہو جائے۔

پھر ازیں ضروری ہے کہ لوگ انجمن حمایت اسلام لاہور کی خدمت میں بھی ڈیپوٹیشن لیجائیں۔ اس لئے کہ اس کا بڑا بلند دعوی ہے کہ وہ حامی اسلام ہے اور بڑا افسوس ہے آج اس فرد پہلو اور اس گروہ پر جو ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کی حمایت کا ذمہ وار نہ ہو۔ غرض انجمن سے درخواست کریں۔ کہ وہ بھی اپنے ملہموں سے کوئی پیشگوئی شائع کرائیں یا اپنے مسلم اطبا سے کوئی نسخہ تیار کرائیں کہ ان کے محبوب وطن کے سر پر سے بلا ٹل جائے۔ اب تو ضروری ہے کہ خدائے غیور کی غیرت جوش میں آکر لاہور کی تقدیر کو تبدیلی اور عافیت سے بدل دے۔ اگر برائی اس کی قسمت میں ہی لکھی ہی تھی۔ اس لئے کہ دوسری صورت میں مولویوں اور پیرزادوں اور سجادہ نشینوں اور تمام مکذبوں کی امیدوں اور فتووں کے خلاف وقت آگیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادیانی ایک عالم کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی مسعود یقیناً ثابت ہو جائیں اور التباس اور شک کا سارا پردہ اُٹھ جائے۔

اے نیچریو! اور اے بیباک زندگی کی چال کو پسند کرنے والو! اور اے مذہب اور خدا کو

پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چپ رہے۔ تو ثابت ہو جائیگا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن آنے والا ہے۔ جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی۔ کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔"

پرانے زمانہ کا مشغلہ کہنے والو! اور اے یورپ کی عقل اور سائنس کو خدا کے لاکھوں راستبازوں کے سچے فلسفہ پر ترجیح دینے والو! اور اے خدا کی صفت تکلم اور پیشگوئیوں پر ہنسی اڑانے والو! اور اپنی ہوا و ہوس کے بتوں کے پرستارو۔ بولو اور سوچ کر بولو! کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود کے اس دعوٰی اور پیشگوئی میں خدا کی ہستی پر۔ قرآن کریم کی حقیقت پر۔ خدا کے متصف بصفات کاملہ ہونے پر یعنی ازل سے ابد تک متکلم ہونے اور مدبر بالارادہ ہونے اور قادر مطلق ہونے پر اور بالآخر میرزا غلام احمدؐ قادیانی کے منجانب اللہ ہونے پر چمکتی ہوئی دلیل نہیں؟ اب خدا کا ارادہ ہے کہ تم میں سے بہتوں کو جگائے جو غفلت کی نیند میں اینڈے پڑے سوتے تھے۔ اور بہتوں کے منہ اپنی قدرت نمائی سے بند کر دے۔ جو بہت جلدی خدا کی باتوں پر ہنس دیتے تھے۔ اور وقت آگیا ہے کہ خدا کی اس وحی کی صداقت ظاہر ہو جائے جو آج سے ۲۲ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھی گئی اور وہ یہ ہے۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اُسے قبول نہ کیا پر خدا اُسے قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔" یہ وہی خدا کے زور آور حملے ہیں۔ جو اس کی سچائی کے اظہار کے لئے ہو رہے ہیں اور ہنوز نہ خدا معلوم کب تک ان کا سلسلہ جاری رہے۔ آج وہی سعید ہے۔ جو ہوا سے محسوس کرے کہ پیچھے مینہ برسنے والا بادل آرہا ہے۔ وان فی ذلک لآیۃ قوم یومنون۔

خاکسار عبدالکریم قادیان

۹- اپریل سنہ ۱۹۰۲ء

تتمہ۔ اگرچہ اس سے پہلے ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور عاقبت بین خدا ترس اس سے کافی سبق سیکھ سکتے ہیں۔ مگر خلق اللہ کے نصح اور مختلف پیرائیوں میں اتمام حجت کے لئے پھر اسی مضمون کو برنگ دیگر اعادہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہاں ہیں منشی الٰہی بخش جنہوں نے اتنی

اے امرتسری منکر! بتا اور ضرور بتا کہ کیا مسیح موعود علیہ السلام کے ان مخاطبین میں سے کسی نے یہ اعلان کیا۔ کہ اُس کا شہر اس کے قدوم میمنت لزوم کے باعث محفوظ رہیگا؟ ہرگز نہیں پھر قادیان کی حفاظت اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں کیا شبہ رہا؟ پھر اسی تحدی کو اسی رسالہ

بڑی کتاب عصائے موسیٰ نام لکھ ماری اس غرض سے کہ اس سلسلہ کو نابود کریں۔ ان پر فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام انہ اوی القریۃ کے مقابل شایع کریں۔ اندادوی کا ہوس۔ اور کہاں ہیں حافظ محمد یوسف جو ایک ذلیل مداری کی طرح ایبٹ آباد کے فضل حق کو کھیلوں کا تھیلا بنا کر ادھر اُدھر لئے پھرتے ہیں۔ حافظ صاحب ہوش کریں اور خدا سے ڈریں اور غور کریں کہ خدا کے نشان وہ نشان ہوتے ہیں۔ جن سے خلقت کو فائدہ پہونچے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے انہ اوی القریۃ کے الہام میں وہ نشان دکھایا ہے۔ جس نے قادیان کی مخلوق کو اپنی حفاظت اور عاطفت کے پروں کے نیچے لے کر حضرت موصوف کا منجی اور نفع رسان خلائق ہونا ثابت کر دیا۔ اب حافظ صاحب کا اور اُن کے خلیفہ مسیح کا فرض ہے۔ کہ وہ بھی کوئی ایسا نشان مشتہر کریں۔ اے عبدالجبار۔ اے عبدالحق۔ اے عبدالواحد۔ اے راستبازوں کی مکذب حسد اور بغض سے لبریز قوم اُٹھ کہ اب تجھ پر نیند اور آرام حرام ہے۔ اب یہ امتحان کا وقت اور ایمان کی جانچ پڑتال کا موقعہ ہے۔ کہاں ہیں تمہارے ملہم اور قبول دعا کے مدعی اب وقت ہے کہ وہ اپنا تعلق اور تقرب اللہ تعالیٰ سے ثابت کریں۔ اور شائع کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا اور برکت سے امرتسر کو بچالیگا۔ یہ ایسا موقعہ ہے کہ اس میں کوئی شر و فساد اور جنگ و جدال نہیں بلکہ اس میں گورنمنٹ عالیہ کی بڑی بھاری تائید اور اس تشویش کے وقت میں ان کا ہاتھ بٹانا ہے۔ گورنمنٹ کو امرتسر اور لاہور کی خاص رعایت اور اکرام منظور ہے اس لئے کہ صوبہ پنجاب کے یہی دو عظیم الشان شہر ہیں اور لاہور تو دارالامارۃ ہے جیسے گورنمنٹ دل و جان سے آمادہ ہے۔ کہ ایسے شخص کی پوری قدر و منزلت کرے جو طاعون کے ازالہ کی مفید اور مؤثر دوا ایجاد کرے۔ یقیناً گورنمنٹ بڑی شکر گذار ہو گی ایسے مبارک وجود کی جو پوری تحدی سے اعلان کریگا کہ یقیناً لاہور اور امرتسر طاعون کے حملہ سے بچ رہیں گے۔ اب الٰہی بخش عبدالحق حافظ محمد یوسف اور غزنوی جرگہ کو خدا کی طرف سے ایسا موقعہ ملا ہے۔ جو کبھی ایسا نہیں ملا۔

کے صفحہ ۱۶ میں ایک اور مولوی احمد حسن امروہی کو مخاطب کر کے اس طرح پر دہرایا:۔
"اور اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے تو اب وقت آگیا ہے۔ کہ آسمانی فیصلہ سے ان کو پتہ لگ جائے۔ یعنے اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور میرے

اگر وہ اب خاموش رہے اور کوئی الہام شائع نہ کیا۔ تو صاف ثابت ہو جائیگا کہ وہ خدا تعالیٰ کے تقرب اور تعلق سے دور اور پورے مخذول ہیں اور اگر انھوں نے لاہور اور امرتسر کی نسبت پیشگوئی شائع کر دی اور جب بھی خدا تعالیٰ ظاہر کر دیگا کہ اس کی طرف سے کس نے کلام شائع کیا اور شیطان کے منہ سے کون بولا۔

ہاں اے شیخ الکل فی الکل علی الکل نذیر حسین اس بڑھاپے میں تو ہی کوئی ثبوت دکھا جا کہ تیرا آسمان سے تعلق ہے تجھ پر افسوس ہوگا کہ خدا کے مسیح موعودؑ کی نسبت سب سے پہلے تو نے کفر کا فتویٰ لکھنے کے لئے قلم اُٹھایا اور اب کیا اسی مسیح کے مقابل جو پکار پکار کر اپنا مقرب اللہ اور مرسل اللہ ہونا ثابت کرتا اور سینکڑوں گذشتہ نشانوں کے علاوہ اس کے حسب حال یہ جدید نشان پیش کرتا ہے کہ انہ اوی القریۃ۔ غرض اسی راستباز کے مقابل جس کی تذلیل کے لئے تو نے بہت کوشش کی اب اس ذلت اور خذلان کو پسند کریگا کہ خدا تعالیٰ سے تیرا کوئی علاقہ نہیں اور نہ استجابت دعا کا شرف تجھے بخشا گیا ہے۔ اگر تو نے دہلی کی نسبت دعائیں کر کے خدا تعالیٰ سے اس کی نسبت یہ الہام نہ پالیا انہ اوی دھلی۔ بوڑھے دہلوی کے شاگرد رشید محمد حسین بٹالوی کیا تو اس میدان میں نہیں نکلے گا۔ تو وہی نہیں جو بڑی جرأت اور فضول گوئی سے ہوائی کا غذوں میں ہانکیں لگاتا تھا۔ کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیچھے پیچھے شکاری کی طرح پھرتا ہے اور وہ آگے آگے بھاگتے ہیں۔ اور تو نے ہی اس ناری کی طرح نہ کہا تھا۔ کہ "ہم نے اُسے اونچا کیا اور اب ہم ہی اُسے نیچے گرائیں گے"۔ اگرچہ تیری اس ہرزہ درائی کو خدا نے بڑے بڑے عظیم الشان قولوں اور میدانوں میں خاک میں ملایا مگر معلوم ہوتا ہے مگر یہ صدمے تیری سخت کھال کو محسوس نہیں ہوئے اور تُو نے اپنے تئیں بھی مغالطہ میں ڈالا۔ اور دوسروں پر بھی امر حق کو مشتبہ رکھنے میں کوشش کی۔ اب کیسا عجیب موقعہ ہے۔ کہیں آنا نہیں جانا نہیں۔ شرائط شروط کے جھگڑے نہیں۔ گورنمنٹ کی حفاظت کی ذمہ واری اور پولیس کے درمیان آنے کے

الہامات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے۔ کہ جس طرح ہمیں خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کہا ہے انہ اوی القریۃ۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ وہ انہ اوی امروھہ لکھدیں۔ مومنوں کی دعا تو خدا سُنتا ہے

کوئی قضیئے نہیں۔ گھر بیٹھے امن و آرام سے کام بنتا اور معاملہ طے ہوتا ہے۔ تم بھی بڑی قوت اور شوکت سے شائع کر دو۔ کہ تمہارے خمیر کی جگہ بٹالہ طاعون سے محفوظ رہیگا۔ بٹالہ اور قادیان پاس پاس ہی تو ہیں۔ اگر قادیان محفوظ رہ سکتا ہے تو بٹالہ کیوں اس صاف ہوا سے حصہ نہیں لے سکتا۔ تم نے ایک دفعہ اپنے خواب بھی شائع کئے تھے اور اُن خوابوں کی بنا پر خدا کے مرسل اور اس کے سلسلہ طیبہ کی ہتک کی تھی۔ اب وقت ہے کہ اس ذریعہ سے اپنی راستی پر مُہر لگاؤ۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ وہ جس کی عزت کی روز افزونی اور اس کے سلسلہ کی ترقی تمہارے لئے آتش جہنم سے کم نہیں۔ اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے پر کس اکرام اور عزت کے تاج کو سر پر رکھنے والا ہے۔

پیر گولڑی۔ شمس بازغہ کے بنانے والے جو فضیلت کا عمامہ باندھنے کے لئے لاہور دوڑے آئے تھے اور اندر ہی اندر انہیں آگ لگ رہی ہے کہ خدا کے سلسلہ کی بیعزتی دیکھیں۔ کیا اس میدان میں نہیں نکلیں گے۔ پیر صاحب کیلئے تو بڑا ابجاری موقعہ ہے۔ کہ اب کرامت نمائی کا نشان کھڑا کریں۔ اور خدا تعالیٰ سے یہ الہام پا کر یہ دعوے شائع کریں کہ ان کا مولد و منشاء گولڑہ طاعون کے صدمہ سے بچ رہیگا۔

پیر صاحب اب وقت آگیا ہے کہ آپ بھی اور آپ کے پیرو بھی نفس کے غلیظ اور تہ در تہ حجاب اور مغالطہ سے باہر نکل آئیں۔ اگر آپ نے خدا سے دعا کر کے یہ الہام پالیا انہ اوی گولڑہ یا اس کے ہم معنی کلام جسے آپ خدا کا کلام کہہ کر شائع کریں۔ خواہ کسی زبان میں ہو۔ تو خود آپ کو اپنے تئیں مبارک باد دینے کا اچھا موقع مل جائیگا۔ کہ آپ مقرب اللہ اور ملہم اور محدث ہیں اور آپ کی جماعت آپ کی نسبت ایمان میں نمایاں ترقی کریگی اور اگر آپ خاموش رہے اور خدا تعالےٰ نے ایک مخذول و مطرود کی طرح آپ سے اپنا مقدس چہرہ چھپا لیا تو خود آپ کو بھی صاف طور پر واضح ہو جائیگا کہ آپ مسند مشیخیت پر بیٹھ کر اپنے آپ کو اور خدا کی خلق کو فریب

وہ شخص کیسا مومن ہے کہ ایسے شخص کی دعا اُس کے مقابل پر تو سنی جاتی ہے۔ جس کا نام اس نے دجال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے مگر اس کی اپنی دعا نہیں سُنی جاتی پس جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ کہ میں قادیان کو اس تباہی

دے رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ جو مخاطب کئے گئے ہیں۔ خاموش رہ جائیں تو ضرور ہے کہ ان کے حامی اور مداح [illegible] اور ان پردہ نشینوں کو پکڑ پکڑ کر میدان میں لائیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر! کیا فیصلہ کا دن ہے کس قدر صفائی سے ایک بات پیش کی گئی۔ اس سے پہلے خدا کے مسیح کے ہر نشان کو تم لوگوں نے بیعزت کرنے اور پامال کرنے کی بڑی کوشش کی اور امر حق کو دُنیا کی آنکھ میں پوشیدہ اور مشتبہ کر دیا جبکہ تم نے آتھم نصرانی کے عظیم الشان نشان کی بیقدری کی اور طرح طرح کی بیجا باتیں اس کی نسبت کہیں۔ اور پھر لیکھرام کی موت کے بیّن نشان کو بھی پاؤں کے نیچے کُچل ڈالا۔ اب تو بڑا صاف موقعہ اور مسطح میدان مل گیا ہے۔ اب ہی نکلو۔ اور اگر تُم نے اب بھی توجہ نہ کی تو یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ کی حجت تُم پر پوری ہو گئی۔

بالآخر موقعہ ہے کہ ہم لاہور کے اُن پادریوں کو عموماً اور پادری ڈاکٹر وائٹ بریخٹ کو خصوصاً مخاطب کریں جن کے اہتمام سے چند ہی روز ہوئے ایک پرچہ نکلا تھا۔ کہ اگر لوگ طاعون سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ تو یسوع مسیح پر ایمان لائیں۔ اگر ان کی طرف سے یہ پرچہ اور ایسا دعوٰی شائع نہ ہوتا تو ہمیں کچھ ضرورت نہ تھی۔ کہ ہم ان لوگوں کو مخاطب کرتے۔ مگر اسلام کا صدق اور اسلام کی سچی زندگی ہمیں جوش دلاتی اور اس ہتک کے مقابل جو ضمناً اس عیسائی پرچہ نے اسلام کی نسبت جائز رکھی۔ ہمیں حق واجب دیتی ہے۔ کہ ہم ان پادریوں سے خطاب کریں۔ سو ہم بڑے زور اور وضاحت سے کہتے ہیں۔ اور ساری دنیا گواہ رہے کہ حقیقی نجات اور سچی شفاعت وہ ہے۔ جس کے ساتھ اس دنیا میں چمکتے ہوئے ثبوت اور نشان ہوں اس لئے کہ اس جہان میں ہر قوم کا دعوٰی ہے کہ ان کے مذہب کی پیروی میں نجات اور موکش ہے یہاں تک کہ ہمارے ملک کے بھنگی بھی بڑی قوت سے امید ظاہر کرتے ہیں۔ کہ والمیک کے دامن سے وابستہ ہو کر آخر کار وہی نجات پائیں گے۔ اور باقی ساری قومیں ان کے پیچھے رہ جائیں گی۔ ج ۲۰

سے محفوظ رکھونگا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں۔ یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔ اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہیئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہو سکے۔ امروہہ کی نسبت دعا قبول

اب اگر کوئی بیّن اور بنیادی ثبوت توطیہ اور تمہید کے طور پر اس مشہود اور محسوس دُنیا میں نہ ہو تو کسی کے ہاتھ میں اس بات پر یقین کرنے کی کیا وجوہ ہیں۔ کہ اس کا مذہب اور پیشوا دوسرے جہان میں یقیناً اس کا [illegible] ہوگا۔ پادری صاحب دہائی دیتے پھرتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح اکیلا منجی ہے اور نجات اس شخص سے وابستہ ہے اور وہی اکیلا الفا اُمیگا خدا ہے۔ اس وقت ایک شخص نے صاف لفظوں میں نہ اب سے بلکہ بارہ سال سے دعوٰی کیا ہوا ہے۔ کہ وہ وہی مسیح موعودؑ ہے۔ جس کا وعدہ توریت کے مقدس نبیوں نے اور خود حضرت مسیح ناصری نے اپنے دوبارہ آنے کے استعارہ میں دیا تھا۔ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ کا یہ بھی دعوٰی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل اتری۔ اور جنہیں غلطی سے عیسائی زندہ خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دوسرے نبیوں کی طرح موت کا پیالہ پی کر زمین کے تہ خانہ میں سو رہا ہے۔ اور حضرت میرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے اور مرسل اللہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اپنے زندہ تعلقات کو زندہ خدا سے اور ان تعلقات کا اظہار کرتے ہیں۔ غیب کی مقتدرانہ پیشگوئیوں سے جن پر صادق مرسل اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا اور ان کی ان سب قدرت نمائیوں کا صاف اور سچا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اسلام ہی صرف زندہ مذہب ہے اور اسی کا سچا متبع زندہ نشان اور برکات دکھا سکتا ہے۔ دوسرے تمام مذاہب بے برکت اور مردہ ہیں۔ اور ان میں زندگی کی روح قطعاً نہیں رہی۔ اس وقت موقع ہے کہ بڑے بڑے سرگرم اور غیور پادری خصوصاً ریورنڈ ڈاکٹر صاحبان جنہیں صلیب اور کفارہ کی تائید اور اشاعت کا بڑا بھاری جوش ہے۔ اور سب کام چھوڑ کر اُٹھیں۔ اور ایک کام سے درحقیقت دو بڑے یادگار کے قابل کام کریں جس طرح حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ نے خدا کی اس وحی کی قوت اور بنا پر کہ وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم انہ اوی القریۃ۔ لولا الاکرام لھلک المقام دعوٰی کیا ہے۔ کہ ان کے وجود باوجود ج ۲۰

کرائیں کہ وہ طاعون سے پاک رہیگا۔ اور ابتک۔ یہ دعا قریب قیاس بھی ہے کیونکہ
ابھی تک امروہہ طاعون سے دو کوس فاصلہ پر ہے۔ لیکن قادیان سے طاعون سے
چاروں طرف سے بفاصلہ دو کوس آگ لگ رہی ہے۔ یہ ایک ایسا صاف صاف مقابلہ

برکت سے کہ وہ روحانی زمانہ زندہ مسیح یا زندہ خلیفہ ہیں۔ ان کا وطن اور مقام طاعون کے
وسعت برد سے محفوظ رہیگا۔ اور اس طرح آپ نے اسی جہان میں ثبوت دیا ہے کہ وہ شفیع اور
نجات دہندہ ہیں۔ اور یوں ایک قوم کو یقین سے سرشار کردیا ہے کہ لاریب زندہ اور
سچا مذہب اسلام ہے۔ جس کی پیروی اسی جہان کی نجات اور تقرب اللہ کا نتیجہ بخشتی ہے۔ اور
اس بیّن نتیجہ سے یقین دلاتی ہے کہ دوسرے جہان کی نجات بھی اسی پاک طریق میں ہے۔ اسی
طرح اس کے مقابل تمام پادری دعائیں مانگ کر اور اپنا الفا اُمیگا یسوع مسیح سے جو کانوری
کے پہاڑ پر مصلوب ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر نشان مانگیں۔ اور رو رو کر اسے کہیں۔ کہ اے خدا
کے بیٹے یسوع مسیح اب موزوں وقت ہے کہ تو اپنی زندگی اور خدائی کا ثبوت دے۔ جبکہ تیرے
مقابل ایک شخص نے دعویٰ کیا اور ایک جہان میں غلغلہ برپا کر دیا ہے۔ کہ وہ موعود مسیح وہی
ہے اور نصرانیوں کا مسیح مردہ اور کشمیر میں مدفون ہے۔ دیکھ! اے خدا کے بیٹے اسی طرح ہمیں
شرمندہ نہ کر جیسے تو نے اُس وقت اپنے شاگردوں کو ذلیل کیا تھا جبکہ یہودیوں نے بڑے زور سے
کہا تھا کہ اگر تو زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ تو صلیب سے اُتر آ۔ وہ معاملہ تو ایک بستی میں تھا۔ اور تاریکی
کے دفتر میں مخفی ہو چکا ہے۔ اب تمام دنیا میں مرزا غلام احمد نے عربی کے ذریعہ۔ فارسی
کے ذریعہ انگریزی کے ذریعہ۔ ہندوستان کی زبانوں کے ذریعہ شور مچا دیا ہے کہ یسوع مسیح عاجز
اور ناتوان انسان تھا۔ جو دوسرے انسانوں کی طرح مر گیا ہے۔ اب تو اے خداوند موقعہ ہے
کہ تو اپنی پیاری کلیسا کی لاج رکھ لے اور ہمیں الہام کر دے کہ جس جگہ تیرا قائم مقام بشپ
سکونت گزین ہے۔ وہی مقام تیری قدرت اور برکت سے طاعون سے محفوظ رہ جائے۔ اور
ہم بھی تحدی اور غیر متزلزل دعوے سے مرزا غلام احمد کے مقابل ہزار ہا اخباروں میں شائع
کردیں۔ کہ مثلاً لاہور کو جو بشپ صاحب کا صدر مقام ہے۔ یا مثلاً بٹالہ جو پنجاب میں عیسائیوں
کا پسندیدہ مقام ہے۔ یقیناً یقیناً طاعون سے محفوظ رہیگا۔

ہے کہ اس میں لوگوں کی بھلائی بھی ہے اور نیز صدق اور کذب کی شناخت بھی ہے
کیونکہ اگر مولوی احمد حسین صاحب لعنت باری کا مقابلہ کر کے دنیا سے گذر گئے۔
تو اس سے امروہہ کو کیا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر اُنھوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا

پادری صاحبان بغور کا مقام ہے۔ کہ قادیان سے دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون تاخت
و تاراج کر رہی ہے۔ اور قادیان ایک جزیرہ کی طرح اس موجزن خونخوار سمندر میں بن رہا ہے اور
روک اور حفاظت کا کوئی ظاہری اور جبری سامان نہین۔ گورنمنٹ حفاظت سے دستکش ہو چکی
ہوئی ہے اور طاعون زدہ مقامات سے بے روک ٹوک براتیں اور گنوار قادیان اور اس کے بازار
میں آتے جاتے ہیں۔ باایں ہمہ ایک شخص علی الاعلان کہہ رہا ہے۔ کہ خداتعالیٰ مجھ سے بولا۔ اور
اس نے مجھے کہا انہ اٰوی القریۃ۔ لولا الاکرام* لھلک المقام آپ لوگوں کے پاس
کس قدر سامان ہیں۔ آپ کے کوٹھیں بہرگرم کش دوائیں چھڑکی جاتی اور طاعون کے ساتھ جنگ کرنے
کی بڑی ہتیار بندی کی جاتی ہے۔ اور آپ ہزاروں ہزار تنخواہیں گورنمنٹ یا گورنمنٹ کی قوم سے پاتے
ہیں احسان کا معاوضہ دینے اور مذہب عیسوی کی صداقت ظاہر کرنے کا امتحان اور میدان تو اب
پیش آیا ہے** یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیجئے۔ اگر آپ نے بالمقابل کچھ شائع نہ کیا۔ تو یسوع مسیح
کی موت پر دوہری مُہر لگ جائیگی۔ اور ایک جہان پر روشن ہو جائیگا۔ کہ نصرانیت مردہ مذہب ہے
اور حضرت عیسیٰ عاجز انسان اور خدا کا عاجز بندہ تھا جو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح فوت ہو گیا
اور قرآن کریم اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے ہیں۔ اور سچے شفیع
اور منجی ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہی زندہ نبی اور معصوم نبی

* حاشیہ در حاشیہ۔ یہ الہام تو ابھی چند روز کا ہے۔ جبکہ طاعون کا زور کسی کو
مُنہ کھولنے کی جرأت نہیں دلاتا + منہ

** حاشیہ در حاشیہ۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بےعزتی۔ خدائے غیور نے اس جلیل رسول کے
غلام کو جس کا نام غلام احمد ہے۔ بھیجا ہے تو کہ اُس کشتی میں تمہارے مصنوعی خدا کو پچھاڑ کر دکھا دے
کہ زندہ قادر خدا کا زندہ اور سچا رسول وہی ہے۔ جس کی تم نے تحقیر کی اور یسوع مسیح اُس کے ادنےٰ
غلام کے مقابل بھی مردہ اور لاشئے ہے + منہ

قبول کرا کر خدا سے یہ بات منوا لی کہ امروہہ میں طاعون نہیں پڑیگی۔ تو اس صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہو گی بلکہ تمام امروہہ پر ان کا ایسا احسان ہوگا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کر سکیں گے۔ اور مناسب ہے کہ ایسے مباہلہ کا مضمون اس اشتہار کے شائع

حاشیہ: ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ میں بھی اپنی زندگی اور اپنے مذہب کی زندگی اور برکات کا ثبوت ساری مخاطب قوموں کو دیا۔ اور اب بھی اپنے سچے جانشین غلام احمد مسیح موعود کے وجود میں اسلام کی زندگی کا ویسا ہی ثبوت دے رہے ہیں۔ بالآخر ہم اس مضمون کو قرآن کریم کی ایک آیت پر ختم کرتے ہیں۔ جو سورۂ مائدہ کے اس حصہ کی آیت ہے۔ جہاں خداوند غیور نے عیسوی مذہب کا دلائل بیّنہ سے استیصال کر دیا ہے اور رکوع کی آخری آیت میں قطعی دلیل نصرانیت کے بطلان میں نصاریٰ کو مخاطب کر کے دی ہے قل اتعبدون من دون اللّٰہ ما لا یملک لکم ضرا ولا نفعا واللّٰہ ھو السمیع العلیم ۝ قل یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل یعنے ان سے کہہ دو کہ تم اللّٰہ کو چھوڑ کر ایسے شخص کی (مردہ یسوع مسیح کی جسے اللّٰہ اور ثالث ثلاثہ مانا ہے) عبادت کرتے ہو جس کے ہاتھ میں تمہارا نفع اور ضرر نہیں اور دعاؤں کو سننے والا اور داعی کے باطنی سوز و گداز کو جاننے والا تو اللّٰہ ہے (عاجز اور مردہ مخلوق میں یہ طاقت کہاں) کہو۔ اے کتاب والو! اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور ان لوگوں کی نفسانی باتوں کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ کس صفائی اور خوبی سے دکھا رہی ہے کہ معبود ہونے کا استحقاق اس کو ہے جس کے قبضۂ قدرت میں نفع اور ضرر ہو۔ اور کتاب اللّٰہ دعوے کرتی ہے کہ یسوع مسیح میں یہ طاقت ہرگز نہیں۔ لہٰذا وہ معبود ہونے کے قابل نہیں۔ اب کس قدر ضروری ہے۔ کہ آجکل کے پادری اس آیت کا لگایا ہوا بدنما داغ نصرانیت کے ماتھے سے دھوئیں۔ اور اس کی سبیل یہی ہے۔ کہ یسوع سے نشان مانگیں۔ جو اس کے زندہ ہونے اور ضار و نافع ہونے کا ثبوت ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کریں گے۔ تو وہ سمجھ لیں۔ کہ خود انہوں نے مسیح کی قبر پر ہزاروں من کے پتھر رکھ دیئے۔ کہ وہ ذرا سی کروٹ

ہونے سے پندرہ دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کردیں جس کا یہ مضمون ہو۔ کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمدؐ کے مقابل پر شائع کرتا ہوں۔ جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں جو مومن ہوں دعا کی قبولیت پر بھروسہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں۔ کہ امروہہ ضرور بالضرور طاعون کی دست برد سے محفوظ رہیگا۔ لیکن قادیان میں تباہی پڑیگی۔ کیونکہ مفتری کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس اشتہار سے غالباً آئندہ جاڑے تک فیصلہ ہو جائیگا یا حد دوسرے تیسرے جاڑے تک اور گو اب مئی کے مہینہ سے سنت اللّٰہ کے موافق ملک میں طاعون کم ہوتی جائیگی اور خدائی روزہ کے دن آتے جائیں گے مگر امید ہے کہ پھر ابتدا نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ اپنا روزہ کھولیگا اُس وقت معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ مسیح موعودؑ کی رہائش کے قریب گو پنجاب ہے اور مسیح موعود کی نظر کا پہلا محل پنجابی ہیں۔ اس لئے اول یہ کارروائی پنجاب میں شروع ہوئی۔ لیکن امروہہ بھی مسیح موعودؑ کے محیط ہمت سے دور نہیں ہے۔ اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچیگا۔ یہی ہماری طرف سے دعویٰ ہے اگر مولوی احمد حسن امروہی اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کریگا امروہہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم سے کم تین جاڑے امن سے گذر گئے۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ پس اس سے بڑھکر اور کیا فیصلہ ہوگا۔ اور میں پھر

خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے۔ کہ اس وقت آسمان پر کسوف خسوف ہوگا۔ اور زمین پر سخت طاعون پڑیگی۔ اور میرا یہی نشان ہے۔ کہ ہر ایک

بقیہ حاشیہ بھی نہ بدل سکے اور دوسری آیت الزام دیتی ہے کہ مسیح کو خدا بنانا پُرانے بت پرستوں کی ریس ہے۔ خدا کی کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں +

مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں۔ اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں۔ اور خواہ گولڑہ میں۔ اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہیگا۔ کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہیگا۔ تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہوجائے گا۔ کیونکہ اس نے خدا تعالےٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسین صاحب تک محدود نہیں۔ بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آگیا۔ اور جسقدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کرکے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے۔ اور عبدالجبار اور عبدالحق اور عبدالواحد غزنوی جو مولوی عبداللہ صاحب کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعوےٰ کرکے مولوی عبداللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے۔ اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے۔ ان سب کو چاہئے۔ کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دیدیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے۔ اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی۔ اور ولی سمجھے جائیں گے۔ ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مُہر لگادیں گے اور ہم عنقریب انشاءاللہ اس بارے میں ایک مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ"

"جن الفاظ کو میں نے جلی کر دیا ہے۔ وہ خصوصیت سے ناظرین کی توجہ چاہتے ہیں۔ غور کرو۔ اور بتلاؤ۔ کہ جس قوت اور جرأت کے ساتھ یہ خدا کا موعود بول رہا ہے کیا کسی مفتری میں یہ قوت اور طاقت ہوتی ہے؟ اس نشان کے مقابلہ میں قادیان کی حفاظت کا سوال کیا طے نہیں ہو جاتا؟

آخر میں امرتسری مُنکر نے خود بھی اعتراف کرلیا ہے کہ طاعون سے قادیان کی کلی حفاظت کا وعدہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ہمارا ارادہ تھا کہ ہم قادیان میں طاعون زدوں کی فہرست لکھتے جس میں مرزا جی کے مرید بھی ہوتے۔ مگر مرزا جی کی اس تاویل نے کہ الہام میں قادیاں کا نام نہیں الہام میں تو قریہ کا لفظ ہے جس میں سوائے مرزا جی اور اُن کے اہل بیت کے کوئی دوسرا آ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہم یہ ارادہ ملتوی کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ حسب عادت شریفہ اس تاویل سے بھی روگرداں ہوں جو بنظر حالت موجودہ بعید نہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز" (صفحہ ۱۰۰۔ الہامات طبع سوم)

یہاں امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاویل کو تسلیم کرکے کفار مکہ کی طرح اور انبیاء علیہم السلام کے منکرین کے نقش قدم پر چل کر حضرت مسیح موعود اور آپ کے اہل بیت کے متعلق بُری تمنا کی ہے اور وہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ پیشگوئی گویا اسی رنگ میں باطل ہوگی کہ نعوذ باللہ حضرت کی اس تاویل کے نیچے کوئی وجود (نصیب اعدا) مبتلائے طاعون ہو جاتا۔ اور پھر اسی کے متعلق ایک طرف پیشگوئی کرتا ہے کہ بنظر حالت موجودہ یہ بعید نہیں۔ خدا جانے اس کے لئے اس احمق نے کیا کیا دعائیں کی ہونگی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کو ان تمام بُری خواہشوں میں

نامراد اور ناکام رکھا

اور پورے معنوں میں **ذلت** اور **نامرادی** کا مزا چکھایا۔ حضرت مسیح موعود اور آپ کے اہل بیت محفوظ رہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کھُلی کھُلی آیات کے ہوتے ہوئے بھی کوئی اس کو نہ سمجھے۔ میں ختم کرنے سے پہلے اس پیشگوئی کا خلاصہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اول۔ کوئی الہام۔ رؤیا۔ کشف ایسا نہیں جس میں بتایا گیا ہو۔ کہ قادیان میں طاعون کا کوئی کیس نہ ہوگا؟ اس لئے یہ امرتسری منکر کی چالاکی اور فریب آفرینی ہے۔ کہ وہ عوام کو دھوکا دیتا ہے یہ کہکر کہ قادیان کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور قادیان میں طاعون آئی۔

دوم۔ قادیان میں طاعون کا آنا یہ پیشگوئی تھی۔ جیسا کہ لولا الاکرام لھلک المقام اور انہ اوی القریۃ میں اوی کا لفظ بتاتا ہے۔

سوم۔ قادیان میں طاعون جارف کا نہ آنا قادیان کی حفاظت کی پیشگوئی ہے۔ اور یہ پورا ہوا۔ قادیان میں طاعون جارف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کبھی نہیں آئی۔

چہارم۔ قادیان کی حفاظت کے مقابلہ میں مخالفین پر اتمام حجت کیا اور ان سے کہا کہ وہ اپنی دعاؤں الہامات یا کسی اور بناء سے کسی شہر کی حفاظت کا دعویٰ کریں گے تو وہ ناکام رہیں گے اور وہ شہر ضرور ہلاک ہوگا۔ مگر کسی کو اس مقابلہ کی جرائت نہ ہوئی۔

پنجم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الدار کی حفاظت [illegible] وہ پورا ہوا۔

ششم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کا خصوصیت سے وعدہ تھا۔ اسی الہام الٰہی پر آپ نے قسم کھا کر مخالفوں خصوصاً امرتسری منکر کو نہ ایک بار بلکہ دو بار مقابلہ کے لئے بلایا۔ کہ وہ اپنی حفاظت کا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کسی الہام کی بناء پر دعویٰ کرے۔ مگر وہ اس کے دوسرے امثال و اقران جن میں بعض الہامات کا دعویٰ کرتے تھے محض ناکام رہے۔ اس طرح پر یہ نشان، چھ نشانوں کا ایک پُر شوکت مجموعہ ہے اور

کوئی نہیں۔ کہ ان کو جھٹلا سکے۔

وللہ الحمد۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پیشگوئی کے مختلف پہلوؤں پر خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے پوری بحث ہو چکی ہے۔ اور اب یہاں ختم کرتا ہوں۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

آٹھویں پیشگوئی

خاکسار راقم (ثناء اللہ) کے متعلق

آٹھویں پیشگوئی ثناء اللہ نے اپنے قادیان آنے کے متعلق بیان کی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس پیشگوئی کو اصل الفاظ میں بیان کیا جاوے۔ امرتسری منکر نے یہاں خیانت سے کام لیا ہے کہ اعجاز احمدی کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اگر وہ پوری عبارت نقل کرتا تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔

اب ہم پہلے اعجاز احمدی کے وہ فقرات درج کرنے مناسب سمجھتے ہیں جن میں انوکھے مولوی فاضل کو قادیان آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ ایسی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مُد کے مباحثہ میں پیش کی تھیں۔ ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہونچ گئی ہے۔ وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے (ناظرین اس فقرے کو خوب یاد رکھیں اور ہر ایک اعتراض ان کا جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں (یعنی ان کے اعتراض جھوٹے اور شیطانی منصوبے نہیں ہوتے بلکہ منہاج نبوۃ کی نگاہ سے کرتے ہیں۔ ایڈیٹر) اس کو ثناء اللہ کی روئداد میں عمداً چھوڑا گیا ہے) تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹا تو ثابت کریں۔ اور ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا اور آمد و رفت کا کرایہ علحدہ لیکن اس تفتیش کے وقت منہاج نبوۃ کو صدق و کذب کے لئے معیار ٹھہراویں۔ (یہ دوسرا فقرہ ہے۔ جو ان کے سحر کا مبطل تھا۔ اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی ذریعے

عمداً چھوڑا ہے۔ (ایڈیٹر) پھر صفحہ ۲۳۔ اعجاز احمدی کے وہ فقرات جن کو مولوی ثناء اللہ اپنی دعوت کے متعلق سمجھتا ہے) یہ ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں۔ کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کریں۔ اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ہر پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوۃ کی رو سے جھوٹی ثابت ہو۔ ایک سو روپیہ اُن کی نذر کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا اُن کے گلے میں رہے گا اور آمد و رفت کا خرچ بھی دیں گے اور کل پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جاوے اور اسی شرط سے روپیہ ملیگا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا (یہ تیسرا اور عظیم الشان فقرہ ہے جو عمداً چھوڑا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے اصل حقیقت کھلتی ہے (ایڈیٹر)۔ جن فقرات کو ہم نے جلی قلم سے لکھا ہے یہ عمداً ان تحریروں میں چھوڑے گئے ہیں جو مولوی ثناء اللہ اور اُن کی ذریت نے شائع کی ہیں۔ ان فقرات کو پڑھ کر ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعجاز احمدی میں جو دعوت کی تھی (قطع نظر اس کے کہ اس کی آخری تاریخ کیا تھی) اس میں مندرجہ ذیل امور متعلق دعوۃ ہیں۔

اول۔ قادیان آکر پیشگوئیوں کی تفتیش کرتے وقت منہاج نبوۃ کو ہاتھ سے نہ دیا جاوے۔ بلکہ اسی کو معیار صدق و کذب ٹھہرایا جاوے۔

دوم۔ قادیان بغرض تحقیق آئیں نہ بغرض مباحثہ۔ مباحثہ کی دعوۃ کا مفہوم کسی ایک فقرہ اور جملہ سے پایا نہیں جاتا۔

سوم۔ دعوۃ میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ پیشگوئی کی تحقیق و پڑتال منہاج نبوۃ پر ہوگی۔ اور اس کا ثبوت حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذمہ ہوگا جس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ کا صرف اتنا کام ہوگا

کہ وہ سُنیں اور حضرت حجۃ اللہ اپنی اُن تمام پیشگوئیوں کو جو نزول المسیح وغیرہ کتب میں مندرج ہیں۔ منہاج نبوت پر ثابت کر کے دکھائیں۔

لیکن اب ہم کو یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو قادیان آئے۔ تو انھوں نے کیا حضرت حجۃ اللہ کے دعوت کے موافق اُن سے مطالبہ کیا اور اگر کیا وہ درخواست دعوت اعجاز احمدی کے موافق تھی تو حضرت حجۃ اللہ نے اسے کہاں تک پذیرا کیا؟ اور اگر درخواست دعوت کے موافق نہ تھی۔ پھر اعلیٰ حضرت نے کہاں تک شفقت اور رحم سے سلوک کیا؟۔

یہ امور ہیں جو اس سفر قادیان میں تنقیح طلب ہیں۔ ان امور پر بحث کرنے کے یہ ضروری ہے۔ کہ پہلے وہ کل روئداد درج کر دی جاوے اس لئے پہلے ہم مولوی ثناء اللہ کا رقعہ۔ پھر حضرت حجۃ اللہ کا جواب الجواب اور حضرت حجۃ اللہ کی طرف سے آخری حجت درج کریں گے۔

اس تمام خط و کتابت سے یہ بخوبی ظاہر ہو جاویگا کہ کیا امرتسری مُنکر کے ہاتھ میں کوئی دلیل ہے۔ جو اس کی تکذیب کر سکے۔ چنانچہ وہ خط و کتابت درج ذیل ہے۔ جو قادیان میں آکر امرتسری مُنکر نے کی۔

بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔ خاکسار حسب دعوت آپ کے مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جنابعہ کی دعوت قبول کرنے میں آجتک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا۔ میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں۔ چونکہ آپ بقول خود ایک ایسے عہدے جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں۔ جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرینگے۔ اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو

اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اس عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقعہ دیں۔ ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

ابو الوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ از قادیان

جواب حضرت اقدس کی طرف سے

از طرف عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و اید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب!

آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا اُن کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہوں رفع کراویں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کرونگا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سُننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے طیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اپنے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں۔ مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا سو وہ [illegible] ت سے بہت دور ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے [illegible] یا اقرار کر دیں۔ کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہ اعتراض نہ کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا حضرت یونس پر عائد ہوتا ہو۔ اور اس کی حدیث اور قرآن کی پیشگوئیوں پر زد [illegible] ری یہ شرط ہوگی۔ کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہیں ہوں گے۔ صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دیدیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جاویگا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر

کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے۔ کیونکہ آپ اطلاع دیکر نہیں آئے۔ چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں میں بباعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت خرچ نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ کو بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اول صرف ایک پیشگوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹے میں اُس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جاویگا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی۔ تو اور کچھ لکھکر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہئے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ آپ تو شبہات دُور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں باآواز بلند لوگوں کو سُنا دونگا کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ جواب ہے اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جاوینگے۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو موقعہ دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ چودھویں جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک میں یہاں ہوں بعد میں ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے۔ لیکن ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تین گھنٹے تک آپ کیلئے خرچ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں۔ تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا۔ ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے۔ خود خدا تعالیٰ فیصلہ کر دیگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

سمجھ کر دیکھلو۔ کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو۔ ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائینگے۔ اور میں وہ وسوسہ دور

کرتا جاؤں گا۔ ایسا ہی صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کر لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کریگا۔ جس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے۔ اُن کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔ بالآخر اس غرض کے لئے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کئے خالی نہ جاویں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا۔ اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاویگا۔ کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض پیشگوئی پر ہو۔ ایک سطر یا دو سطر تک لکھ کر پیش کریں اور جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ **پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوۃ کی رو سے قابل اعتراض ہے** اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا۔ جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن کو دوسری پیشگوئی اسی طرح لکھکر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی۔ کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں۔ اور ناحق فتنہ فساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں میں سے جو شخص انحراف کریگا اس پر لعنت ہو۔ اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو میں اب دیکھونگا کہ آپ سنت نبوی کے مطابق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لیجاتے ہیں اور چاہئے کہ اول آپ مطابق اس قسم مؤکد کے

آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھکر بھیج دیں۔ اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جاویگا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاوینگے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء

مرزا غلام احمد عفی عنہ (مہر)

مولوی ثناء اللہ کا خط

اما بعد خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب۔ آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا۔ مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا۔ وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا جبکہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولیٰ میں انہی صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں۔ تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے۔ بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (خاکسار) آپ کی پیشگوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں۔ تو فی پیشگوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطر لکھنے کے پابند کرتے اور اپنے لئے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ۔ بھلا یہ کیا تحقیق کا طریق ہے کہ میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں۔ جس کی بابت آپ نے مجھے صفحہ ۲۳ پر دعوت کی ہے۔ جناب والا کیا انہی دو سطروں کے لکھنے کے لئے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا ہوا کر سکتا تھا۔ اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت

کو یاد کر کے بلا نیل مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا۔ اس لئے میں آپ کی اس بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھونگا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں۔ مگر اتنی اصلاح ہوگی۔ کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا۔ اور ہر ایک گھنٹہ کے بعد تین سطریں لکھ کر پانچ نہایت دس منٹ تک آپکے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا چونکہ مجمع عام آپ پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے محدود آدمی ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہونگے آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں۔ کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہو گئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے۔ وہ اسی وقت مجھ کو دیدیجئے گا۔ کاروائی آج ہی شروع ہو جائے۔ آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیجدونگا۔ باقی لعنت کی بابت وہی عرض ہے۔ جو حدیث میں موجود ہے۔

ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ از قادیان

۱۱۔ جنوری ۱۹۰۳ء

جواب الجواب حضرت اقدس کی طرف سے

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ لہذا حضرت اقدس انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب رقعہ سامی میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے۔ کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا

آپ کی اصلاح جو بطرز نشان مناظرہ آپنے لکھی ہے۔ وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے وغیرہ مجتمع ہوں تاکہ حق و باطل سب پر واضح ہو جاوے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ ۱۱۔ جنوری ۱۹۰۳ء

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان عم۔ گواہ شد محمد سرور گواہ شد ابو سعید عفی عنہ

اس خط و کتابت کو امرتسری منکر نے درج کر کے بعض جگہ محض سفیہانہ شوخ چشمی سے کام لیا ہے اور استہزا کیا ہے اس لئے ان نکتہ چینیوں کی چنداں پرواہ نہ کرکے ان اعتراضات کو میں زیر نظر رکھتا ہوں۔ جو اصل پیشگوئی پر پیش کئے گئے ہیں۔

معزز ناظرین! اس تمام خط و کتابت اور اس دعوت کو (جو اعجاز احمدی میں کی گئی تھی) پڑھ کر اس نتیجہ پر آجانا کچھ بھی مشکل نہیں کہ

امرتسری منکر نے محض بکواس کی ہے

اور اس کے قادیان آنے کے متعلق جو پیشگوئی کی تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ غور کریں۔ کہ اعجاز احمدی میں لکھا گیا تھا کہ

"اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب **تین نشان** میرے ظاہر ہوں گے۔

(۱) وہ قادیان میں تمام پیشگویوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئینگے اور سچی پیشگویوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

(۲) اگر وہ اس چیلنج پر مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجاوے تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

(۳) سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوگی۔"

واقعات خود بول رہے ہیں کہ ان تینوں صورتوں میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ چونکہ امرتسری منکر نے سب سے اول تیسرے پہلو کو لیا ہے۔ اس لئے میں بھی وہیں سے شروع

کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کیا وہ قصیدہ اور اردو مضمون جس کے لکھنے کا چیلنج دیا گیا تھا آجتک بھی شائع ہوا؟ اگر نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا۔ تو اے حق کے دشمنو! بول اٹھو کہ تمہاری ذلت میں کیا کسر رہ گئی ہے؟ اس تحدی کے مقابلہ میں تمہاری ہمت اور طاقت کا سلب ہو جانا ہی اعجاز ہے۔

ہاں اس کے جواب میں امرتسری منکر کہتا ہے کہ میں نے "پیسہ اخبار میں اعلان کیا تھا کہ "پہلے اس قصیدہ کی غلطیاں پیش کرونگا پھر زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا"۔ ناظرین کس قدر شرم کی بات ہے کہ جس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے اس سے تو عہدہ برا ہو نہیں سکتا۔ اور نہیں ہو سکا اور ایک دوسرا امر پیش کرتا ہے؟ جو غلطیاں امرتسری منکر پیش کرنا چاہتا تھا۔ ان کی حقیقت تو خاکسار نے ہی طشت از بام کر دی ہے۔ اگر اس چیلنج کا یہی جواب ہے جو امرتسری منکر نے الهامات کے صفحہ ۸ پر دیا ہے تو اس کا جواب اسی رسالے میں موجود ہے اور اس پہلو سے بھی اس کی ذلت ثابت۔ مگر اصل بات یہی ہے کہ جیسا کہ اس پیشگوئی میں کہا گیا تھا۔ سب سے پہلے اس کی رو سیاہی اس سے ثابت ہوئی کہ مقابلہ میں اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے معارضہ سے عاجز رہا۔

امر ثانی کے متعلق تو امرتسری منکر نے ہمیشہ منہ چھپایا اور کبھی مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کی اور اس لئے یہ تحدی بھی پورے شان سے پوری ہوئی۔ کیونکہ اس سے پایا جاتا تھا کہ وہ مقابلہ میں نہ آئیگا اور اگر آئیگا تو صادق سے پہلے فوت ہوگا۔ گویا تحدی یہ تھی کہ وہ مقابلہ کے لئے نہیں آئیگا اور دنیا جانتی ہے کہ وہ اس مقابلہ میں کبھی نہیں آیا۔ اگر وہ سچا ہے تو پیش کرے کہ کب اس نے مقابلہ کیا۔

اب رہا امر اول جو یہاں متنازعہ ہے کہ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔

ناظرین۔ کو اس خط و کتابت کو پڑھکر معلوم ہو گیا ہوگا کہ ثناء اللہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچا۔ جبکہ اسے معلوم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام خاکسار ایڈیٹر الحکم۔ مولوی عبداللہ صاحب کشمیری۔ حضرت حکیم مولوی فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پر جہلم میں مقدمات دائر ہو چکے تھے جن کے لئے ۱۵ جنوری کی صبح کو ہم سب روانہ ہونے والے تھے اور انہیں ایام میں کتاب مواہب الرحمٰن کی تصنیف اور طبع کا کام شروع تھا اور اس طرح پر امرتسری منکر جانتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ازبس مصروف و مشغول ہیں۔ چپکے سے وہاں چلے جانا میرے لئے مفید ہوگا۔ ورنہ اخلاق اور حق طلبی کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ پہلے دریافت کر لیا جاتا کہ آپ اعجاز احمدی کے چیلنج کے مطابق میرے لئے کونسی تاریخیں مقرر کر سکتے ہیں؟ ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں ذرا سی بھی عقل ہو وہ حق جوئی کے لئے اسی طریق کو مفید اور ضروری سمجھیگا مگر یہ امرتسری منکر کی

پہلی چالاکی یا فروگذاشت تھی

جو اس تحدی کے مقابلہ میں کی۔

دوسری چالاکی جو امرتسری منکر کی پردہ دراہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے والی ہے۔ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا کہ

تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئینگے

امرتسری منکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قطعاً نہیں گیا بلکہ وہ قادیان کے آریہ مندر میں ٹھہرا اور رہا۔ جس حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج کے موافق آیا تھا تو اس کا فرض تھا کہ سیدھا آپ کے پاس پہنچتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ پس اس لحاظ سے بھی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور ان ہر پہلوؤں سے یہ پیشگوئی پوری ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ٹھیری۔

اب آخر میں ان پہلوؤں کے لحاظ سے اس پیشگوئی پر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ جن کا میں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ

اول۔ مولوی ثناء اللہ صاحب جو قادیان آئے۔ تو کیا انہوں نے حضرت حجۃ اللہ کی دعوت کے موافق ان سے مطالبہ کیا؟

اس سوال کے جواب میں امرتسری منکر کا پہلا خط ناظرین مکرر غور سے پڑھیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیشگوئیوں کی نسبت

اپنے خیالات ظاہر کروں۔"

اس خط میں امرتسری منکر نے یہ ظاہر کیا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ عام مجمع میں اس کو اپنی پیشگوئیوں پر اظہار خیالات یا بالفاظ دیگر وعظ گوئی کا موقعہ دیں گے۔

مگر میں امرتسری منکر اور اس کے معاونین سے پوچھتا ہوں کہ یہ وعدہ کہاں کیا گیا تھا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

اعجاز احمدی میں جو دعوت دی گئی تھی اس میں تو یہ لکھا ہے۔ بصفحہ ۳۳ کہ "مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوۃ کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ... ... اور کل پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہجاوے اور اسی شرط سے روپیہ ملیگا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔"

"ایسا ہی صفحہ ۱۱ پر منہاج نبوۃ کے معیار کو پیش کیا گیا ہے اور ظاہر فرمایا ہے کہ وہ جوش تعصب سے منہاج نبوۃ کو اور اس معیار پیشگوئیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے پیش نظر نہ رکھتے۔"

غرض کہیں بھی ان بیانات دعوت میں یہ وعدہ نہیں کیا کہ کسی مجمع میں ثناء اللہ کو لیکچر دینا ہوگا۔ جیسا کہ وہ خواہش کرتا ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔ گویا ہر ایک پیشگوئی کا وہ ثبوت دیتے جاویں گے اور یہ ثبوت منہاج نبوۃ پر ہوگا۔ مگر امرتسری منکر اس کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ

اکھاڑہ کا رنگ جماتا ہے جو مطلوب نہ تھا۔ اب اس قدر بیان کے بعد ناظرین جب حضرت مسیح موعودؑ کے اس خط کو جو امرتسری منکر کے جواب میں لکھا گیا ہے پڑھیں گے تو صاف کھل جائیگا کہ

حق کس کے ساتھ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعجاز احمدی کی دعوت میں ظاہر کئے ہوئے منہاج نبوۃ کو ہی مد نظر رکھ کر ثناء اللہ سے چاہا کہ

"اول۔ یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوۃ سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور وہی اعتراض کریں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو۔ اور حدیث اور قرآن کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔"

ناظرین! خدارا انصاف کریں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی جدید مطالبہ کیا ہے؟ وہ اسی منہاج نبوۃ پر اپنی پیشگوئیوں کی پڑتال کو آمادہ ہیں۔ مگر امرتسری منکر کے سارے خطوط کو پڑھ جاؤ کہ وہ کہیں بھی اس اقرار کا اپنے آپ کو پابند کرتا ہے۔

امرتسری منکر پر ہمارا یہ مطالبہ ایسا زبردست ہے کہ وہ قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکتا اور یہی وہ اصل امر ہے جس پر غور کرنے سے اس پیشگوئی کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس قوت اور شوکت سے پوری ہوئی۔ امرتسری منکر کو منہاج نبوۃ پر پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے بلایا مگر وہ نہیں آیا اور یوں ہی افترا کیا۔ کہ اسے مجمع میں وعظ کہنے کا وعدہ دیا تھا جیسا کہ اس کے خط کے حوالے سے اوپر ظاہر کیا گیا ہے۔ پس امر اول کے متعلق ثابت ہو گیا کہ ثناء اللہ نے اعجاز احمدی کی دعوت کے ماتحت قادیان میں آکر مطالبہ نہیں کیا اور پیشگوئی یہ تھی کہ

"وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔"

اس رنگ میں کیا کسی کی طاقت ہے کہ کوئی اس کو جھٹلا سکے وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

اب دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ اگر درخواست دعوت اعجاز احمدی کے مطابق تھی۔ تو حضرت حجۃ اللہ نے اسے کہاں تک پذیرا کیا؟

جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ ثنائی درخواست اعجاز احمدی کی دعوت کے ماتحت ہی نہ تھی۔ تو حضرت مسیح موعودؑ پر اس کا پذیرا کرنا لازم نہ تھا۔ اب صرف تیسرا امر باقی رہ جاتا ہے کہ اگر موافق نہ تھی پھر حضرت مسیح موعودؑ نے کہاں تک شفقت اور رحمت سے سلوک کیا؟

اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کو حق حاصل تھا کہ جبکہ ثناء اللہ کی درخواست اس دعوت کے ماتحت نہ تھی تو اسے رد کر دیتے مگر آپ نے نہائت شفقت اور رحم سے چاہا کہ امرتسری منکر کو حق سمجھائیں۔

چنانچہ باوجودیکہ ۱۵ جنوری کو آپ جہلم پیروی مقدمہ کے لئے جانے کو تیار تھے اور کتاب مواہب الرحمٰن چھپ رہی تھی جس کا ۱۴ جنوری تک چھپ کر شائع ہو جانا ضروری تھا۔ پھر بھی آپؑ نے تین گھنٹہ ہر روز اس کام کے لئے دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی ظاہر فرمایا کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد آپ سے پوچھ لیا جاویگا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور اعتراض لکھ کر پیش کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم یاد دلائی اور ہر طرح سے غیرت دلائی جیسا کہ آپؑ کے خط سے ظاہر ہے مگر

مگر امرتسری منکر رہ پر نہ آیا اور بلطائف الحیل ٹلاتا ہی رہا۔

ناظرین اس پیشگوئی کے حل کے لئے اعجاز احمدی کی دعوت اور امرتسری منکر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خط و کتابت کو غور سے پڑھیں گے۔ تو اصل حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

اسی کے ضمن میں امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپؑ نے نعوذ باللہ گالیاں دیں۔ اس جھوٹ کی نجاست پر منہ مارنے والوں سے اللہ تعالیٰ خود محاسبہ کریگا۔ شاید ثناء اللہ کو اپنی ہرزہ درائی بھول گئی ہے۔ جس کا خاکہ اعجاز احمدی نے کھول کر دکھایا ہے۔

پھر اسی پیشگوئی کے ضمن میں امرتسری منکر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے اس بیان پر جرح کی ہے کہ آپؑ نے جو فرمایا کہ انجام آتھم میں مباحثات کو ترک کر چکے ہیں یہ غلط ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قولہ۔ بعد اللتیا واللتی ہم مرزا جی کی صداقت اور راست بیانی ظاہر کرنے کو اُن کے حوالہ رسالہ انجام آتھم کی بھی پڑتال کرتے ہیں۔ آپؑ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ واز معنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذ التوضیحات ولو سبونا وهذه منا خاتمة المخاطبات یعنی ہم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے۔ گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔"

اس کتاب انجام آتھم پر گو تاریخ طبع نہیں مگر اس کے صفحہ اول سے ۱۸۹۶ء معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اس سے بعد آپؑ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے واسطے بلایا ہے۔ چنانچہ آپؑ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں۔ (اشتہار معیار الاخیار کی عبارت محولہ)

(اس عبارت کے بعد امرتسری منکر سوال کرتا ہے) کیا مرزا جی نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا یا ان سے بحث کا مطالبہ نہیں کیا ...... یا ۱۹۰۰ء ۱۸۹۶ء سے پہلے ہونے کی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے"؟

اقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور راست بیانی کی تو دشمنوں نے بھی تصدیق کی ہے اور باوجود اس تحدی کے کہ تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کرو کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی اور بڑے زور سے اُنہوں نے یہ تحدی پیش کی قد لبثت فیکم عمرا افلا تعقلون۔ ہاں تمہاری راست بیانی کی تصدیق تو گورداسپور ہو چکی ہے۔ جہاں جھوٹ بول کر بھی انسان متقی رہ سکتا ہے۔ انجام آتھم کا جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں امرتسری منکر نے جس خیانت سے کام لیا ہے اُس کے ثبوت کے لئے میں اصل الفاظ درج کر دیتا ہوں۔

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات وعصمنا نفسنا من ما ثم ترك الواجبات وخان ان نصرت الوجه عن

هذه المباحثات الا ما ینفی لبس السائلین فی السائلات واز معنا ان لا نخاطب بعد هذه التوضیحات ولو سبونا کما ارو من قبل من العادات الآخره۔

اس کا ترجمہ خود حضرت نے فارسی میں کر دیا ہے کہ

امروز ہر چہ بر ما از تبلیغ فرض بود ادا کردیم و نفس خود را از گناہ ترک واجب محفوظ داشتیم و وقت آمد کہ ما ازیں مباحثات رو گردانیم مگر آنچہ شبہ سائلان رد کنند و قصد کردیم کہ بعد ازیں توضیحات علماء را مخاطب نکنیم اگرچہ دشنام دہند۔ چنانچہ پیش ازیں ہمیں عادات خود نمودہ اند۔ الآخرہ

ناظرین اغدا کے لئے بتاؤ کہ اس میں جو حصہ استثناء کیا گیا تھا اسے امرتسری منکر نے عمداً چھوڑ کر اپنی خیانت کا ثبوت نہیں دیا۔ بس یہی ایک فقرہ اس کی ساری دجالیت کا پردہ در ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثات کو ترک کیا۔ سائلین کے شبہات کو دور کرنے کا کام باقی رکھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے خط میں بار بار لکھا کہ اس طرز میں آپ کا کچھ ہرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں اور یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے" اور پھر لکھا کہ میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ غرض اپنے خط میں اسی طریق ازالہ شبہات کو اپنے اس عہد کے ماتحت ملحوظ رکھا۔

اشتہار معیار الاخیار کے متعلق جو شبہ امرتسری منکر نے کیا ہے وہ خود بخود باطل ہو گیا۔ تاہم اصل حقیقت کے اظہار کے لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس اشتہار کا کچھ حصہ درج کر دوں وہ خود بتا دیگا کہ آیا یہ انجام آتھم کے اس استثناء کے نیچے ہے یا نہیں خصوصاً ان جملوں کو غور سے پڑھو جن کو جلی کر دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار معیار الاخیار

اس اشتہار کو منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور حافظ محمد یوسف صاحب اور اولاد

مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی غور سے پڑھیں اور منشی الٰہی بخش صاحب جواب دیں کہ کیا اُن کا الہام سچا ہے یا اُن کے مرشد مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کا

انی انا المسیح الموعود فطوبیٰ لمن عرفنی او عرف من عرفنی

اے لوگو میری نسبت جلدی مت کرو۔ اور یقیناً جانو۔ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ سمجھو اور سوچو۔ کہ دُنیا میں کس قدر مفتری ہوئے اور اُن کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ ذلت کے ساتھ بہت جلد ہلاک نہ کئے گئے؟ پس اگر یہ کاروبار بھی انسانی افترا ہوتا۔ تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو۔ جس کو افترا اور دعویٰ وحی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو اور وہ مہلت جس میں سے آج تک بقدر زمانہ وحی محمدی علیہ السلام یعنی قریباً چوبیس برس گذر گئے اور آئندہ معلوم نہیں کہ ابھی کس قدر ہیں۔ اگر پیش کر سکتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ایسے مفتری کا نام لو اور اس شخص کی مدت افترا کا جسقدر زمانہ ہو۔ اُس کا میرے زمانہ بعث کی طرح تحریری ثبوت دو۔ اور لعنت ہے اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے اور پھر یہ نظیر مع ثبوت پیش نہ کرے وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی بتلاؤ۔ کہ کیا تم کسی ایسے مفتری کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو۔ جس کے کھلے کھلے نشان تحریر اور ہزاروں شہادتوں کے ذریعہ سے میری طرح بپایہ ثبوت پہنچ گئے ہوں۔ اے لوگو۔ تم پر افسوس! تم نے اپنے ایمانوں کو ایسے نازک وقت میں ضائع کیا۔ جیسا کہ ایک نادان اکیلے لق و دق بیابان میں پانی کو ضائع کر دے جس میں ایک قطرہ پانی کا میسر نہیں آ سکتا۔ خدا نے عین صدی کے سر پر عین ضرورت کے وقت میں تمہارے لئے ایک مجدد بھیجا اور صدی بھی چودھویں صدی جو اسلام کے ہلال کو بدر کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی جس کی تم اور تمہارے [illegible] داد [illegible] انکار کرتے

تھے اور جن کی نسبت اہل کشف کے کشفوں کا ڈھیر لگ گیا تھا اور دوسری طرف مجدد
کے ظہور کے لئے ضرورتیں وہ پیش آئی تھیں جو کبھی نبوت کے زمانہ کے بعد پیش نہ
آئیں۔ مگر آپ لوگوں نے پھر بھی قبول نہ کیا۔ اس مہدی کے وقت میں جس کا دوسرا
نام مسیح موعود ہے۔ خسوف کسوف بھی رمضان میں ہوا۔ جو قریباً گیارہ سو برس سے
تمہاری حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ مگر آپ لوگوں نے پھر بھی نہ سمجھا
چودھویں صدی سے سترہ برس گزر بھی گئے۔ مگر پھر بھی آپ لوگوں کے دل میں کچھ
سوچ پیدا نہ ہوئی۔ یہ ضرورتیں اور صدی خالی گئی۔ کیا تم میں کوئی بھی سوچنے والا نہیں؟
میں نے بار بار کہا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں نے بلند آواز سے ہر ایک کو پکارا جیسا
کوئی پہاڑ پر چڑھ کر نعرے مارتا ہے۔ خدا نے مجھے کہا کہ اُٹھ اور ان لوگوں کو کہہ دے
کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم خدا کی گواہی کو رد کرو گے۔ خدا کا کلام
جو میرے پر نازل ہوا۔ اس کے یہ الفاظ ہیں۔ قل عندی شہادۃ من اللہ
فھل انتم مومنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم
مسلمون۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
وقل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ای مرسل من اللہ
غرض خدا کے روشن نشان میرے ساتھ ہیں اسی کی مانند جو خدا کے پاک نبیوں کے
ساتھ تھے۔ مگر آپ لوگوں کی روحوں میں کچھ حرکت پیدا نہ ہوئی اس سے دل دردمند
ہے کہ آپ لوگوں نے ایسی قابل شرم غلطی کھائی اور نور کو تاریکی سمجھا۔ اگر آپ
لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدے کے موافق
جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی
قریب مقام میں جیسا کہ مثلاً بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود
قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے
مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقویٰ اور خوف باری تعالیٰ میں
آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر

بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ **تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کرلیں**
(۱) قرآن اور حدیث کی رو سے (۲) عقل کی رو سے (۳) سماوی تائیدات
اور خوارق اور کرامات کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنی کلام میں مامورین کے
پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں **ان تینوں طوروں
سے ان کی تسلی نہ کر سکا** یا اگر ان تینوں میں سے **صرف ایک یا
دو طور سے تسلی کی**۔ تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا
**لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان
اور حلف کی رو سے انکار نہ کر سکیں**۔ اور نیز وہ ان ثبوت میں
ان دلائل کی نظیر پیش نہ کر سکیں۔ تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور
ان کے نادان پیرو خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اور کروڑ ہا انسانوں کے گناہ
کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔"

اب دل رکھنے والو خدا کے لئے سوچو کہ یہ انجام آتھم کے کہاں خلاف ہے؟ اس کے بعد محض
خلط مبحث کے طور پر امرتسری منکر ندوۃ العلماء کے جلسہ پر جو نوٹس مباحثہ کا ۳۴ مولویوں کا
دستخطی دیا گیا تھا نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "**حضور نے بغیر رسید ڈاک خانہ کے
اف تک نہیں کی۔**"

اگرچہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس پر کچھ بھی لکھوں لیکن محض اس خیال سے کہ **دروغ گو
را تا بخانہ اش باید رسانید** اس نوٹس کی حقیقت کا اظہار بھی معلوم ہوتا ہے۔
اب یہی وہ نوٹس درج کرتا ہوں جس پر امرتسری منکر کو ناز ہے۔

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ **آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی
۱۹۰۸ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر
ہیں**۔ گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے۔ تاہم
آپ کی حجت پوری کرنے کو اس دفعہ بھی ہم طیار رہیں۔ **پس آپ پابندی**

شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔ آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں تقدیم وتاخیر اُن کی ہمارے اختیار ہے۔ پس آپ شنبہ کے روز ۱۱-اکتوبر کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یکشنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے جس صاحب کو ہم اپنے مشورے سے پیش کریں گے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں گے۔ چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن صاحب ایڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۱۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۲ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے۔ غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقعہ نہ مل سکیگا۔

مرسلہ ابو عبید احمد اللہ امرتسری۔ عبد الجبار غزنوی۔ عبد الرحیم غزنوی حافظ عبد المنان وزیر آبادی۔ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری۔ عبد العزیز دینا نگری۔ نور احمد امام مسجد شیخ بڈھا مرحوم امرتسری۔ عبد الاول غزنوی۔ عبد الغفور غزنوی۔ ابو زبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔ نور احمد لکھوکے۔ عبد الحق غزنوی۔ حکیم عبد الحق امرتسری۔ محمد حسین لکھوکے۔ سید عبد القیوم حنفی جالندہری۔ عبد القادر لکھوکے۔ تاج الدین امرتسری۔ عبد الرزاق لکھوکے۔ حافظ غلام صمدانی پشاوری۔ (مولوی حکیم) محمد عبد اللہ پشاور۔ گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔ حیات پیر پشاوری عبد العظیم پسروری۔ عبد اللہ پسروری۔ قاسم علی نائی والہ۔ محب اللہ خراسانی عبد المجید ہزاروی۔ عبد الودود باری والہ۔ نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری حسن محمد بھنبری۔ یحییٰ غزنوی۔ محمد غزنوی۔ خلیفہ عبد الرحمن امرتسری۔ سید احمد دہلوی۔ غلام محمد تبتی۔ مصطفےٰ ساکن کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ۔ حافظ محمد عبد اللہ غزنوی۔ حبیب اللہ غزنوی۔ عبد العلی نوشہرہ ضلع بھنبر۔ شاہ ابو صالح کانپوری فقط"

ناظرین! اس نوٹس پر غور فرماویں۔ خصوصاً اُن فقرات کو جو جلی کر دیئے گئے اور جن پر نمبر ڈال

دیئے ہیں۔ فقرہ نمبر اول کو یاد رکھو۔ اور اشتہار معیار الاخیار میں دیکھو کہ اس نوعیت کی دعوت آپ نے کہاں کی ہے؟ آپ نے تو تسلی اور اطمینان کی اک راہ پیش کی ہے اور یہ نوٹس ہمیں اس مباحثہ کی طرف لے جاتا ہے جس کو آپ نے بند کر دیا تھا اب اس کے خلاف نوٹس دینا محض چالاکی اور ابلہ فریبی نہیں تو کیا ہے؟

پھر اشتہار معیار الاخیار میں بتایا گیا تھا کہ اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ قادیان سے کسی قریب مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے۔ تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں۔" مگر برخلاف اس کے یہ لوگ امرتسر بلاتے ہیں اور منہاج نبوۃ کو چھوڑ کر جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوت کی ہے کہتے ہیں کہ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مسیح موعود علیہ السلام حق وحکمت۔ نور و معرفت کی طرف بلاتا ہے۔ اور یہ علماء سوء جدال کی طرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وہ قادیان یا بٹالہ مقرر کرتے ہیں۔ یہ امرتسر بلاتے ہیں اور اس پر دعویٰ یہ کہ یہ نوٹس اشتہار معیار الاخیار کے مطابق دیا گیا ہے۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ یہ تو ہے اصل حقیقت۔ اب سنو! کہ اس پر کیا ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ تحفۃ الندوہ خصوصیت سے اس [illegible] شائع کیا۔ اور ان علماء سوء اور علماء اہل ندوۃ میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ اس کا جواب دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک وفد بصدارت حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی روانہ کیا جن میں خاکسار ایڈیٹر الحکم بھی شامل تھا۔ یہ وفد ۹-اکتوبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو قادیان سے روانہ ہو کر امرتسر پہنچا۔ اور ریلوے پر اترتے ہی جو کام ہم نے کیا۔ وہ ۲۴-اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم سے یہاں نقل کیا جاتا ہے

"غرض پلیٹ فارم سے نکل کر ہم باہر آئے۔ اور ہمارے امیر جناب مولوی سید محمد احسن صاحب قبلہ کے ایما اور مشورہ سے یہ قرار پایا کہ سب سے اول یہ کام کرنا چاہئے۔ کہ حافظ

محمد یوسف صاحب اور سکرٹری ندوۃ العلماء کو دو رجسٹرڈ خط روانہ کئے جاویں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل دو خط امرتسر کے بڑے ڈاک خانہ میں رجسٹری کرا کر بھیجدیئے گئے۔

پہلا خط سکرٹری ندوہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی۔ بخدمت جناب سکرٹری صاحب ندوۃ العلماء السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ میں اس رجسٹری شدہ چٹھی کے ذریعہ آپ کو ضروری امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ حافظ محمد یوسف نے بذریعہ ایک اشتہار ندوۃ العلماء کے اجلاس پر ہمیں فیصلہ کے لئے مدعو کیا ہے اور ایسا ہی مولوی احمد حسن ایڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ نے بذریعہ خط کے ہمیں مدعو کیا ہے کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ پر آکر علماء ندوہ کے سامنے مسائل متنازعہ کا فیصلہ کیا جاوے مگر ندوہ کی طرف سے کوئی خاص چٹھی ہمیں اس امر کے متعلق نہیں ملی کہ انہوں نے حافظ محمد یوسف کے اشتہار کے موافق یا شحنہ ہند کے ایڈیٹر کے خط کے مطابق اس معاملہ میں فیصلہ کرنے کا کوئی رزولیوشن پاس کیا ہے یا نہیں؟ اور وہ اس کام کے لئے تیار ہے یا نہیں۔ اس لئے آپ کو اس فروری رجسٹرڈ خط کے ذریعہ تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ کہ ندوہ کے کون کون سے علماء اس کام کے لئے منتخب کئے گئے ہیں یا ندوہ نے کوئی اجازت اس موقعہ پر ایسا فیصلہ کرنے کی نہیں دی۔ امید ہے کہ آپ اصل معاملات سے اطلاع دیں گے اور ان رزولیوشنز کی نقل بھی بھیجدیں گے۔ جو اس کے متعلق ندوہ نے پاس کئے ہیں۔ خاکسار مع ایک جماعت علماء کے آج ۱۰ بجے امرتسر پہنچ گیا ہے۔ اور ندوہ کے اجلاس کے اختتام تک یہاں قیام کریگا جواب آج ہی ملنا چاہئے۔

خاکسار سید محمد احسن امروہی۔ ۹۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ ۱۰ بجے دن کے۔

دوسرا خط حافظ محمد یوسف کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی۔ حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ما استکبر و ما ابیٰ۔ آپ کا ایک اشتہار بغرض فیصلہ بتقریب جلسہ ندوۃ العلماء

شائع ہوا اور ہمیں ملا ہے اس اشتہار کے موافق خاکسار مع ایک جماعت علماء کے اس موقعہ پر محض خدا تعالیٰ کے لئے ایک ضروری امر کے فیصلہ کے لئے یہاں امرتسر آگیا ہے اس لئے یہ خط مختصراً بصیغہ رجسٹری آپ کو بھیجا جاتا ہے کہ آپ بواپسی ڈاک اطلاع دیں کہ ندوۃ العلماء کے کون کون سے عالم اس فیصلہ کے لئے آپ نے منتخب کئے ہیں۔ تاکہ ضروری شرائط کے تصفیہ کے بعد اصل مضمون کے متعلق فیصلہ ہوجاوے اور اپنے اشتہار کی صداقت کے لئے ندوۃ العلماء کی اس چٹھی یا رزولیوشن کی نقل بھی ارسال کریں۔ جس کی رو سے آپ نے اس جلسہ پر فیصلہ کے لئے ہمیں مدعو کیا ہے کیونکہ ندوہ کی اجازت اور منظوری بغیر ہمیں امید نہیں کہ آپ نے ایسا کیا ہو۔ اور اس لئے ندوۃ العلماء کو ہم نے آپ کے اشتہار کے موافق اپنا مخاطب سمجھا ہے۔ اس خط کا جواب آپ میاں حبیب اللہ صاحب مختار عدالت کے مکان کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر کے پتہ پر بذریعہ ڈاک رجسٹری بواپسی ڈاک بھیجدیں۔ میں ندوۃ العلماء کے جلسہ کے اختتام تک ٹھیرونگا فقط

سید محمد احسن امروہی ۹۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ان خطوط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اور بالآخر مندرجہ ذیل اعلان الرسل شائع کیا گیا۔

اعلان الرسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد فیا اہل دار الندوۃ انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین

آپ صاحبوں کو معلوم ہو گا کہ حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب نے اس چودھویں صدی میں مسیح موعود ہونیکا دعویٰ فرما کر اس اعتقادی غلطی کو جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں پھیلی ہوئی تھی (کہ وہ اُسی مسیح ابن مریم بنی اسرائیلی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے۔ جو اس دُنیا سے دیگر انبیا کی طرح اُٹھایا گیا) دور کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ

کو مبعوث فرما کر پھر اُن کے بعد چودھویں صدی میں حضرت مسیح ابن مریم کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا۔ جبکہ یہودیوں کی اخلاقی اور ایمانی اور جسمانی اور روحانی حالت بہت خراب ہو چکی تھی اور اُن کے عقائد میں رسوم شرکیہ اور اوہام باطلہ داخل ہو گئے تھے اور اُن کے اعمال طرح طرح کی بدعات سے فاسد ہو گئے تھے محض دُنیا اور جاہ طلبی اُن کا نصب العین ہو گیا تھا۔ ایسا ہی قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کی حالت بھی آخری زمانہ میں ویسی ہی خراب ہو جائیگی حدیث لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ اور سورہ فاتحہ کی آخری آیت غیر المغضوب علیھم ✣ ولا الضالین بھی اسی پر دلالت

✣ حاشیہ۔ سورۃ الفاتحہ کی ان آیات کی ترتیب طبعی اس بات کو ظاہر کر رہی ہے۔ کہ بطور مفہوم مخالف آخری زمانہ میں تین گروہ ہو جائیں گے ایک ضالین جو ہدایت کے سرچشمہ کو بکلی کھو بیٹھینگے اور گمراہی کے لق و دق میدان میں بھٹکتے پھرینگے اور عیسائیوں کی طرح اپنی اعتقادی اور عملی صورت اختیار کر لینگے یعنی بعض حقیقۃً اور بعض بصورت عیسائی ہو جاویں گے دوسرا گروہ مغضوب علیھم کا ہوگا جو بسبب اپنی ظاہر بینی اور الفاظ پرستی کے پاک دلی اور پاک اعتقادی اور راستی سے انحراف کر کے یہودیوں کا رنگ پکڑلیں گے اور یہودیوں کی طرح قسی القلب ہو جائیں گے اور گمراہی اور کجروی کی مسند پر بیٹھکر راستبازوں کا انکار اور تکفیر کریں گے اور یہودیوں کی طرح آخر غضب الٰہی (طاعون) کا لقمہ ہو جائیں گے۔ تیسرا گروہ منعم علیھم کا ہے جو خدا کے تمام نبیوں کے اعتقادی اور عملی طور پر وارث ہوں گے اور الہام اور وحی کے چشمہ سے سیراب ہو کر یہودیت کے مقابلہ کے لئے مسیحیت اور ضلالت کے دفعیہ کے لئے مہدویت کا لقب پائیں گے اور دُنیا کی ہدایت اور رہنمائی کا منصب حاصل کریں گے پس سورۃ الفاتحہ کی اس دعا میں بطور پیشگوئی انہی امور کی طرف دلالت ہے کہ یہ سب کچھ آخری زمانہ میں پورا ہوگا۔ سو خدا کا وہ سچا مسیح اور مہدی بمطابق ان پیشگوئیوں کے جو سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ میں مندرج ہیں۔ قادیان میں نازل ہوا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔ کیا یہ بات سوچنے کے قابل نہیں کہ مسلمانوں میں یہودیت اور عیسائیت کا رنگ و آ گیا ہے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیدین اور مرتد ہو

کرتی ہے اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس امر پر دال ہے کہ اُس زمانہ ضلالت میں اُن میں از سر نو موسیٰ علیہم السلام کے آخری خلیفہ مسیح ابن مریم کی طرح ایک خلیفہ مبعوث فرمایا جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی انعامات اور بروزی کمالات سے مشرف کیا جائیگا تاکہ اس زہر ضلالت کے اثر کے وقت جو شیطان کی طرف سے آئی ہے اس کے انفاس طیبہ اور حیات روحانیہ کا تریاق جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خاتم الخلفاء کو عنائت ہوا ہے۔ اُن کو مرنے سے بچا لے۔ سو خدا تعالیٰ نے ان پر رحمت فرما کر اس چودھویں صدی میں خاتم الخلفاء مسیح محمدی کو مبعوث فرمایا۔ اور اس بعثت کا وعدہ سورۃ النور اور سورۃ التحریم میں مفصل پایا جاتا ہے۔ سو عین چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مبعوث فرمایا۔ تا اُس مسیح کے مقابل جو بنی اسرائیل کے لئے چودھویں صدی کے سر پر بھیجا گیا تھا۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی پیشگوئیوں اور حدیث بعثِ مجدد کے وعدہ کو پورا کرے۔ حضرت اقدسؑ کے دعویٰ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔ جن کی وجہ سے ہم کو اس دعویٰ کا تسلیم کرنا ضروریات اسلام اور واجبات شرعیہ سے ہے (۱) نصوص قرآنیہ وحدیثیہ (۲) دلائل عقلیہ

بقیہ حاشیہ۔ جائیں اور خدا تعالیٰ کے غیظ و غضب کے سزاوار ٹھہر جائیں اور اس کے غضب کی آگ بھی بھڑک اُٹھے مگر صراط الذین انعمت علیھم کی پیشگوئی کا مصداق ہنوز کوئی شخص بھی نہ پایا جائے۔ مغضوب علیھم بھی موجود ہوں اور ضالین بھی موجود ہوں۔ مگر منعم علیہم سے اسلام بکلی بے نصیب ہو۔ اور کوئی ایسا فرد نہ پایا جائے۔ جو اسلام کی دوبارہ زندگی کا مژدہ سنائے اور اسلامیوں کا غم دور کرے اور ان کی اصلاح اور بہبودی کی طرف توجہ فرمائے۔ مگر جو لوگ مدت ہوئی کہ اسلام کا جنازہ پڑھ چکے اب ان کو زندگی کی کہاں امید ہو سکتی ہے اور وہ ان آیات اور پیشگوئیوں کی طرف کب توجہ کر سکتے ہیں۔ فواویلاہ۔ ویا حسرتاہ۔ ویا ندامتاہ

ابو یوسف

(۳) آیات سماویہ و ارضیہ (۴) ضروریات محسوسہ و مشہودہ جن کو علماء ندوہ بھی اپنی پرجوش تقریروں میں ثابت کر رہے ہیں اور قوم کے سامنے اس کا نقشہ پیش کر چکے ہیں حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری اور اڈیٹر شحنۂ ہند میرٹھ نے تصفیہ طلب امور کے تصفیہ کے لئے اپنے اشتہار وغیرہ میں بتقریب جلسہ ندوۃ العلماء حضرت اقدس علیہ السلام کو مدعو کیا تھا۔ لہذا حضور اقدس مسیح موعودؑ نے ہم لوگوں کو اپنے رسل مقرر فرما کر امرتسر میں بھیجا ہے۔ جیسا کہ **تحفۃ الندوہ** میں علماء ندوہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے **وانی ارسل الیکم رسلی وانظر کیف یرجعون** اور ہم میں سے ہمارے امیر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے بتاریخ ۹-اکتوبر وقت ½ ۱۰ بجے دن کے دو خط ایک بنام سکرٹری صاحب ندوۃ العلماء اور دوسرا بنام حافظ محمد یوسف صاحب مشتہر اشتہار مذکورہ رجسٹری کرا کر روانہ کئے ہیں۔ اب بمزید احتیاط یہ اشتہار مکرر اتماماً للحجۃ شایع کیا جاتا ہے۔ تا کہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ بتعمیل اشتہار مذکور اگر میرزا صاحب یا اُن کے رسول آتے۔ تو علمائے ندوہ دلائل اربعہ سے فیصلہ کر دیتے لہذا گزارش ہے کہ ہم لوگ ایسے موقعہ کو جس میں علمائے ہند و پنجاب وغیرہ جمع ہوئے ہیں۔ غنیمت سمجھ کر حاضر ہو گئے ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیا جائے اور تجویز فیصلہ پیش ہو کر منظور فرمائی جاوے تا عوام و خاص کے لئے باعث رشد ہو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

المعلن رسل المسیح الموعود

سید محمد احسن امروہی۔ ابو یوسف محمد مبارک علی احمدی سیالکوٹی۔ سید محمد سرور شاہ مظفر آبادی محمد عبد اللہ احمدی کشمیری شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم قادیان۔ نزیلان امرتسر

اس اعلان الرسل کے بعد بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آ کر حق دریافت کرتا۔ یہ ہے حقیقت اس نوٹس کی۔ اس کے بعد بھی امرتسری منکر اگر اس کو ابلہ فریبی کہے تو اس کی **حماقت** میں کیا شبہ ہے۔ الغرض یہ پیشگوئی بھی پوری شان و شوکت سے پوری ہوئی۔ وللہ الحمد!

تخرج الصدور الی القبور

امرتسری منکر اپنے اس رسالہ کا خاتمہ اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہوئے کرتا ہے اور اعتراض اس بنا پر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یسوع انجیلی کے زلزلہ وغیرہ کی پیشگوئیوں پر اس پہلو سے اعتراض کیا ہے کہ ان میں تفرس اور قیافہ کی شان پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ کیا پیشگوئی ہے کہ بڑے بڑے آدمی قبروں کی طرف نکالے جاویں گے۔

یہ امرتسری منکر کا مغالطہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **انجیلی یسوع** کی پیشگوئیوں پر جو ریمارک کیا ہے وہ ایسا قوی اور لاجواب ہے کہ آج تک یسوعی صاحبان اس سے عہدہ برآ نہیں ہوئے مگر ہمارے **نیم عیسائی** دشمن امرتسری منکر نے ایک نکتہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ اعتراض بعض اور نافہموں نے بھی کیا ہے۔ کہ اپنی دلزلہ کی پیشگوئیوں یا طاعون کی پیشگوئیوں کو عظیم الشان قرار دیا ہے اور یسوع کی پیشگوئیوں پر اعتراض؟ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ ہر چیز کی عظمت یا عدم عظمت اس کی مقدار اور کیفیت سے اور نیز اس کے حالات خاصہ یا معمولی حالات سے ظاہر ہوتی ہے۔ یسوع نے جس ملک میں طاعون اور زلزلوں کی خبر دی تھی۔ وہاں زلزلے آتے رہتے اور طاعون کا دورہ ہوتا تھا مگر جس ملک میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئیاں کی ہیں سو وہاں کی حالت کے لحاظ سے یہ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ پس یہ اعتراض اس رنگ میں تو محض لغو اور فضول ہے۔ اب رہی امرتسری منکر کی جہالت کہ تخرج الصدور والی پیشگوئی محض تفرس یا قیافہ پر مبنی ہو سکتی ہے۔ یہ غلط ہے ...

میں نے لکھرام کی پیشگوئی کی بحث میں اس امر کو صاف طور پر کھول دیا ہے کہ پیشگوئیاں امور عادیہ ہی میں سے ہوتی ہیں۔ مگر اُن کے اندر ایک خارق عادت ہیبت اور رعب ہوتا ہے۔ جو تین ہوائے طوفان یا زلزلہ سے ہلاک ہوئیں۔ تو ان پر کبھی امرتسری منکر ایسے

ہی اعتراض کرسکتا ہے۔

تخریج الصدور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکابر دشمنوں کو تہ خاک کیا مگر ان کا کوئی قائمقام نہ پیدا ہوا۔ یہ نشان ہے جو اس پیشگوئی کے نیچے ہے اگر خدا تمہیں توفیق دے تو دیدۂ عبرت سے دیکھو۔ ہاں ایک بات امرتسری منکر اور اس کے معاونین بھول جاتے ہیں۔ جب وہ تخریج الصدور کی پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس پیشگوئی پہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی بنا پر امرتسری منکر اعتراض کیا ہے جس میں خود امرتسری منکر کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا لکھا ہے اس لئے میں اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

ایک عظیم الشان معجزہ ظاہر ہوا

چہ ہیبتہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ

ہر میدان محمدی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پیشوا اور امام حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوئی ہے۔ اور الحمد للہ آج ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز بدھ مطابق ۹۔ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ پھر اس کا ظہور ہوا۔ اور اعجاز احمدی کا خارق عادت نشان ظاہر ہو گیا ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء تک اعجاز احمدی کا جواب لکھنے والے ثناء اللہ اور اس کے رفقا کو دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اور اپنے جھوٹا ہونے کا حصر اس پر رکھا گیا تھا۔ اور لطف یہ ہے کہ اعجاز احمدی کے جواب کے لئے کوئی خاص قید بھی نہیں تھی صرف یہی لکھا تھا کہ وہ ایسا قصیدہ معہ اسی قدر اردو مضمون کے جواب کے جو وہ بھی ایک نشان ہے بنا کر شائع کردیں تو میں بلا توقف دس ہزار روپیہ ان کو دیدونگا اور یہ کہکر ان کو غیرت دلائی گئی کہ اس وجہ سے بھی ان کو کوشش کرنی چاہئے۔ کہ میرے

ایک اشتہار میں پیشگوئی کے طور پہ یہ خبردی گئی ہے کہ آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک کوئی خارق عادت نشان ظاہر ہوگا اور گو وہ نشان اور صورتوں میں بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ لیکن اگر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخاطبین نے اس میعاد کے اندر اس قصیدہ کا اور اس اردو مضمون کا جواب نہ لکھا یا نہ لکھوایا تو یہ نشان ان کے ذریعہ سے پورا ہو جائیگا سوا نہیں لازم ہے کہ اگر وہ میرے کاروبار کو انسان کا منصوبہ خیال کرتے ہیں تو مقابلہ کرکے کسی طرح اس نشان کو روک دیں اور دیکھو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اکیلے یا دوسروں کی مدد سے میعاد معینہ کے اندر میرے قصیدہ اور اردو عبارت کے مطابق اور ان اشعار کی تعداد کے مطابق قصیدہ چھپوا کر شائع کریں گے اور تاریخ وصولی سے بیس دن کے اندر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجدیں گے تو صرف میں یہی نہیں کرونگا کہ دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔ بلکہ اس غلبہ سے میرا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاوے گا۔ ورنہ ان کا حق نہیں ہوگا۔ کہ پھر کبھی مجھے جھوٹا کہیں یا میرے نشانوں کی تکذیب کریں دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھکر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں اگر میں صادق ہوں اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں صادق ہوں۔ تو کبھی ممکن نہیں ہوگا۔ کہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے تمام مولوی پانچ دن میں ایسا قصیدہ بنا سکیں۔ اور اردو مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کے قلموں کو توڑ دیگا۔ اور ان کے دلوں کو غبی کردیگا۔

اب ایک سلیم الفطرت غور سے ان سطور کو جو جلی قلم سے لکھے گئے ہیں۔ پڑھے اور سوچے کہ کیا یہ بشری طاقتوں کے اندر ہے کہ وہ اس قسم کی تحدی کرسکے یہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کی صداقت کا خاص معیار تھا۔ اور اسی پر آنحضرت نے حصر صداقت رکھا تھا۔ اور آخری جلی سطریں بڑی وضاحت سے اس البصیرت

اور معرفت کو ظاہر کرتی ہیں۔ جو آپ اپنے من جانب اللہ ہونے پر رکھتے ہیں
ان سب سے بڑھ کر دو عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ جو مندرجہ ذیل الفاظ میں
اسی صفحہ ۳۷ پر درج ہیں۔

واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے

اول۔ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا اُن کے لئے موت ہوگی۔ سوم۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر اُن کی روسیاہی ثابت ہو جائیگی

اب دانشمند پبلک دیکھ لے اور خود انصاف کرے کہ

کیا اب بھی کہو گے کہ نشان پورا نہیں ہوا؟

جیسے حضرت اقدس نے زمین و آسمان کو گواہ رکھکر اس پر اپنی صداقت کا حصر رکھا تھا۔ اب اُسی زمین و آسمان کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ یہ صادق اور خدا کا **مامور و مرسل ہے۔ مسیح ہے**

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمین
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اے خدا کے برگزیدہ اور معطر کئے ہوئے **مسیح موعودؑ تجھکو مبارک ہو آج تیری صداقت آفتاب کی طرح روشن ہوگئی۔ تجھے رحمت برکت کا نشان تیرے خدا کی طرف سے ملا اسی کے موافق جو تو نے اس سے مانگا۔ اے مظفر! تجھ پر سلام! خدا نے تیری تصدیق میں یہ نشان ظاہر کیا اور تجھے فتح و ظفر کی کلید عطا ہوئی۔ تا اُن لوگوں کو جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات ہو۔ اور وہ جو قبروں میں**

دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں تا اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

حق اپنی برکتوں کے ساتھ آگیا اور باطل اپنی نحوستوں سمیت بھاگ گیا

احمدی قوم! تجھے مبارک ہو کہ تیرے پیشوا اور امام کا صدق کھل گیا
والحمد للہ علیٰ ذالک!

آخر میں پھر ہم اپنے مطاع باذن اللہ **محبوب و مولا امام** کے حضور **احمدی قوم** کی طرف سے **مبارکباد** عرض کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اللھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم
انک حمید مجید

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خدمتگذار دلی
خاکسار شیخ **یعقوب علی** تراب ایڈیٹر الحکم

بالغ خرد ناظرین! یہ ہے حقیقت امرتسری منکر کے اعتراضات کی اور یہ ہے کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کی اس کے بعد بھی انکار **شرافت اور خدا ترسی** سے بعید ہے۔ یاد رکھو۔

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تیری اک روز اے **گستاخ** شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل میرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ **عزت** مجھکو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کریگا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو! اب منکرو۔ اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کرے گا اک نشاں پُر ہیبت و پُر ہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
میری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

آخری التماس

اے حق کے طالبو! اے دانشمندو! اور بزرگو! آیات اللہ کا انکار کبھی بہترین نتائج پیدا نہیں کرتا۔ پہلے صادقوں اور ماموروں کی مخالفت کرنے والوں نے کیا پھل کھایا جو آج کوئی فائدہ اٹھائیگا۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہزاروں نہیں لاکھوں نشان ظاہر ہوئے اور اس کے مخالفوں نے اس کی مخالفت کر کے مزا چکھ لیا۔ میں نے امرتسری منکر کے اعتراضات کا جواب منہاج نبوت پر دیدیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ امرتسری منکر اور اس کے امثال اس سے بہت کم فائدہ اٹھائیں گے۔ میں نے یہ رسالہ ان کے لئے لکھا بھی نہیں بلکہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے جو **حق کے طالب** اور **راستی** کے بھوکے پیاسے ہیں۔ جو سلیم الفطرت اور رشید ہیں میں ان کی خدمت میں یہ آخری التماس کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے غور سے پڑھیں اور کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کے لئے دعاؤں سے کام لیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ آپکے سینوں کو کھولدے۔ اور نیکی اور بھلائی کے فرشتوں کے ذریعہ آپ کی مدد کرے آمین!

یعقوب علی تراب احمدی (انصار اللہ)
ایڈیٹر الحکم قادیان